

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
... رَعِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي : الْحَدِيثُ النَّبَوِيُّ



مکتبہ اسلامیہ لاہور

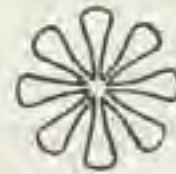
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 إِنَّ الصَّلَاةَ وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
 لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُصِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا است  
 کسیکہ خاک ورش نیست خاک بر سر او

# چرخ غنڈت

مؤلفہ

حضرت مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب



ناشر  
 قیمت - ۳۹ روپے

مکتبہ نذیریہ چناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور



ہفت روزہ خدام الدین  
۳ اکتوبر ۱۹۸۰ء

مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب دنیا کے علم و عرفان کے عظیم فرزند ہیں آپ نے نصف صدی سے زائد کا وقت قصور جیسے شہر میں توحید و سنت کی مشعل جلائی اور اپنے بڑھاپے اور نقابست کے باوجود اب بھی مصروف عمل ہیں۔ آپ کی تدریسی تصنیفی خدمات ہزاروں گم کردہ راہ لوگوں کی ہایت کا ذریعہ بنیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیروکار بن گئے۔

زیر تبصرہ کتاب پہل مرتبہ ۱۹۵۴ء میں شائع ہوئی اور شائع ہوتے ہی توقبات کا مرکز بن گئی۔ چند در چند وجوہات کی بنا پر اتنا عرصہ گزر جائے کہ باوجود کتاب دوبارہ نہ چھپ سکی تبا آنکہ اب کچھ عرصہ پیشتر مصنفہ اعلام کے فیض یافتہ اور اشاعت توحید و سنت سے وابستہ لگاؤ رکھنے والے ایک صاحب دل عالم دین نے اپنی تمام تر کس میری کے باوجود دین اسلام کی اشاعت کے جذبہ سے از سر نو چھپوایا جس میں حضرت مصنف کا مفصل دیباچہ طبع دوم شامل ہے جس سے کتاب کی تصنیف و اشاعت سے متعلق مکمل داستان اور جوابی کاروائیوں کا اندازہ ہو سکے گا۔

اس مجموعہ پر اب تک جو کتابیں سامنے آئی ہیں۔ ان میں اس کتاب کو چند وجوہات کی بنا پر بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس میں اہل حق کا مکمل و فاع کیا گیا ہے۔ ہم اہل دل مسلمانوں سے خاص طور پر توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب کی اشاعت میں پیش از پیش دلچسپی لے کر تبلیغی فریضہ سے سبکدوش ہوں گے۔

قیمت :-

## اظہار تشکر

ہم حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب قصوری حفظہ اللہ تعالیٰ کے نہایت ممنون اور متشکر ہیں کہ انہوں نے ہمیں اپنی جملہ تصنیفات و تالیفات کی اجازت مرحمت فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ جزاء اللہ الحسن الجزاء فی الدنیا و الآخرة۔

خدام علماء ربانی وحقانی

۵۔ شوال ۱۴۰۱ھ  
۲۲ مئی ۱۹۸۰ء  
بروز اتوار  
محمد حنیف یزدانی  
مدیر مکتبہ نذیریہ لاہور

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ  
کی دیگر تصانیف

النجیات للہ ..... قیمت ۱۸/- روپے  
کلمہ طیبہ مع نسخہ نماز ..... ۷/۵۰  
اعلان بالصلوة والسلام ..... ۱۵/-  
قبل اذان .....  
الصلوة والسلام ..... زیر طبع

ناشر :-  
مکتبہ نذیریہ چناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن  
لاہور ۷۵



# تہذیب

ہفت روزہ "الاختصاص" لاہور  
۱۵ نومبر ۱۹۸۵ء

بریلویت نے شرک و بدعت کا جو سلسلہ برصغیر ہندوپاک میں جاری کر رکھا ہے اس کی اصلاح کے لئے علمائے حق نے قرآن و حدیث کی تبلیغ و اشاعت میں اپنا پورا ذور صرف کیا ہے مگر افسوس کہ اس طائفہ نفس پرستان نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رکھی ہیں اور آنکھوں پر پٹیوں باندھ لی ہیں اور بیٹے کر لیا ہے کہ وہ ہندو یا عیسائی کی ہمنوائی تو کر سکتے ہیں مگر اہل حدیث عالم یا مکتبہ دیوبند کے کسی فاضل کی بات نہیں سنیں گے۔ تصوف کی آڑ میں قرآن و سنت کے واضح احکام و مسائل اور افکار و عقائد کو انہوں نے اتنا ہریت کر دیا ہے کہ عام آدمی ان کی اصل صورت پہچاننے سے قاصر رہ گیا ہے۔ شہر قصور سے کسی مولوی نے "نذر اولیاء" نامی کتاب لکھی جس میں بدعات کا طومار باندھ دیا یا سی شہر کی فاضل شخصیت مولانا سید فردوس شاہ صاحب کی حمیت ایمانی جوش میں آئی اور انہوں نے اس کی تردید میں "چراغ سنت" کے نام سے کتاب شائع فرمائی۔ یہ کتاب اب سے کوئی پچیس تیس سال پہلے شائع ہوئی تھی۔ اب مکتبہ ندیریہ نے شاہ صاحب کی اجازت سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا ہے۔ اس اشاعت میں اب "نذر اولیاء" کے علاوہ دیگر جملہ بدعات کے رد میں بھی شاہ صاحب نے فکر انگیز مواد جمع کر دیا ہے۔ شاہ صاحب نے اس کتاب میں جو انداز استدلال اختیار کیا ہے وہ منفرد ہے یعنی کتاب و سنت سے تو اہل بدعت کی تشفی نہیں ہوتی کیونکہ وہ بزرگان کرام کی باتوں کو زیادہ وزنی تصور کرتے ہیں۔ اس لئے مؤلف نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت دہلویؒ، حضرت عبدالحقؒ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

کے اقوال و افکار کے حوالے سے تمام مسائل بیان فرمائے ہیں۔ ان میں علم غیب، ایصال ثواب، استمداد و توسل، سماع صوتی اور دیگر اہم مسائل شامل ہیں۔ اس کے علاوہ جناب احمد رضا خاں بریلوی اور دیگر بریلوی حضرات کی طرف سے شاہ اسماعیل شہید اور علمائے دیوبند پر لگائے گئے الزامات کا جواب نہایت واضح دلائل سے دیا ہے جن کو پڑھ کر حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

شاہ صاحب کے قلم سے پہلے بھی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں کلمہ طیبہ، مع فلسفہ نماز، کاخیر یا بدعت، الصلوٰۃ والسلام اور درود شریف کے مسائل وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ شاہ صاحب نے توحید و سنت کا چراغ قصور شہر میں جلا رکھا ہے اللہ تعالیٰ اس کی روشنی سے شرک و بدعت کے اندھیروں کو دور فرمائے۔  
ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے  
وہ مرد درویش جس کو بخشے میں حق نے اندازِ خسروانہ

مکتبہ ندیریہ اس کتاب کی اشاعت پر مبارک باد کا مستحق ہے کہ اس نے وقت کے صحیحے چنگھاڑتے مسائل پر یہ کتاب شائع کر کے بریلویت کے قلعے میں دراڑیں پیدا کر دی ہیں۔ اس سے پہلے بھی اسی مکتبہ نے نہایت اہم اور گرانبغا کتابیں شائع کی ہیں جن میں "قاضی محمد سلیمان" منصور پوری کی اصحاب بدر اور شرح اسماء الحسنی حضرت شیخ الکل میاں ندیر حسینؒ کی معیار الحق حضرت امام ابن تیمیہؒ کی تفسیر سورۃ اخلاص اور اصحاب صفہ مولانا امام خان نوشہروی کی مکالمات نبوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مکتبہ ندیریہ کے پروپرائٹر مولانا محمد حنیف نیردانی خود بھی ایک عالم اور اہل قلم ہیں۔ ان کی اپنی تالیفات میں سے مرشد جیلانی کے ارشادات حقانی مرزائے قادیان اور علمائے اہل حدیث، محمد رسول اللہؐ غیر مسلموں کی نظر میں اور دیگر بہت سی کتب اس مکتبہ نے شائع کی ہیں۔ ترویج و تبلیغ توحید و سنت میں اس مکتبہ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا نیردانی کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔

ندیر نظر کتاب اہل توحید و سنت کے لیے نہایت کارآمد ہے ہمارے



واعظ و مبلغین اس سے ہر قسم کے حوالے سے کام لے سکتے ہیں اور ابھی ہوئے مسائل کو سلجھانے کے لیے اس سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

ہفت روزہ ایشیا لاہور

نومبر ۱۹۸۰ء

اہل اسلام کے مختلف گروہوں کے آپس میں مختلف امور پر اختلافات سے سب حضرات آشنا ہیں۔ مختلف علماء نے اپنے اپنے طور پر ایسی کتب لکھی ہیں جن میں اس اختلاف کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ زیر نظر کتاب بھی ایک ایسی ہی کتاب ہے جس کے مصنف مولانا فردوس علی شاہ صاحب ایک نامور عالم دین ہیں۔ یہ کتاب آج سے کچھ عرصہ پہلے طبع ہوئی تھی اور نایاب تھی لیکن اب اس کا دوسرا ایڈیشن چھپ گیا ہے اس کتاب میں فاضل مصنف نے اختلاف کے خاتمے کے لیے ایک مستحسن کوشش کی ہے۔ انہوں نے اپنی بحث میں اور غلط عقائد کے رد کے لیے ایسے بزرگان دین اور اولیائے کرام کی تعلیمات سے حوالہ جات دیے ہیں جو جملہ عوام مسلمانوں کے نزدیک قابل احترام ہیں۔ امید ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے طالب علمان دین اور علماء کرام کو اس کتاب کے مطالعہ سے فوائد حاصل ہوں گے اور اس سلسلہ میں ہونے والے کئی مباحث سے تفصیلی واقفیت حاصل ہوگی۔

تالیفات مولانا محمد حنیف یزدانی  
ناظم مکتبہ نذیریہ چناب بلاک

علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

## زیارت قبور کا شرعی طریقہ

روزنامہ 'نوائے وقت' ۲۸ مارچ ۱۳۹۰ ہفت روزہ چٹان ۲۶۔ اپریل ۱۳۹۰ اس کتاب مستطاب پر تبصرہ کر چکے ہیں۔ آجکل زیارت قبور کے سلسلہ میں جس طرح شرک و بدعت عام لوگوں میں راہ پانچے ہیں ان کے لئے بالخصوص اور اپنے عقیدہ کو مزید پختہ کرنے والوں کے لئے بالعموم اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ زیارت قبور کے متعلقہ جملہ مسائل، قبر کا طواف، مسح، بوسہ، سجدہ

اس حصے چٹنا، پٹنا، قبر پر گنبد، عمارت قبہ

مجاور کا بیٹنا، چادر چٹھانا، نذر و نیاز، قبر کی زیارت کے

لئے دور دراز سے سفر کر کے جانا، عرس، میلہ، اجتماع

قبر پر جانا بالخصوص حضور و کائنات علیہ السلام



کی قبر شریف پر ماضی کے آداب و مسائل صاحب قبر کی  
روح کے لئے ایصالِ ثواب ، دعا و مغفرت اور اس کے ضمن میں

موجودہ بدعات

تمیجہ ، ساآوارے ، چالیسواں اور سالانہ برسی

و غیر ہم کلمہ کے متعلق مفصل و مدلل معلومات قرآن و حدیث و اقوال  
بزرگانِ دین با خصوص ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہ ، حضرت امام مالک ، حضرت امام  
شافعی ، حضرت امام احمد بن حنبل ، حضرت امام غزالی ، حضرت امام الادب شیخ عبدالقادر  
جیلانی ، حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی ، حضرت امام ربانی محمد الف مانی  
مرہندی ، حضرت امام طائ علی قاری ، حضرت شاہ ولی اللہ ، حضرت شاہ عبدالعزیز  
محدث دہلوی ، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی ، حضرت شاہ محمد اسماعیل محدث دہلوی  
اور بریلوی حضرات کے مولانا احمد رضا خان ، مولانا نعیم الدین مراد آبادی ، مفتی احمد  
یار خان گجراتی ، مولانا عبدالسمیع رامپوری ، مولانا قلب الدین دہلوی ، مولانا عبدالحمید  
لکھنوی - فقہ حنفیہ کی بلند پایہ کتابوں (ہدایہ ، مینی شرح ہدایہ ، شرح وقایہ  
کنز الدقائق قدوری ، نور الایضاح ، معراج الدیاء و غیر ہم) کے حوالہ جات اور تشریحات  
سے کتب کو مزین کیا گیا ہے ۔ آج ہی منگوائیے اور اپنے ملحقہ احباب میں تبلیغ  
دین کا مقدس فریضہ انجام دیجئے ۔

قیمت ۱۵ روپے

کتابت طباعت آفٹ

نوبھورت ٹائٹل

گنج شکر پرنٹس

## فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۷	عرض مولف	۱
۹	دیباچہ طبع دوم بریلویوں کی تکفیری سرگرمیاں	۲
	<b>باب اول</b>	
۱۶	بریلویوں کے عقاید	۳
۲۳	توحید و شرک کی تعریف	۴
۲۳	تنقیح مسئلہ	۵
۲۵	عجاز کی بحث	۶
۲۶	کمالات انبیاء	۷
۵۲	بریلوی عقاید کا تجزیہ	۸
۶۱	محبت کا صحیح مفہوم	۹
۶۲	دینے والا کون ہے ، مانگنا کس سے چاہیئے ؟	۱۰
۶۵	رسالہ "نذر اولیاء" کی حقیقت	۱۱
۶۸	نذر کا بیان	۱۲
۶۹	نذر کا فائدہ	۱۳
۸۱	غیر اللہ کی نذر کے حرام ہونے پر اجماع اُمت	۱۴
۸۹	ایصالِ ثواب کا ایک ضروری اصول	۱۵



نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۶	حضرت امام مجدد کافصلہ	۹۷
۱۷	مسئلہ ایصال ثواب	۱۰۵
۱۸	سماع موتی	۱۱۰
۱۹	استداد و توسل	۱۱۰
۲۰	بدعت کیا ہے؟	۱۲۰
۲۱	بحث ندائے استمدادی	۱۳۴
۲۲	کیا اولیاء اللہ تصرفات میں واسطہ فی الحروف بھی بنتے ہیں؟	۱۴۲
۲۳	رسالہ "نذر اولیاء" کے حوالوں کا کتاب	۱۵۵
<b>باب دوم</b>		
۲۴	حضرات علمائے دیوبند کے عقاید	۱۵۴
۲۵	بریلویوں کی بلیک مارکیٹ	۱۶۴
۲۶	تمت اقل مولوی احمد رضا خاں بریلوی کی طرف سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند پر۔	۱۶۷
۲۷	اضافہ جوابات چراغ ہدایت	۱۷۸
۲۸	تمت دوم، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر	۱۹۳
۲۹	تمت سوم، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری پر	۱۹۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۳۰	تمت چہارم، حضرت مولانا تھانویؒ پر	۲۰۵
۳۱	تمت پنجم، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ بریلوی پر	۲۱۱
۳۲	مرکزی میں ملنے کا مطلب	۲۳۳
۳۳	انوارِ ساطعہ کی تصریحات	۲۴۷
۳۴	میلا و شریف کا بیان	۲۵۷
۳۵	حضرت امام مجدد کافصلہ	۲۶۲
۳۶	میلا کا قیام	۲۶۴
۳۷	کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گیارہویں میلا داد قبر میں تشریف لاتے ہیں؟	۲۷۱
۳۸	ساری مخلوق اللہ کے سامنے عاجز اور ذلیل ہے	۲۷۷
۳۹	بھائی کے برابر ادب کرنے کا الزام اور اس کا جواب	۲۸۶
۴۰	مکتوبات حضرت امام مجدد الف ثانیؒ پر ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف کی عنایات دن کے بعد اذان کہنے کا مسئلہ	۴۱
<b>باب سوم</b>		
۴۲	بریلویوں کی تاریخ	۲۹۵
۴۳	حضرات علمائے دیوبند کی شان میں	۳۰۹
۴۴	سید العلماء حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے چند فتاویٰ مبارکہ اور علماء اہل حدیث کیلئے دعائے خیر میں شیر محمد شریقی صاحب کے حضرات علمائے دیوبند اور علمائے اہل حدیث کے ساتھ تعلقات	۳۲۴



## تہذیب و تحقیق مسئلہ اعلان بالصلوۃ والسلام مع کار خیر یا بدعت

مصنف، حضرت مولانا فردوس شاہ قصوری ناشر، مکتبہ نذیریہ، چباب پاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔ ۱۹۵۲ء

مولانا محمد حنیف یزدانی پروردگار مکتبہ نذیریہ ایک بلند ہمت ناشر اور جہاں طریقیہ و ادیب میں تبلیغ دین کا ذوق بلکہ جنون ان کی متابع حیات ہے جس کے باعث وہ طرح طرح کی مفید کتب کی اشاعت پر کمر بستہ رہتے ہیں۔ اب تک وہ لاتعداد کتب شائع کر چکے ہیں جو کئی سال پہلے چھپ کر نایاب ہو گئی تھیں۔ اسی طرح وہ بعض متنازع مسائل پر فراموش کتب تحریر کروا کر بھی شائع کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ خصوصاً پاک و ہند میں مسلمانوں کی طرف سے جاری کروا بدعات و شرک کی تردید میں انہوں نے بہت سا لٹریچر شائع کر دیا ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جملہ بریلوی مکتب فکر نے "بدعت حسہ" کی آڑ میں فرائض و سنت کی تعلیمات کا جس طرح حلیہ بگاڑا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ زیر نظر کتاب ایسی ہی ایک بدعت۔ اذان سے قبل درود و سلام پر ایک نگرانی تالیف ہے جو مولانا محمد حنیف یزدانی کی فراموش پر حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب قصوری نے تحریر فرمائی ہے۔ یہ کتاب مفتی غلام سرور تھلوی لاہوری کی کتاب "مسئلہ صلوۃ و سلام قبل اذان" اور مولانا احمد علی قصوری کے ایک مضمون کا جواب ہے جو اسی موضوع پر نوائے وقت میں شائع ہوا تھا حضرت سید فردوس شاہ صاحب کتاب و سنت کی تائید اور شرک و بدعت کی تردید کے لیے دینقول مولانا یزدانی قصوری، سید بے نیام ہیں۔ اس سے پیشتر ان کے معجز قلم سے اہل بدعت کی تردید میں "چراغ سنت" اور "کلمہ طیبہ مع فلسفہ نماز" جیسی دقیق کتب شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں جس کو مکتبہ نذیریہ ہی نے شائع کیا تھا۔ زیر نظر کتاب اذان سے قبل درود و سلام جیسی بدعت تازہ تر پر حرف آخر لکھنی چاہیے۔ مصنف کا انداز قریب اور اسلوب استدلال کتاب و سنت کے دائرے میں فکر و نظر کا ہمیشہ پانچواں ہے۔ ان کے دلائل قاطعہ کے سامنے اہل بدعت کے براہین کے تار و پود بکھر کر رہ گئے ہیں۔

کتاب کے آخر میں شاہ صاحب کا دوسرا رسالہ "کار خیر یا بدعت" بھی شامل کر دیا گیا ہے جو اس سے پہلے الگ شائع ہو چکا ہے اس میں بھی قصوری کے ایک بدعت ساز مولوی عبداللہ قادری کے رسالہ "ذکر جبر کا جواز" کا جواب دیا گیا ہے جو بدعت کے متذکرہ سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مصنف و ناشر دونوں اس کتاب کی اشاعت پر تبریک و تحسین کے مستحق ہیں۔

قیمت ۱۵/۱۰  
الاعتماد محمد ۸ اگست ۱۹۵۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## عرض ناشر

(طبع دوم)

حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب قصوری حفظہ اللہ تعالیٰ نے جب پہلا ایڈیشن "چراغ سنت" میں "چراغ سنت" کا شائع فرمایا تو پورے ملک میں غموں اور شہر میں خصوصاً بریلوی حضرات کے کیمپ میں سناٹا مچا گیا۔ حالانکہ اس کی اشاعت سے قبل بریلوی واعظین و مبلغین نے نوزائیدہ مملکت خدا داد انسان میں اور خاص طور پر میرے سابقہ پیر و مرشد مولوی محمد عمر صاحب اچھروی لاہوری المتوفی ۱۹۷۱ء میرے استاد محترم مولوی محمد شریف صاحب لاہوری المتوفی ۱۹۷۲ء اور میرے استاد محترم مولانا محمد عبداللہ قادری قصوری نے علامہ خاں پر دن رات الزامات کی بوچھاڑ کر رکھی تھی۔ شہر قصوری میں مختلف انجمنوں نے اٹنے دن بریلوی علماء حضرات کو مدعو کئے رکھنا، مسجد میاں نقیب کوٹ اندرون قصور جہاں جناب اچھروی صاحب خطبہ جمعہ کے لیے لاہور سے قصور تشریف لے جاتے اور اس کے علاوہ شہر میں مختلف مقامات پر ایسی فرقہ دارانہ اور اشتعال انگیز تقریریں ہوتیں کہ الامان الحفیظ۔ اور یہ سلسلہ اب تک قائم ہے۔ شاہی مسجد لاہور پر علامہ محمود احمد رقصوی کی طرف سے ڈنڈا بردار جلوس نوجوان مولوی صاحبان وغیرہ مولوی صاحبان کا تو ہم نے اپنی گنہگار آنکھوں سے دیکھا ہے۔ پھر اس کے علاوہ آج کی مذہب دنیا میں اس وقت سے اب تک دہائیوں اور دہائیوں کے خلاف لٹریچر بھی شائع فرمایا ہے۔ چنانچہ ان دنوں قصور میں مولانا قادری صاحب "النذر للاولیاء" اور مولانا لاہوری صاحب نے "مسئلہ گیارہویں" اور مولانا اچھروی صاحب نے "مقیاس حقیقت" شائع فرما کر مزید فرقہ بندی اور انتشار پسندی کو ہوا دی ہے۔ حضرات اس وقت سے فرقہ بندی کا ایندھن تیار کر رہے ہیں جب پاکستان علماء و محققین کی عظیم قربانیوں کے



بعد معرض وجود میں آگیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔ پاکستان میں "اسلامی نظام" کی مخلصانہ مومنانہ کوششوں کو سبوتاژ کرنے کے لیے بریلوی دیوبندی وہابی کے معمولی لفظی نزاع کو ہوا دیئے رکھنا پیشہ ور دکاندار مولوی حضرات نے اپنی دنیا بنانے کے لیے ایسی ضد اور ہٹ دھرمی اختیار کر رکھی ہے کہ کہیں اسلامی نظام کا آفتاب و مہتاب طلوع نہ ہو جائے۔ اور ہماری اندھیر نگری کا کاروبار ٹھپ نہ ہو جائے۔

مصنف چراغ سنت نے ان تمام الزامات و خرافات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے گندم نما جو فروش بریلوی علماء حضرات کی علمی جہالتیں اور خیانتیں واضح طور پر بیان فرمائی ہیں قارئین و ناظرین حضرات حیران ہونگے کہ اس زمرہ میں بریلوی حضرات کے شیخ الاسلام، شیخ الحدیث صف اول کے مجاہدین اور حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب نے جو مدلل اور مفصّل گرفت کی ہے اس کا جواب دینے سے بریلوی علماء حضرات عاجز و ساکت ہیں۔

بڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں  
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

افسوس صد افسوس ہے کہ بریلوی حضرات کے ہاں وہابیوں، دیوبندیوں کے لئے ہنگامہ آرائی و انگشت نمائی تو بہت ہے لیکن جب کوئی علمی تحقیقی بات سنجیدگی سے ہوتی ہے تو ان حضرات کی طرف سے سنجیدگی کی بجائے ہلٹر بازی اور محقق و مبانی کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ یہی معاملہ راقم الحروف کے ساتھ چراغ سنت کے شائع ہونے کے بعد پیش آیا جب بندہ گنہگار ۱۹۸۵ء میں مولانا محمد عبداللہ صاحب قادری کے دارالعلوم جامعہ حنفیہ میں زیر تعلیم تھا۔ حضرت اساتذہ صاحب اپنے رسالہ النذر للاولیاء جائز بلا غنیا۔ پر اور اپنے بزرگ استاد حضرت علامہ ابوالبرکات صاحب المتوفی ستمبر ۱۹۸۷ء پر اور دیگر علماء بریلوی حضرات پر مصنف چراغ سنت کی طرف سے عائد کردہ اعتراضات و سوالات کا صحیح جواب نہ دے سکے اور نہ ہی دے سکتے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ

نہ خیر اٹھے گمانہ تلوار ان سے  
یہ بازو میرے آزماتے ہوئے ہیں

خادم علم۔ ربانی  
محمد حنیف یزدانی  
مدیر مکتبہ نذیریہ لاہور

۵۔ ۱۰۔ ۱۹۸۸ء بروز اتوار  
۲۲ مئی ۱۹۸۸ء

## عرض مؤلف

ناظرین! یہ رسالہ "چراغ سنت" دین منظلوم کی ایک فریاد ہے کہ ایک شب مہتاب یعنی بدعت کی سیاہ رات میں نور سنت کا ایک جگنو ہے۔ اگرچہ اس سلسلہ میں حضرات علماء کرام کی مساعی جمیلہ کچھ کم نہ تھیں لیکن اس رسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ دلائل پیر پرست عوام کی سطح ذہن سے قریب تر ہیں۔ خاکسار مؤلف کی رائے میں بریلوی حضرات کی اصلاح قرآن کریم اور حدیث شریف کے معیاری دلائل سے نہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ تجربہ شاہد ہے۔ اس لیے غور و فکر کے بعد یہ تجویز سمجھ میں آئی کہ اختلافی مسائل کو حضرات بزرگان دین، صوفیائے کرام اور اولیائے اُمت کی تصنیفات سے حل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، اس رسالہ کے عناصر اربعہ ہیں۔ جو فریقین کے ہاں مسلم ہیں۔ تصوف اور شریعت کے جامع ہیں۔ ہمارا ماحول بھی ان سے متعارف ہے اسی خیال پر مسئلہ توحید حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ کے ارشادات حقہ سے واضح کیا گیا ہے مسئلہ بدعت کی پوری پوری وضاحت مکتوبات امام ربانی سرہندی سے کی ہے۔ مسئلہ نذر کو فہمائے حنفیہ کی معتبر ترین کتاب فتاویٰ عالمگیری، بحر الرائق شرح کنز الدقائق اور شامی سے بیان کیا ہے۔ ناظرین کو مختلف مسائل میں مکتوبات کے حوالے نظر آئیں گے۔ گویا اس رسالہ کا سب سے بڑا ماخذ مکتوبات



شریف ہے۔ اب یہ رسالہ بریلوی حضرات پر ایک محبت خداوندی ہے۔ ایک جدید انکشاف ہے۔ بزرگوں کی محبت اگر خلوص اور طلب حق پر مبنی ہے تو معاملہ صاف ہے۔ حضرات علمائے دیوبند کے عقاید میں بزرگان دین اور صوفیائے کرام کے عقاید ہیں۔ اگر نفس پرستی اور ہوا پرستی کو بزرگ پرستی سمجھ رکھا ہے تو بزرگوں کے پاکیزہ کلمات ان پر محبت الہی ہوں گے۔ کیا خوش قسمتی ہے کہ ہمارے اختلافات کو ختم کرنے کے لیے حضرت پیران پیر قدس سرہ اور امام مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بزرگ شریف لارہے ہیں۔ آئیے! اور اس پاکیزہ مجلس میں سنی سنائی باتوں کو بھلا کر، اور تعصب و عناد سے صاف ہو کر بزرگان دین کے فیصلے سنئے :

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ  
أَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ

(مؤلف)

۶ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ  
اکتوبر ۱۹۵۶ء



نوٹ: بغرض اختصار اکثر حوالے ترجمہ اردو میں دکھائے گئے ہیں۔  
البتہ مفہوم کی ادائیگی میں سخت احتیاط کی ہے۔

## دیباچہ طبع دوم

رسالہ چراغ سنت ایک وقتی اور فوری ضرورت کے لئے مصنف نے برداشتہ قلم نذر اولیاء کی تردید میں لکھا تھا لیکن حضرات علماء کرام اور اہل حق عوام کی پسندیدہ نے بریلوی عوام اور رسائل کی تیج و پکار اور تردید نے اسے چند دنوں میں وہ مقبولیت اور شہرت دے دی کہ آج بھدا اللہ پاکستان اور ہندوستان کے ہر طبقہ اور ہر طبقہ سے طبع دوم کے لئے مینار مطالبات ہمارے پاس آپکے ہیں۔ کس زبان سے خداوند قدوس کا شکر ادا کروں کہ چراغ سنت کی اشاعت کے فورے روز خداوند تعالیٰ نے مجھ ناکارہ کو وہ جلیل القدر روحانی العام عطا فرمایا جس کی سچی آرزو ہر مومن کے دل میں تڑپ رہی ہے اور رض فضل الہی کے بغیر اس کے حصول کا کوئی ذریعہ ہی نہیں من آئی فقد آتی صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ دیدار جہاں بخش ایسی کیفیات مثالیہ کا حامل تھا جس کی تعبیر بس یہی تھی کہ چراغ سنت ایک خیر ہے جو بدعت کی کمر میں بیوسست ہو چکا ہے فالحمد للہ رب العالمین۔ چراغ سنت کو ضبط کرانے کے لئے سرکاری اور درباری گوشیش جب ختم ہو چکیں تو ہندو پاک کے بریلوی رسائل نے اس کی تردید میں دل کی بھڑک نکالی اس بے حقیقت گروہ کا سرخیل رسالہ ”ضوان“ لاہور ہے جس نے جواب لکھنے کی بجائے بے ہودہ گایاں لکھ کر جماعت کو خوش کیا اور تصور کے ایک دل سوختہ نے انہی مضامین کو چراغ بدایت کے نام سے شائع کیا  
تاب اللہ علیہم اجمعین۔



## ”چند غلطیوں کے اثرات

مولوی احمد رضا خاں صاحب سے مل کر مولوی حسنت علی وغیرہ اور حزب الاحناف کی مشفقہ سرگرمیاں ملاحظہ ہوں اور چرخ سنت کی اشتعال سے جہد و سار رسواں کی بالیسی میں بنیادی قلابازی دیکھ کر ناظرین فیصلہ کر سکیں گے کہ چرخ سنت کے اثرات کیا ہیں مولوی احمد رضا خاں فرماتے ہیں:-

- ۱- آج کل کے دہائی رافضی وغیرہ ایسا شخص سب سے بدتر مرتد ہے اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا۔ اس کا نکاح کسی مسلم کا فر مرتد اس کے ہم مذہب ہوں، یا مخالف مذہب غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہو گا محض زنا ہو گا۔ مرتدوں میں سب سے بدتر منافق ہے خصوصاً دہادیہ دیوبندیہ۔ (احکام شریعت ص ۱۱)
- ۲- یہودی کا ذبح کیا ہو جائے اور حلال ہے اگر خدا کا نام لے کر ذبح کئے۔ دہائی دیوبندی وغیرہ کا ذبح نجس اور مردار طہی ہے اگرچہ لاکھ بار خدا کا نام لے یہ سب مرتد ہیں۔

## ولا ذبیحۃ لہن الذین

- ۳- خود دیوبندیوں کو کافر نہ کہے جو ان کا پاس لحاظ رکھے جو ان سے اسلاف یا رشتے یا دوستی کا خیال رکھے وہ بھی انہیں میں سے انہیں کی طرح کافر بنے قیامت میں انہیں کے ساتھ ایک رستی میں جکڑ جائے گا۔ (فتاویٰ افریقیہ مصنفہ احمد رضا خاں ص ۱۱)
- ۴- مولوی احمد رضا خاں بریلوی سے کسی نے دریافت کیا ہے کہ دیوبندیوں کی بنائی ہوئی مسجد مسجد بنے یا نہیں؟ جواب میں فرماتے ہیں:- ”کفار کی مسجد مثل گھر کے ہے“ (ملفوظ ج ۱ ص ۱۱۱ مولوی احمد رضا خاں)
- ۵- جو شخص دیوبندیوں کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (ملفوظ مولوی احمد رضا خاں)

مولوی مرتد ہیں اور مرتد کے احکام اہل کتاب سے سخت تر ہیں۔

تفسیر عمومی مصنفہ مفتی احمد یار خاں پارہ ۳ ص ۱۱

دیوبندی منقذات اور بخیری تشددات بلکہ فواحش و منکرات کا اچھا نمونہ ہیں۔ یہ شایع ہو چکا ہے اس وقت چھوٹے بڑے سینکڑوں رسائل اور تصنیفات لکھ کر ان میں موجود ہیں جن میں متحدہ ہندوستان کے تمام سیاسی مذہبی افراد اور جماعتوں کے خلاف فتنہ پردہ اور اشتعال انگیزی کا بہت زیادہ مواد فراہم کیا گیا ہے اور ملک میں سینکڑوں نیم ملا خطرہ ایمان شوریدہ سرفراز موجود ہیں جو کافر کافر کے ڈھنڈو رہے ہیں فالی اللہ المشتکی نمونہ کے لئے بریلی مذہب کی ایک مستند اور ”کتاب تجانب اہل سنت“ کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جس پر ہرگز سب کے مقدس مجاہد نشین اور شیریں بریلوی سب بارگاہ روضی مولوی حسنت علی کی تصدیق موجود ہے۔ ان حوالوں کے مطالعہ سے ناظرین آسانی سے سمجھ سکیں گے کہ بریلوی مذہب نے ہندوستان و پاکستان کے مشہور نامور مذہبی اور سیاسی مشاہیر پر کیا کچھ مظالم ڈھائے ہیں۔ اس جدید بات آپ کی سمجھ میں آجائے گی کہ دیوبندیوں کا گناہ کیا ہے۔

- ۶- دیوبندی مرتدین کو جو لوگ صاحب ایمان جانتے ہیں ان پر وہی حکم شرعی ہے جو دیوبندی مرتدین پر ہے یعنی وہ بھی مرتد ہیں۔ (تجانب اہل سنت ص ۱۱)
- ۸- مسلم ایجوکیشنل کانفرنس: مدوۃ العلماء خدام کعبہ خلافت کمیٹی۔ جمعیتہ العلماء ہند۔ خدام الحرمین۔ اتحاد ملت۔ مجلس احرار رسالہ۔ مسلم لیگ۔ اتحاد کانفرنس مسلم آزاد کانفرنس۔ نوجوان کانفرنس۔ نمازی فوج۔ جمعیت تبلیغ اسلام انبالہ۔ سیرت کمیٹی۔ ضلع لاہور۔ امارت شریعہ بہار شریف۔ آل پارٹیز کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں انہیں کافروں نیچروں نے بنائی ہیں (تجانب اہل سنت ص ۱۱) تمام سیاسی پارٹیوں پر بے دریغ کفر کا ہتھیار استعمال کرنے کے بعد متحدہ



ہندوستان کے تمام مذہبی مکاتیب فکر پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔  
 ۹۔ وہابیہ۔ دیوبندیہ۔ روافض۔ یحیری۔ خاکساری۔ پیکرالوی۔ احراری۔ جہاد علی  
 آغا خانی۔ وہابیہ غیر متقدمین۔ وہابیہ نجدیہ۔ مسلم لیگی۔ مسلح گلیہ اپنے عقاید  
 کفریہ یقینی کی بنا پر بحکم شریعت قطعاً یقیناً اسلام سے خارج اور کفار  
 مرتدین میں جو مدعی اسلام ان کے قطعی کفر پر اطلاع رکھتے ہوئے ان کو  
 مسلمان کہے یا ان کے کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا کافر مرتد کہنے میں  
 توقف کرے وہ بھی یقیناً کافر مرتد ہے اور بے توہرہ و برا تو مستحق نالابد  
 (تجانب اہل سنت ص ۳۵)

دیکھو انگیرہ کے سایہ میں خان صاحب بہادر اور ان کی بریلوی جماعت  
 نے کتنا ظلم کیا کہ تمام سیاسی پارٹیاں اور مذہبی جماعتیں ان کی نظر میں کافر  
 ہیں۔ رضوان میاں بتائیں کہ اس عالمگیر فتویٰ بازی کے بعد ہندوستان میں  
 مسلمان کون رہ گیا؟ بریلوی حضرات اس اجمال کے بعد تفصیل پر اتر آتے  
 ہیں اور ہندوستان پاکستان کے متنازعہ سیاسی رہنماؤں پر کفر کا فتویٰ  
 دیتے ہیں۔ سب سے پہلے قائد اعظم سر محمد علی جناح بانی پاکستان کی باری  
 آتی ہے۔

۱۰۔ بحکم شریعت مشرعیہ (جناح) اپنے عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً  
 مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ جو شخص اس کو مسلمان جانے یا اسے  
 کافر نہ مانے، یا اس کے مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس  
 کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مرتد (تجانب اہل سنت ص ۳۳)  
 ناظرین! فرمائیں کہ اس فتویٰ کے بعد متحدہ ہندوستان کے کئی کروڑ مسلمان  
 کس طرح مسلمان کہلائے مستحق رہ جاتے ہیں۔

۱۱۔ حسن نظامی دہلوی بھی کافر ہیں (تجانب اہل سنت ص ۱۲۲)

۱۲۔ شہلی نظامی اور الطاف حسین حالی بھی کافر ہیں (تجانب اہل سنت ص ۲۸۵)  
 شاعر اسلام علامہ اقبال بھی کافر ہے اور بریلوی مصنف نے ان کو  
 کافر کہنے پر ص ۳۳۳ ص ۳۳۴ جہت نہ دی اسے چند اہل علم نے ملاحظہ فرمادہ۔  
 ۱۳۔ ڈاکٹر اقبال صاحب نے در بیت و الحاد کا ترجمہ درست بروہی لکھا ہے ص ۳۳  
 ۱۴۔ ڈاکٹر صاحب کی زبان پر شیطان بول رہا ہے ص ۳۴  
 ۱۵۔ مسلمانان اہل سنت جو وہی انصاف کریں کہ ڈاکٹر صاحب کے ہاں  
 کو کچھ دین اسلام سے کیا تعلق ہے؟ ص ۲۳

۱۶۔ اگر ان اعتقادات کے باوجود بھی ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں تو معلوم  
 ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی اور اسلام گھڑ لیا ہے ص ۲۳۵

۱۷۔ حضرت مولانا عبدالمجید دریا بادی مفسر قرآن و مدبر صدق جدید جن کے  
 مضامین اخبار نوائے وقت میں بھی باقیں کے عنوان سے شائع ہوتے  
 رہتے ہیں بریلوی مصنف کی نظر میں مرتد عبدالمجید یا مرتد بی۔ اسے  
 میں اور یہ بہودہ لفظ اس کتاب میں کئی بار استعمال ہو چکا ہے ص ۳۳  
 ۱۸۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کو جابجا مرتد ابو الکلام کہا ہے دیکھو ص ۸  
 واضح رہے کہ تجانب اہل سنت مولوی محمد طیب دانا پوری برکاتی کی تصنیف

ہے جو بریلوی علماء کی صف اول میں شمار ہوتے ہیں سید ابوالبرکات دہلوی  
 کے مختلف رسائل پر اس مولوی محمد طیب کی تصدیق موجود ہے بریلوی جماعت  
 کے بڑے بڑے ہندوستانی پیر شاہ اولاد رسول اور شاہ آل مصطفیٰ مجدد  
 نشین مارہرہ مہرہ ضلع ایڑ کی تصدیق موجود ہے بریلوی جماعت میں اس کتاب  
 کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اس کتاب پر مولوی حسرت علی رضوی کی تصدیق  
 موجود ہے دیکھو ص ۲۴ جو سب بارگاہ رضوی ہیں اور مولوی احمد رضا خاں صاحب  
 کے بعد دوسرا درجہ ان کا ہے اس بنا پر ہم اس کتاب کو حجت علی خاں کی  
 تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اس سے کہ بریلوی حضرات سے زمانہ شیعہ لگوبھا



پر کفر کا فتویٰ اس سے دیا کہ براہین قاطعہ پر ان کی تصدیق موجود ہے۔ وہ  
علمی فتویٰ جو مجلس ازی سے تیار کیا گیا ہے اور جس کے فرضی نوٹوں  
شائع کرتا ہے بریلوی مذہب میں بھی معتبر نہیں ہے کیونکہ مولوی احمد رضا  
خاں صاحب نے احکام شریعت میں فقرہ حنفی کا یہ قلم تسلیم کر لیا ہے  
الْحَقُّ يَنْسِبُهُ الْحَقُّ لَيْسَ اَيْكِ اَدْمِي كَا حَقِّ دَوْرَے حَقِّ سے طاعت  
مفکر قوم علامہ اقبال پر کفر کا فتویٰ سید دیدار علی شاہ صاحب لاہوری  
بانی حزب الاحناف نے بھی دیا تھا۔ رسالہ رضوان ہی بتاتے کہ وہ فتویٰ کب  
دائیں ہوا یا باقی ہے۔ اگر باقی ہے تو بریلوی واعظ اقبال کے کوم سے باریکاٹ  
نہیں کرتے؟ یہ زائد تنگ نظر نے مجھے کانٹا جانا

اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

ناظرین! کافر کافر کا یہ زور شور آپ نے دیکھ لیا۔ لیکن چوں سنت کی امت  
کے بھلان لوگوں کو اس فتویٰ بازی میں نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ  
دیدار خان کا بریلوی آرگن دیوبندیوں کو کافر کہنے سے تائب نظر آئے۔  
”اسی طرح ہم مطلقاً تمام دہائیوں دیوبندیوں کو ہرگز ہرگز کافر نہیں سمجھتے  
بلکہ..... الخ (رسالہ رضوان، ۱۴ ستمبر ۱۹۵۶ء)

وقت کا شدید تقاضا ہے کہ اس جماعت کی بے دریغ فتویٰ بازی پر  
سخت نفروں کی جائے ورنہ ملک کا امن و امان بحال رکھنا ناممکن ہو جائے گا۔  
مسلمان قوم کی اخلاقی گراؤٹ، مذہب سے بیگانگی اور سیاسی ماحول کا  
تفاصلاً یہی ہے کہ مسلمان فرقہ بندی اور اندرونی اختلافات کو بلائے طاق  
رکھتے ہوئے تنظیم، تعمیر اخلاق اور نصرت اسلام کی طرف ہمد تن متوجہ ہوجائیں  
مگر افسوس کہ مسلمانوں میں ایک چھوٹی سی جماعت وہم پرست جاہلوں کی ایسی  
پیدا ہو چکی ہے جو حالات ماحرہ کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ان کا مبلغ علم کچھ  
ایسا محدود اور ذراویہ نظر ایسا تنگ ہے کہ اہل علم کو پریشان اور بدنام کرنے کے

ان کا کوئی مقصد ہی نہیں یہ لوگ اسی فساد فی الارض کو اصلاح سمجھتے  
ہیں۔ اقامت دین کی فکر تو ان کی تاریخ میں ہے ہی نہیں۔ منکرین حدیث  
اب میں دندنا رہتے ہیں۔ باطل کی تمام قوتیں ان کی حمایت و نصرت کو بہترین موقع  
دے رہی ہیں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔  
”کامعاشرہ ہر لحاظ سے قابل اصلاح ہے اپوا کی بیٹیاں پردہ کے خلاف  
نہا رہی ہیں قرآن کو حدیث سے کاٹ کر مفلوج کیا جا رہا ہے غرض  
اسلام پر ہزاروں خطرات ہیں مگر یہ بے سمجھ گیارھویں اور نذیراویہ کے  
ہوادین کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔“

(مؤلف)





## بریلویوں کے عقائد

ان کے عقائد جن کی اشاعت کو خدمت اسلام سمجھتے ہیں یہ ہیں :-  
 ۱۔ مومن اولیاء اللہ کی شان ہے، اولیاء اللہ جس چیز کو مومن کہیں فوراً ہو جاتی ہے۔ اپنے اختیار اور ارادہ سے، اپنی مرضی اور پسند سے تمام جہان میں جس طرح چاہیں تصرف کرتے ہیں۔ جسے چاہیں دیں، نہ دیں۔ یہ عقیدہ بریلویوں کی معتبر کتاب مشرح استمداد مطبوعہ نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب کے ص ۲ پر ان لفظوں میں مذکور ہے :-  
 "اگر کرام فرماتے ہیں ۱۰ اولیاء میں ایک مرتبہ اصحاب تکوین کہئے جو چیز جس وقت چاہتے ہیں فوراً موجود ہو جاتی ہے جسے کون کہاوی ہو گیا۔"

اسی کتاب کے ص ۲ پر یوں لکھتے ہیں :-

آسمان سے زمین تک ابدال کی ملک (ملکیت) ہے۔ اور عارف کی ملک (ملکیت) فرش عرش تک :-

واضح رہے کہ مشرح استمداد مولوی احمد رضا خاں صاحب کے صاحبزادے مصطفیٰ رضا کی تصنیف ہے۔ نیز مولوی احمد رضا خاں صاحب نے الامن والاعلیٰ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں یو۔ پی کے ص ۲ پر یوں لکھا ہے :-  
 حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ہوا پر چلتے اور یوں فرماتے تھے۔ آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرے۔ نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے۔ اور مجھے خبر دیتا

ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے اسی طرح نیا مہینہ، نیا ہفتہ، نیا دن مجھ پر سلام کرتے، اور مجھے خبر ہونے والی بات کی خبر دیتے ہیں۔۔۔ الخ

قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ نے مومن فیکوئن کو اپنی قدرت کا اعلان قرار دیا ہے جو مافوق الاسباب طور پر کائنات کی تخلیق وغیرہ تمام افعال الہیہ کا مظہر ہے۔ بریلوی حضرات غور فرماویں کہ خلق یعنی پیدا کرنا اللہ مومن کا مفہوم ہے اور عرش سے فرش تک ہر چیز کی ملکیت اگر اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے تو پھر خداوند تعالیٰ کے اختیار میں کیا چیز باقی رہ گئی۔ خلق اور ملک اولیاء اللہ کے سپرد ہونے کے بعد خداوند تعالیٰ محض کار فلسفی خدا نہ ہو گا تو کیا ہو گا؟ اور ذرا یہ بھی بتائیں کہ اولیاء اللہ نے کون کون سے چیزیں زمین آسمان بنائے جو مخلوق تیار کی وہ کہاں ہے؟ اور قرآنی ماذا (خالقاً من الارض) حضرت یحییٰ بن القادر جیلانی کو سلام کہے بغیر اگر سورج نہیں نکلتا تو ان کی پیدائش سے پہلے کس کو سلام کر کے نکلتا تھا اور یہ سلسلہ اگر اب تک جاری ہے، اور ان کے ہاتھ میں مومن فیکوئن کی باگ ڈور اب تک موجود ہے، تو ان کے فوت ہونے کے بعد کچھلوں کو غوث، قطب، ابدال کا منصب ملنا بے شود ہو گا اور یہ بھی فرمائیے کہ ایسی عبارتوں کو اگر صحیح ہوں تو زیادہ سے زیادہ بڑی کاشف کہا جاسکتا ہے۔ لیکن ولی کے کشف پر عقیدہ کی بنیاد قائم کرنا اور ان باتوں کو خدائی اختیارات حاصل ہونے پر دلیل اور ثبوت ٹھہرانا اہل سنت کے نزدیک کیسا ہے؟  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام خدائی کے مالک ہیں۔ اللہ نے سب چیز انوں کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں دے دی ہیں جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے آرام تکلیف، رنج راحت پیدا کرنا، ماننا، زرق دنیا، مرض تندستی، دولت غریبی، انحطاط بارش، کفر اسلام، ایجاد و اعدام، ہدایت گمراہی، غرض عرش



سے کر فرشتے تک سب کچھ آپ کے اختیار میں دے دیا گیا ہے۔ گویا  
کہ ابو جہل کا کفر اور حضرت صدیق اکبر کا اسلام، دونوں آپ کے پیدا کردہ  
ہیں، بطور واسطہ فی الثبوت تمام اختیارات خداوندی سے مستصف اور  
مختار بالذات ہیں۔ اللہ کے خزانوں سے جو چیز بھی مخلوق کو پہنچتی ہے سب  
حضور کی عطا ہے یعنی خدا بے کار محض فلسفی خدا ہے۔

شعر۔ اللہ کے پلہ میں وحدت کے سوا کیا ہے؟  
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے،

بریلویوں کا رسالہ رضوان لاہور بڑی جرأت سے لکھتا ہے کہ:-  
”مستصف چراغ سنت نے سخت بے ایمانی اور دغا بازی سے کام  
لیا ہے ہماری عقائد نہیں ہیں، علماء بریلی کی کتابوں سے اگر یہ  
عقائد ثابت ہو جائیں تو ہم ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا اعلان  
کرتے ہیں۔“

جو اباعرض ہے کہ گویا اور یعنی کے بعد کا فقرہ اور کلام ہمیشہ مستصف کا اپنا  
ہوتا ہے۔ شاید آپ لوگ بھی اتنا تو جانتے ہوں گے۔ باقی عبارت کا خلاصہ  
آخری فقرہ میں موجود ہے۔ یعنی:-

”بریلویوں کے عقیدہ میں حضور علیہ السلام بطور واسطہ فی الثبوت تمام اختیار  
خداوندی سے مستصف اور مختار بالذات ہیں۔“

ناظرین! بریلوی حضرات نصف صدی سے پورے جوش و خروش اور  
بڑی دیری سے یہ عقیدہ تحریر تقریر میں ثابت کرتے ہیں لیکن یہ معلوم کن وجوہات  
کی بنا پر پچھو پچھو صدی کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر رسالہ رضوان نے اس  
عقیدہ سے توبہ کا اعلان کیا ہے اس جھوٹی توبہ کی حقیقت ابھی انشاء اللہ  
کھل جاتی ہے۔

واضح رہے کہ مختار بالذات یعنی مختار حقیقی کا لفظ ہم نے مطلقاً تو نہیں

اس کے پیسے بطور واسطہ فی الثبوت کا لفظ موجود ہے۔ اس لئے  
اس میں گئے کہ بریلوی حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات  
مختار بالذات بطور واسطہ فی الثبوت مانتے ہیں۔ یہی دعویٰ ”چراغ سنت“  
کا ہے۔ اس کے دلائل ملاحظہ ہوں:-

۱۔ احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے ”الاسن والعلی“ مطبوعہ بدایوں  
۲۔ بار دوم ص ۵۵ پر ایک قاعدہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

”نسبت واسناد و قسم ہے حقیقی کہ مسند الیہ حقیقتاً اس سے مستصف  
الکبر ہو، اور مجازی کہ کسی علاقہ سے غیر مستصف کی طرف نسبت کر دیں  
پھر حقیقی بھی دو قسم ہے، ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطا وغیرہ اور عطائی  
سے لے لے اے حقیقتاً مستصف کر دیا ہو خواہ وہ دوسرا خود بھی اس وصف  
مستصف ہو جیسے واسطہ فی الثبوت میں یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں  
مثلاً انسان کو عالم کہتے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کی نسبت لفظ علیم  
یہ حقیقت عطا ئیہ ہے یعنی بہ عطا سے الہی وہ حقیقتاً مستصف بہ  
..... الخ

حضور علیہ السلام کو دافع البلاء کہنا بھی بمعنی حقیقی عطائی ہے ص ۱۶  
ناظرین! اس عبارت سے صاف ظاہر ہوا کہ حقیقی ذاتی اور حقیقی عطائی  
حقیقی کی قسمیں ہیں، فرق صرف ذاتی اور عطائی کا ہے حقیقی دونوں میں خدا  
اللہ بھی حقیقی طور پر مصیبتیں اور بلائیں دافع کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ  
اللہ بھی حقیقی طور پر دافع البلاء یعنی بلائیں دور کرنے والے ہیں، ذاتی اور عطائی  
ملاوہ دونوں میں اور کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ خدا فی تعالیٰ  
ہی صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دی جو صفت جس طرح  
اللہ تعالیٰ کو حاصل تھی بالکل ہو بہو آپ کو عطا ہو گئی اور عطا کے بعد توبہ لگ  
نظر پر آپ اس سے مستصف ہو چکے ہیں۔ اس بات کو زیادہ واضح کرنے



کے لئے مولوی صاحب بریلوی نے واسطہ فی الثبوت کا لفظ استعمال کیا ہے۔  
واسطہ فی الثبوت کی واضح مثال آگ اور لہبے ٹکڑی کی ہے۔  
وغیرہ آگ کی وساطت سے حقیقتاً آگ بن جاتے ہیں اور آگ آگ  
کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ہوان یکون کل

اواسطہ و ذی اواسطہ معدوماً حقیقیّاً  
واسطہ فی الثبوت کی مثال سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ بریلوی

خداوند تعالیٰ کے صفات کو حقیقی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے  
موجود سمجھتے ہیں کیونکہ آگ میں لوہا ٹکڑی ڈالنے کے بعد لوہا ٹکڑی بھی حقیقتاً

بن جاتے ہیں، اوساگ کی پوری طاقت، پوری کیفیت، پوری قوت ان  
میں پیدا ہو جاتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ چیزیں ذاتی طور پر آگ

اب حقیقتاً آگ کی پوری قوت ان میں موجود ہے حقیقی عطائی کا یہ مطلب  
ہو چکا تو اب یہ بات صاف ہو گئی کہ بریلوی حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی ذات میں حقیقی ذاتی اور حقیقی عطائی کا فرق کرنے کے بعد پوری خدا کی  
ہیں۔ یہاں کہیں عطا کا لفظ بولتے ہیں ان کی مراد یہی بات ہوتی ہے جس

احمد رضا خاں صاحب نے انصاف حقیقی اور عطائی حقیقی کہا ہے اور  
واضح شرک ہے اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ:

بریلویوں کے عقیدہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بطور واسطہ فی الثبوت  
تمام اختیارات خداوندی سے متصف اور ممتاز بالذات ہیں۔

کیونکہ ذات و حقیقت، ماہیت، صوبیت، چاروں لفظ منطق کی  
میں ایک ہی معنی رکھتے ہیں جب ممتاز حقیقی مان لیا اگرچہ عطائی طور پر

بالذات خود بخود مان لیا۔ یہ عقیدہ جسے ثابت کرنے پر بریلوی علماء نے نصیحت  
کی مدت برباد کی آج رسالہ رضوان کے گھر میں پھینس گیا ہے۔ اور جسے مخلوق

صاحبزادہ دوم مصطفیٰ رضا صاحب فرماتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے نائب مطلق  
میں زمین و آسمان اور دو جہان میں حضور کا تصرف جاری

نعمت حضور ہی کے ہاتھ سے ملتی ہے: (شرح اسماء)

ہر شخص جانتا ہے کہ قدرت والے کا نائب کام کرے  
کا اس کی طاقت اسے دی جائے گی: (شرح اسماء)

اسلام یہ ہے کہ آپ کسی خاص کام یا خاص صفت میں خداوند  
نائب نہیں ہیں بلکہ خداوند تعالیٰ کے تمام کاموں کو آپ نائب کے

اب یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی تقدس  
موجود سمجھتے ہیں کیونکہ آگ میں لوہا ٹکڑی ڈالنے کے بعد لوہا ٹکڑی بھی حقیقتاً

بن جاتے ہیں، اوساگ کی پوری طاقت، پوری کیفیت، پوری قوت ان  
میں پیدا ہو جاتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ چیزیں ذاتی طور پر آگ

اب حقیقتاً آگ کی پوری قوت ان میں موجود ہے حقیقی عطائی کا یہ مطلب  
ہو چکا تو اب یہ بات صاف ہو گئی کہ بریلوی حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی ذات میں حقیقی ذاتی اور حقیقی عطائی کا فرق کرنے کے بعد پوری خدا کی  
ہیں۔ یہاں کہیں عطا کا لفظ بولتے ہیں ان کی مراد یہی بات ہوتی ہے جس

احمد رضا خاں صاحب نے انصاف حقیقی اور عطائی حقیقی کہا ہے اور  
واضح شرک ہے اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ:

بریلویوں کے عقیدہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بطور واسطہ فی الثبوت  
تمام اختیارات خداوندی سے متصف اور ممتاز بالذات ہیں۔

کیونکہ ذات و حقیقت، ماہیت، صوبیت، چاروں لفظ منطق کی  
میں ایک ہی معنی رکھتے ہیں جب ممتاز حقیقی مان لیا اگرچہ عطائی طور پر

بالذات خود بخود مان لیا۔ یہ عقیدہ جسے ثابت کرنے پر بریلوی علماء نے نصیحت  
کی مدت برباد کی آج رسالہ رضوان کے گھر میں پھینس گیا ہے۔ اور جسے مخلوق

صاحبزادہ دوم مصطفیٰ رضا صاحب فرماتے ہیں:



مکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں (حدائق)  
**حوالہ نمبر ۱۷** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مخلوق ہوں تو یہ خدائی  
 میں کیسے ہو سکتی ہے اور اگر واجب الوجود یعنی خالق ہو تو عبد نہ ہوں۔  
 عبد اتقادریلانی قادر بھی ہیں۔

”بندہ قادر کا بھی ہے قادر بھی ہے عبد القادر“  
**حوالہ نمبر ۱۸** (حدائق ص ۳۳) علی حضرت بریلوی

ذی تصرف بھی ہے مازون بھی مختار بھی ہے، کار عالم کا  
**حوالہ نمبر ۱۹** بھی ہے عبد القادر

”غرض کہ ہر عرشی فرشی اس قابہ حکومت کا بندہ ہے“  
**حوالہ نمبر ۲۰** (سلطنت مصطفیٰ ص ۲۲) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی دین کا اصلی اصول ہے اور“  
**حوالہ نمبر ۲۱** (سلطنت مصطفیٰ ص ۲۳)

”سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم بحکم پروردگار کو نین (دوجہ)  
**حوالہ نمبر ۲۲** ملک و مختار ہیں زمین کے ملک، آسمان کے ملک، اپنے  
 عطا سے حجیم (دوزخ) کے ملک، جنت کے ملک، رب کے حکام  
 انعام کے ملک“ (سلطنت ص ۲۴)

”حضور علیہ السلام کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کے لئے چاہیں  
**حوالہ نمبر ۲۳** اس کی زندگی ہی میں توبہ کا دروازہ بند کر دیں کہ وہ توبہ

کرے اور قبول نہ ہو جس کے لئے چاہیں بعد موت بھی دروازہ کھلا  
 دیں اور اس کو زندہ فرما کر مسلمان کر دیں“ (سلطنت مصطفیٰ ص ۲۵)

”حضرت امام حسین میں طاقت تھی کہ کربلا میں حوض کوثر  
**حوالہ نمبر ۲۴** منگالیتے“ (رجاء الحق ص ۲۳) نوری کتب خانہ

**حوالہ نمبر ۲۵** ”خداوند تعالیٰ نے خزانوں کی کنجیاں زمین کی کنجیاں دنیا کو

کنجیاں، نصرت کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، دوزخ کی کنجیاں،  
 برکت کی کنجیاں آپ کو دے دیں“ (الامن والعلی ص ۲۵)  
 ”احکام شریعت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد ہیں“  
**حوالہ نمبر ۲۶** ”جو بات چاہیں واجب کر دیں، چاہیں ناجائز فرمادیں جس چیز  
 یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کر دیں“ (الامن والعلی ص ۲۶)  
 ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کے شارع ہیں“  
**حوالہ نمبر ۲۷** (الامن والعلی عنوان ص ۱۹۹)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام آدمیوں کے مالک  
**حوالہ نمبر ۲۸** ہیں“ (الامن والعلی عنوان ص ۱۲۵)

داخل ہیں، چند مثالوں سے آپ موزنہ سمجھ چکے ہیں کہ بریلوی حضرات کے  
 دیکھ لفظ عطا کا مفہوم کیا ہے۔ تمام صفات الہی علم، حکم، قدرت، شریعت  
 بناؤ اور تمام جہان کے انتظامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور واسطہ  
 فی الثبوت عطا ہو چکے ہیں، اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے عطائی کے لفظ سے  
 ان کی مراد ہمیشہ کے لئے حقیقی عطائی ہوتی ہے ان کے ہاں توحید اور شرک کی  
 حقیقت بالکل نرالی ہے۔

## توحید و شرک کی تعریف

بریلویت کی خشتِ اول کا سمارک نظر پہلی اینٹ یوں رکھتا ہے۔

”احکام الہیہ دو قسم ہیں ہیکو نیہ شل احیاء و امات و قضا  
**حوالہ نمبر ۲۹** حاجت و دفع مصیبت و عطائے دولت و برزق و

نعمت و رفیع و شکست و غیرہ عالم کے بند و بہت۔ دوسرے  
 تشریعیہ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب



امباح کروینا۔ مسلمانوں کے پیچھے دین میں ان دو نو حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف برودج ذاتی احکام تشریفی کی اسناد بھی شرک ..... اور برودج عطائی امور تیکوین کی اسناد بھی شرک نہیں، (الامن والعلیٰ مصنف مولیٰ احمد رضا خاں صاحب) دنیا کی تمام موجودات اور کائنات کو پیدا کرنا محوین کہلاتا ہے۔ مثلاً زندہ کرنا۔ مارنا۔ لوگوں کی حاجتیں پورا کرنا۔ مصیبتیں دور کرنا۔ لوگوں کو دولت دینا۔ بزرق اور ہر قسم کی نعمت، اولاد وغیرہ، نفع شکست وغیرہ دنیا کے تمام معاملات جو اللہ کے حکم سے چل رہے ہیں، غیر خدا کی طرف ان تمام معاملات کو عطائی طور پر منسوب کرنا بریلوی مذہب میں شرک نہیں ہے یعنی جو چیزیں کون سے پیدا ہوئی ہیں ان کو نبیوں، ولیوں کی طرف منسوب کرنا توحید ہے مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطائی یعنی حقیقی عطائی طور پر بطور واسطہ فی الثبوت زمین آسمان کے خالق ہیں سب کے مالک رازق ہیں، ہواؤں کا چلانا، بارشوں کا برسانا، اناج کا اگانا، زندگی موت، اولاد، دولت، نعمت، نفع شکست اور تمام دنیا کے چھوٹے بڑے انتظامات، آپ کرتے ہیں تو بریلوی مذہب میں یہ توحید شرک نہیں ہے، اس واسطے کہ عطائی کا لفظ جہاں آگیا شرک آگیا۔

لفظ عطا کی اوٹ میں یہ طوفان بدتمیزی اور یہ پیہودہ کھیل بریلوی حضرات ایک مدت سے کھیل رہے تھے اور دراصل ہمارے بزرگوں کے ساتھ ان کا جھگڑا شروع شروع سے بس اتنا ہی تھا کہ معجزات کرامات وغیرہ امور میں واسطہ فی الثبوت ہے یا فی العروض دیکھئے چراغ سنت طبع اول صلا اس بحث میں بریلوی پہنچو چونکہ سخت کمزور تھا اس لئے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو اس موچ سے ہٹا کر تکلیف کا محاذ قائم کرنا پڑا۔ یہ مسئلہ نہایت اہم اور ضروری ہے۔ اسی مسئلہ میں بریلوی حضرات کی سخت بے احتیاطی دیکھ کر بعض علماء نے ان پر کفر

ابلی کا فتویٰ ریاست اور انصاف یہ ہے کہ بریلوی علماء نے اگر الفاظ میں بیچ اور لفظی بھول بھلیوں میں کچھ باریک تاویلیں کر کے ایسے الفاظ کی تباہی بھی سمجھی ہے تو ان کی عبارتوں کا صاف صریح مطلب جو عوام کو اس میں سمجھا جاتا ہے وہ یقیناً خالص اور قطعی شرک ہے، اور عوام کو اس راہ پر ڈالنے کے ذمہ دار وہ لوگ ضرور ہیں۔ بریلوی لٹریچر ان طلاقات میں گہرا ہے، اور حق یہ ہے کہ جس شہر میں یہ جنگلی گھاس اُگی ہوئی ہو وہاں کے علماء سے جانتے ہیں کہ جابل عوام بزرگوں کے حق میں رد مزہ ایسے الفاظ بدل کر استعمال کرتے ہیں جن سے عرب کا بہت پرست بھی گریز کرتا۔ ان کے علماء میں ان شرک عبارتوں کو عطائی اور نسبت مجازی کی اوٹ میں چھپاتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کا مجدد اور کام بس اتنا ہی ہے۔ لیکن واسطہ فی الثبوت کا افلا حجاز کی نفی کرتا ہے اور حقیقی عطائی کی اصطلاح مستقل قوت مستقبل تاثیر کو ظاہر کرتی ہے۔ ایسے حالات میں یہ نسبتیں مجازی نہیں رہتیں۔ مجاز مرسل کے واسطے سببیت لزوم وغیرہ ان عبارتوں میں ناپید ہیں اور مجاز عقلی میں تو علماء بھائی نے صمد خدہ من العوحد کی شرط لگادی ہے یعنی مجاز عقلی میں یہ ضروری ہے کہ وہ کلام کسی توحید پرست کا ہو، ورنہ شرک تو اسے حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے۔ اور بریلوی حضرات کا موجد ہو نا زیر بحث ہے مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر مزید تفصیل درکار ہے۔ بندہ عاجز کے خیال میں توحید اور شرک کا امتیازی نشان یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے سوا کسی اور میں مستقل طور پر نفع نقصان کی قوت، یا مستقل علم مستقل قدرت وغیرہ تسلیم کرنا شرک ہے اور استقلال کی نفی توحید ہے۔ اس لئے کہ آج تک کسی شرک قوم نے اپنے جھوٹے خداؤں کے لئے ذاتی علم، یا ذاتی قدرت وغیرہ کا عقیدہ رکھا ہی نہیں۔ تمام مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کو عطائی اختیارات کا مالک سمجھتے تھے قرآن وحدیث میں اس کے ہزاروں دلائل موجود ہیں۔ اس لئے صرف عطائی کا لفظ توحید اور



شرک کا فرق کرنے کے لئے کافی نہیں ہے ورنہ تمام مشرکین موحید بن جائیں گے۔ بعض مشرک تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے فلاں مقرب بندے کو مستقل طاقت نفع نقصان کی اس طرح عطا فرمادی ہے کہ بندہ جب چاہے اپنے دوست دشمن کو نفع پہنچانے میں مختار ہو سکتا ہے ہر معاملہ میں اپنی مرضی سے جو چاہے کرے، اذن الہی اور مشیت الہی کا پابند نہیں ہے۔ ہاں بڑی طاقت خداوند تعالیٰ کی ہے اور خداوند تعالیٰ اسے روکنا چاہیں تو روک بھی سکتے ہیں۔ جیسے کسی صوبہ کا گورنر اپنی حدود میں مختار بھی ہے اور مرکزی حکومت اسے معزول کرنے کی طاقت بھی رکھتی ہے۔ ایسا عقیدہ یقیناً بلاشبہ شرک جلی ہے، مشرکین عرب ستاروں، بتوں، جنوں، فرشتوں کے متعلق یہی عقیدہ رکھتے تھے اور قرآن مجید نے اس کی سخت تردید فرمائی ہے۔ اور بعض مشرک یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے مستقل طاقت تو کسی کو نہیں دی لیکن بعض مقرب بندے عبادت اور نیکی کی وجہ سے اللہ کی جناب میں قرب و قبول کا ایسا درجہ حاصل کر لیتے ہیں کہ اگر وہ اپنے مریدوں اور محبت کرنے والوں کے لئے سفارش کریں تو ضرور منظور ہو جاتی ہے۔ یہ عقیدہ غلط تو ہے لیکن شرک کی حد تک نہیں پہنچتا۔ مگر آگے چل کر یہی عقیدہ شرک کی صورت اختیار کر لیتا ہے کیونکہ وہ لوگ ان بزرگوں کی سفارش حاصل کرنے کے لئے ان کے ساتھ عبادت سے مشابہ اور ملت جلتا معاملہ کرنے لگتے ہیں۔ یہ بے جا تعظیم، الفاظ کی سخاوت، اور ان بزرگوں کی ناجائز خوشامد، براعتقاؤں اور بڑا عمل ہے۔ گو وہ لوگ اپنے عقیدہ میں ان کی عبادت نہیں کرتے، لیکن اس مشابہت کی وجہ سے بعض اوقات ان کو بھی مشرک کہہ دیا جاتا ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں کہ:-

”اگر کسی کی توجہ بزرگوں کی طرف ہو اور یہ سمجھے کہ وہ میرا مطلب پورا کر سکتے ہیں جو چاہیں خداوند تعالیٰ سے منوالیتے ہیں، اور عوام کا اعتماد کرنے کا طریقہ یہی ہے تو یہ خالص شرک ہے اور بت پرستی

کا عقیدہ یہی تھا۔“ دیکھو چارہ سنت طبع اول صنف  
فناطین! شرک اور توحید کی پہچان میں یہ قاعدہ کئی بہت مفید ہو گا۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:-

قرآن مجید پارہ ۱۵، رکوع ۶ میں خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں:-  
قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ نَزَعْتُمْ

ترجمہ:- اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں کو فرما دیجئے کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے ہوا نفع نقصان کے مالک سمجھ بیٹھے ہو ذرا ان کو تکلیف دہر کرنے کے لئے پکارو تو یہی پس وہ لوگ نہ تو تکلیف دہر کرنے کا اختیار رکھتے ہیں نہ بدل ڈالنے کا۔ بیگوں جن کو شرک نفع نقصان کے لئے پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف پہنچنے کا ذریعہ ڈھونڈ رہے ہیں کہ کون زیادہ قرب حاصل کرے اور اس کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اس کے غذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک آپ کے رب کا غذاب ڈرنے کے قابل ہے۔ (سورۃ نبی اسرائیل)

اس آیت شریف کے الفاظ شہادت دے رہے ہیں کہ یہاں بتوں اور بے جان پتھروں کا ذکر نہیں ہے۔ یہاں انبیاء اولیاء یعنی مقبول بندوں کی پکار سے منع کیا جا رہا ہے۔ اور منع اس بنا پر کیا جا رہا ہے کہ وہ لوگ نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ نیک اعمال کے وسیلہ سے قرب الہی ڈھونڈتے ہیں یعنی عبادت گزار بندے ہیں، رحمت کی امید کرتے ہیں یعنی اپنی جان کو نفع پہنچانے کا اختیار بھی نہیں رکھتے۔ غذاب سے ڈرتے ہیں یعنی اپنی جان سے تکلیف دور کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ مفسرین نے سلف کی ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ اس جماعت سے مراد ملائکہ ہیں، یا انبیاء جیسے مسیح علیہ السلام اور عزیز علیہ السلام۔ جب معلوم ہوا کہ ان نفع نقصان بھی ان کے ہاتھ میں نہیں ہے تو دوسرے کا نفع نقصان کجا؟ ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابین سے پوچھا آج کل تو کتنے خداؤں کی عبادت کرتا ہے؟ اس نے کہا سات



خداؤں کی، پھر زمین پر ہیں اور ایک آسمان پر فرمایا تجھ کو محبت اور خوف کس کا ہے؟ اس کا جواب دیا صرف اس کا جو آسمان والا ہے..... الخ  
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرب کا بت پرست ہمارے بریلوی بھائیوں سے زیادہ عارف اور خدا شناس تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی عظیم الشان مقبول و معروف کتاب حجۃ اللہ بالآخر میں تو حید و شرک کے متعلق یوں لکھتے ہیں:-  
”توحید کے چار درجے ہیں۔

۱۔ خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی واجب الوجود نہیں۔

۲۔ زمین آسمان ساری کائنات کا خالق صرف وہی ہے۔ یہ دونوں تو بیہودہ نصاریٰ اور بت پرست بھی مانتے ہیں۔

۳۔ زمین آسمان کے اندر تدبیر اور انتظام صرف اسی کا ہے۔

۴۔ اُس کے بغیر کوئی شخص عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

یہ تیسرا درجہ تھا نمبر آپس میں لازم ملزوم ہیں، اور ان دونوں قسموں میں لوگ مختلف عقائد رکھتے ہیں۔ سنارہ پرستوں کا عقیدہ یہ ہے کہ تارے عبادت کے حق دار ہیں۔ ان کی عبادت دنیا میں فائدہ دیتی ہے اور ستاروں سے حاجت مانگنا برحق ہے۔

کیونکہ انسان کی تندرستی، بیماری، نیک بختی بد بختی اور روزانہ حوادث میں ان کا دخل ہے۔ بت پرستوں کا عقیدہ یہ ہے کہ بڑے بڑے کام تو خداوند تعالیٰ خود کرتے ہیں اور جن کاموں کا خدا تعالیٰ قطعی فیصلہ کر دیں، اور مخلوق کے لیے گنجائش اختیار کی نہ چھوڑیں، ان کاموں میں تو کسی کو دخل دینے کی مجال نہیں ہے لیکن نیک بندوں نے جب خداوند تعالیٰ کی عبادت کی اور قُرب حاصل کر لیا تو اللہ نے ان کو خدا تعالیٰ عطا کر دی ہے اس لیے وہ عبادت کے حق دار ہو چکے ہیں جیسے کوئی شہنشاہ، غلام کو خدمت کے سلسلہ میں شاہانہ خلعت یعنی جوڑا پہنا کر کسی شہر کی حکومت اس کے سپرد کرتا ہے۔ اس شہر والوں پر وہ با اختیار حکمران

ہو جاتا ہے اور اس بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نائب کی بجاوری ضروری ہو جاتی ہے اس اصول کے تحت میں مشرک کہتے ہیں کہ بتوں کی عبادت ضروری ہے تاکہ قرب الہی نصیب ہو مشرکوں کا عقیدہ ہے کہ وہ بزرگ سب کچھ سنتے ہیں دیکھتے ہیں، اپنے بندوں کی سفارش کرتے ہیں ان کے کام بناتے اور مدد کرتے ہیں اپنی توجہ درست کرنے کے لیے انہوں نے رُجول کے نام پر پتھر کے بت بنائے لیکن پچھلے لوگوں نے خاص ان تپچروں کو معبود بنالیا، عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قُرب الہی اور عام مخلوق پر بلندی حاصل ہے اس لیے ان کو بندہ یعنی انسان نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ ان کی بے ادبی ہے اور ان کی شان سے بے خبری اور بے پروائی ہے۔ اس وجہ کی وجہ سے بعض نے ان کو خدا کا بٹا کہنا شروع کر دیا اور بعض نے اس وجہ پر کہ خداوند تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں اتر آیا ہے خود خدا کہنا شروع کر دیا۔ کیونکہ ان کے معجزات عجیب و غریب تھے پھر یہ تینوں فرقے لمبے چوڑے دعوے کرتے اور ترافات کہتے ہیں۔

..... الخ حجۃ اللہ بالآخر ص ۵

”علم تدبیر یعنی دنیا کا انتظام چلانا، عظمت، شرف، قوت ہر ایک کے دو درجے ہیں۔ ایک نہایت بلند درجہ ہے جو اسباب کی ذیل سے بالاتر ہے، یہ خداوند تعالیٰ کے لائق ہے۔ دوسرا درجہ اسباب ذرائع اور وسائل سے تعلق رکھتا ہے یہ انسان کو حاصل ہے۔ لیکن ان دونوں درجوں کو بیان کرنے کے لیے بعض اوقات ایسے الفاظ استعمال ہو جاتے ہیں جو قُرب قریب اور شہر پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ برہنہ نے اپنی قوم کو شرک کی حقیقت اور دونوں



درجوں کا فرق سکھایا اور یہ بتانا کہ بلند اور مقدس درجہ فقط خداوند تعالیٰ کے لئے ہے اور دوسرا درجہ مخلوق کے لئے ہے اگرچہ الفاظ شبہ پیدا کرنے والے اور قریب قریب ہوں انبیاء علیہم السلام جب دنیا سے چلے جاتے ہیں تو ان کے صحابہ اور دین کے حاملین اس دونوں درجوں کے فرق کو قائم رکھتے ہیں، لیکن ان کے بعد نالائق جاہلین آتے ہیں جو نماز کو ضائع کرتے اور خواہشات پرست ہوتے ہیں وہ لوگ گول مول ملتے جلتے انفا کے دوسرے معنی کر لیتے ہیں، جیسا کہ بریلویوں نے، محبوبیت اور شفاعت کا دوسرا مطلب لے لیا یعنی محبوب کا معنی معشوق کر لیا، اور شفاعت کو دنیاوی سفارش جیسا سمجھ لیا۔ اور جیسا کہ ان بریلویوں نے لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور ایام اللہ کی کرامات، اور علمی انکشافات کا یہ مطلب سمجھ لیا کہ اللہ کا علم اور اللہ کی طاقت انبیاء و اویار میں منتقل ہو کر آگئی ہے اب یہ کمالات ان کے ارادہ اور اختیار سے ظاہر ہو رہے ہیں، اس مرض کے بیمار کئی قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ بعض تو وہ ہیں جو خداوند تعالیٰ کے جلال اور بزرگی کو بالکل تجھول گئے ہیں، اب وہ عبادت بھی غیر اللہ کی کرتے ہیں اور اپنی حاجتیں بھی ان سے مانگتے ہیں۔ اگرچہ عقیدہ کے طور پر وہ جانتے ہیں کہ کائنات کو پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔

۲۔ بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ ساری مخلوق کا سردار اور مالک تو اللہ ہی ہے اور انتظام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے لیکن وہ کبھی کبھی بعض بندوں کو شرف اور خدائی کا لباس پہنا دیتا ہے اور بعض خاص اپنے کاموں پر ان کو تصرف بخش دیتا ہے اور ان کی سفارش

مطلوبہ کر لیتا ہے جیسا کہ کوئی بڑا بادشاہ اپنی رعایا پر بڑے بڑے افسر مقرر کرتا ہے تو تمام چھوٹے چھوٹے معاملات ان کے سپرد کر دیتا ہے اور بڑے بڑے اہم کام اپنے قبضہ میں رکھتا ہے اس عقیدہ کے بعد اس مشرک کی زبان ان بزرگوں کو بندہ کہنے سے جھجکتی اور رکتی ہے۔ اس کے دل میں یہ دوسرا آئینہ اتنی بڑی شان اور طاقت والوں کو بندہ کہہ کر سب لوگوں کے ساتھ برابر کیسے کھڑوں اس لئے وہ شخص اللہ کا بندہ اور انسان کہنے کی بجائے اللہ کے بیٹے اور اللہ کے لائے کہتا ہے اور اپنے آپ کو ان بزرگوں کا بندہ کہنے لگتا ہے، جیسے عبدالمسح، عبد الغزی (عبد الرسول) وغیرہ تمام ہیرو و نصاریٰ، مشرکین اور ہمارے زمانہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے منافقین میں سے بعض غالی اسی مرض کے مریض ہیں (حجۃ اللہ بالہ صلاہ بیان حقیقت شرک)

نیز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اقسام شرک کے بیان میں فرماتے ہیں:-

”شرک کی حقیقت یہ ہے کہ انسان بعض بزرگوں سے متعلق یا اعتقاد رکھتا ہے کہ معجزات، کرامات، اور عجائبات ان کے ہاتھ پر اس لئے ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ کسی صفت کمال کے ساتھ متصف ہو چکے ہیں جو انسانوں میں نہیں بلکہ صرف خداوند تعالیٰ ہی پائی جاتی ہے۔ ہاں اگر خداوند تعالیٰ کسی بندہ کو خدائی کا لباس پہنا دے، یا انسان فنا اور بقا کے درجہ میں پہنچ جائے یا اس قسم کے اور غرائفات..... پس ہم چاہتے ہیں کہ تجھے چند ایسی باتیں بتا دیں جن کو شریعت محمدیہ میں شرک کی علامات قرار دیا گیا ہے۔ ۱۔ مشرک لوگ بتوں اور ستاروں کو سجدہ کرتے تھے اس لئے غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہماری شریعت میں حرام ہو گیا



### لَا تَجْعُدُوا لِلشَّمْسِ رَاوِدَةً

۴۔ مشرک لوگ بیماری کی شفا اور دولت وغیرہ حاجات میں غیر اللہ سے مدد مانگتے تھے، ان کے نام کی منت مانتے تھے، اور ان منتوں کی برکت سے اپنی مرادیں پوری ہونے کی توقع رکھتے تھے اور برکت کی خاطر ان کے ناموں کا وظیفہ پڑھتے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے ناز میں اِنَّا لَکُمْ نَجْدٌ وَاِنَّا لَکُمْ نَسْتَعِیْنُ کہنا ضروری کر دیا اور فرمایا فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۔ پکارنے کا مطلب عبادت نہیں بلکہ استعانت ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا اِنَّا لَکُمْ نَجْدٌ وَاِنَّا لَکُمْ نَسْتَعِیْنُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ (الانبیاء)

۵۔ مشرک کا ایک موقع وہ ہے کہ یہود نصاریٰ اپنے علماء اور پیروں کو رب مانتے تھے اس اعتبار سے کہ ان کی حرام حلال کی ہوتی چیز کو حقیقتاً حرام حلال سمجھتے تھے اور یہ درجہ صرف خداوند تعالیٰ کا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حلال حرام کی نسبت کرنا اس اعتبار سے ہے کہ آپ کا فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے، اور مجتہدین کی طرف نسبت کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے قرآن حدیث سے یہ مسئلہ معلوم کیا۔ یہ تینوں نمبر مشرک کے ٹوٹھانچے اور سانچے ہیں۔

حجۃ اللہ ابالغرض

ظاہر ہیں! آپ سمجھ چکے ہیں کہ آج تک دنیا میں جتنا مشرک ہوا ہے۔ عطا کی آڑ میں ہوا ہے۔ بریلوی حضرات بس اتنی بات پر غور فرمائیں کہ مساوی درجہ کا دوسرا خدا جو ذاتی طور پر قدرت، علم وغیرہ صفات رکھتا ہو دنیا میں آج تک کسی بے وقوف نے مانا بھی ہے؟ اور کیا مکہ کے مشرک، بتوں کو یا بزرگوں کی رُوحوں کو یا نبیوں ولیوں کو ذاتی قدرت کے مالک سمجھتے تھے؟ اگر ایسا نہیں

ہے تو آپ کے اور ان کے عقیدہ میں مہولی فرق کیا ہے؟

۱۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ارشادات سے آپ کو مشرکین کے طور اطوار اور رنگ و صفت سب معلوم ہو چکے ہیں۔ ایک بار پھر تحقیق سے پڑھ لیجئے اور پھر ذرا پیچھے ہٹ کر بریلوی معتبر کتابوں کے بیس حوالے بھی پڑھ لیجئے۔ پھر یہ فیصلہ کرنا آپ کے ذمہ ہے کہ بریلوی فرقہ میں تمام گزری ہوئی مشرک قوموں کے عقاید اور خیالات کی کتنی بھر مار ہے۔ اور جب دوسرا علماء کی یہ حالت ہے تو داعظہ طبقہ نے جو اندھیری چار کھی بنے اُس کا کیا ٹھکانا؟ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ظلم کی بنیاد دنیا میں پہلے کم تھی ہر شخص نے اس پر اضافہ کیا تو آج یہ حالت ہو گئی پھر عوام کی سطح ذہن کا تو خدا حافظ جو مٹی بھر تیرک کے لئے رات بھر اُٹھتے رہتے ہیں۔

### تنقیح مسئلہ

سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جسمانی اور روحانی قوتیں تمام انسانوں، جنوں، اور فرشتوں سے اعلیٰ افضل اور اکمل ہوتی ہیں، البتہ امام غزالیؒ اور بعض دوسرے علماء کا یہ خیال ہے کہ ملائکہ مقربین کا علم انبیاء سے بہت زیادہ ہے۔

(دیکھو کیا نئے سعادت بیان توکل سے ذرا پہلے)

۲۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کے کرامات ان کے اختیار میں نہیں ہیں انبیاء علیہم السلام بھی اس دنیا کی زندگی میں اسباب کے ماتحت کام کرتے تھے۔ مافوق الاسباب یعنی اسباب سے بے نیاز ہو کر کام صرف اللہ کی شان ہے کیونکہ وہ کُن کا مالک ہے جب خداوند تعالیٰ چاہیں اسباب کا سلسلہ توڑ کر نبی کے ہاتھ پر معجزہ، اور ولی کے ہاتھ سے کرامت ظاہر فرماتے ہیں۔ شیخ



عبدالحق محدث دہلوی مکمل ایمان میں فرماتے ہیں:-

”معجزہ فعل اللہ ہی کا ہے۔ نہ رسول کا۔ اس واسطے کہ خداوند

تعالیٰ کے بنائے ہوئے دستور کو توڑنا جس سے ممکن نہیں (۲۵)

یہی وجہ ہے کہ کئی دفعہ انبیاء علیہم السلام کی خواہش کے باوجود معجزہ نہیں ظاہر

ہوتا جتنا پھر کافروں نے جب معجزات کا مطالبہ تیز کر دیا اور ان معجزات

کا ظاہر کرنا خداوند تعالیٰ کو منظور نہ ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھبرائے۔

خداوند تعالیٰ نے آپ کو صبر کی تلقین کے طور پر فرمایا **وَإِنْ كَانَتْ كِبَرًا عَلَيْنَا**

**وَعَنْ أَضْمَرِهِمْ تَأْمِنُ الْجَاهِلِينَ** ترجمہ:- اے میرے پیارے رسول اگر

آپ پر کافروں کا اعراض و انکار گراں گزرتا ہے (اس لئے دل چاہتا ہے

کہ جو معجزے وہ مانگتے ہیں مل ہی جائیں) تو اگر آپ کو یہ طاقت ہے کہ

زمین میں کوئی سرنگ لگا کر یا آسمان پر میرھی لگا کر معجزہ لا سکتے ہو تو لاؤ۔

خداوند تعالیٰ چاہے تو سب کو ہدایت دے سکتا ہے۔ آپ جہانوں سے مہربان

یعنی میری حکمت پہنچانے والا قرآن مجید (پڑھا)

قرآن کریم کی آیت صاف تباری ہے کہ معجزہ اور کرامت دکھانے

کی کوئی مستقل قوت انبیاء اولیاء کے پاس نہیں ہے۔

۳۔ مشرکین کا عقیدہ شفاعت معجزہ وغیرہ کے متعلق یہ ہے کہ خداوند

تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو شفاعت اور معجزہ وغیرہ ہر قسم

کے تصرفات کی طاقت اور اجازت دے رکھی ہے۔ جب شفاعت یا

کسی قسم کا تصرف کرنا چاہیں اس وقت خصوصی اذن اور خصوصی اجازت کی ان

کو ضرورت نہیں ہے۔ قرآن مجید نے اس عقیدہ کو بار بار رد کیا۔ ارشاد ہوتا

ہے۔ **قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ نَزَّلْنَا مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا**

ترجمہ:- آپ فرمادو کہ (اے یہودیو! اے عیسائیو! اے بزرگوں کی نسبت

ناکر پوجنے والے عرب کے جاہلو! اے دنیا بھر کے مشرک! پکارو ان لوگوں

ان کو تم نے خدائی کا حصہ دار سمجھ رکھا ہے وہ ذرہ برابر کسی چیز کا

کام اور اختیار نہیں رکھتے، نہ آسمانوں میں، نہ زمین میں، نہ ان کی کوئی

طاقت ہے، نہ ان سے اللہ کا کوئی مددگار ہے۔ اور خدا کے سامنے

الطاعت کسی کے لئے کام نہیں آتی مگر اس کے واسطے جس کے متعلق وہ

اجازت دیوے۔ (پارہ ۲۲ رکن ۹)

بریلوی حضرات عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ یہ آیات بت پرستوں

کے متعلق ہیں۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ قرآن مجید ہیود و نصاریٰ اور تمام مشرکین

کی تردید کے درپے ہے۔ قرآن مجید گرتوں کی خدائی کا منکر ہے تو عیسیٰ علیہ

السلام کو مالک اور مختار ماننے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس آیت نے یہ نکتہ

بیان کیا ہے کہ جہاں ملکیت اور اختیار ہوتا ہے وہاں اجازت مانگنے کی ضرورت

ہیں ہوتی اور جو شخص مالک نہیں ہوتا وہ ہر وقت اجازت کا محتاج ہے۔

۴۔ اسلام کے متفقہ اصول ہیں۔ لیکن بریلوی علم کلام سراسر ان کے خلاف ہے۔

مولوی احمد رضا خاں الامن والاعلیٰ ص ۲۹ طبع نظامی میں فرماتے ہیں:-

”رب عزوجل نے انہیں انبیاء علیہم السلام کو ظاہری جوارح

یعنی اعضاء اور سمیع بصر یعنی کان اور آنکھ کی طرح باطنی صفات

وہ عطا فرمائی ہیں کہ جب چاہیں غرق عادات فرمادیں یعنی معجزہ دکھائیں

منغیبات (یعنی غائب چیزوں) کو معلوم فرمائیں چاہیں نہ فرمائیں“

ناظرین! یہ عبارت پڑھ کر ایک مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے مولوی صاحب

نے غضب کر دیا۔ آج تک علماء اہل سنت، بلکہ مسلمانوں کے کسی مستر فرقہ کے عالم

نے یہ ٹکوان نہیں گھڑا تھا۔ رسالہ رضوان اینڈ کمپنی متوجہ ہوں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی

نے بدعت کی بد معنی کا کتنا سخت ذکر کیا ہے جس کی بدولت سے فضائے عالم

متعفن نظر آتی ہے۔ آج تک علماء اسلام میں اتنی تجرات کسی نے نہ کی بریلوی

جنت کار رضوان جواب دے کہ کیا آپ کے یہی عقائد ہیں یا کچھ اور؟ اور اس



عقیدہ کی کوئی صریح دلیل بھی آپ پیش کر سکتے ہیں؛ اور پھر یہ بھی بتائیں کہ معجزہ دکھانا اگر انبیاء کے اختیار میں ہے تو یہ انبیاء کا فعل تھا اور انبیاء اس کے حقیقی فاعل ہوں گے۔ کیونکہ جو کام ہم اپنے اختیار سے کرتے ہیں ہم ان کے کاسب اور فاعل حقیقی ہیں۔ مگر آپ کی چرائع ہدایت "تو یہ کہتی ہے کہ مسیح ناسیٹ علیہ السلام کے ذریعہ جو مرد سزا دیئے گئے، اور مریض صحت یاب ہوئے وہ حقیقت میں صرف اللہ ہی کا فعل تھا" ص ۱۲ ایسی بے شمار عبارتیں دیکھنے کے بعد بریلوی علماء کے متعلق بندہ کی رائے بدل رہی ہے۔ اس جماعت میں خیالات کی پریشانی اور انتشار بہت ہے۔ رسالہ "رضوان" کہتا ہے کہ ہم اگر کسی فعل کی نسبت انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی طرف کرتے ہیں تو محض مجازی عطائی ہوتی ہے چرائع ہدایت ص ۱۳۔ اور مولوی احمد رضا صاحب حقیقی عطائی کے قائل ہیں جیسا کہ آپ حوالوں میں پڑھ چکے ہیں۔ "رضوان" تو چرائع سنت کی ملامت اور "النیر" کے کتاب سے بہت کچھ میدھا ہو چلا ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں تو ہر دیوبندی کو جو مولانا محمد قاسم وغیرہ کو کافر نہ کہے کافر کہتے ہیں لیکن رسالہ "رضوان" ان عقائد سے بیزار ہے۔ یہ بے چارہ لکھتا ہے:-

"اسی طرح ہم مطلقاً تمام دیوبندیوں کو ہرگز ہرگز کافر نہیں کہتے، البتہ ان میں سے ان کو ڈنگے کی چوٹ کافر و مرتد دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اور ان کے عقائد حد کفر تک پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے اپنے عقائد کفریہ سے توبہ بھی نہیں کی ہے کیونکہ حضور کی توبہ کرنے والے کو کافر سمجھنا ضروریات دین سے ہے۔" رسالہ "رضوان" حزب الاختلاف لاہور جلد ۲ شمارہ ۳۳، ۳۴ ص ۴۴

معلوم ہوا کہ رسالہ "رضوان" کی نظر میں حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو کافر نہ کہنے والے تمام دیوبندی اور دیوبانی مسلمان ہیں۔ گویا کہ "رضوان" کی

نظر میں حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کرنے والا خود تو کافر ہے اور دوسرے لوگوں کو چاہیے کہ اسے مسلمان سمجھیں، کافر نہ سمجھیں کیونکہ اگر گستاخ کافر کہنا ضروریات دین میں سے ہوتا تو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہوتا اور وہ "رضوان" کی نظر میں یہ کام مسلمان بہت "رضوان" کی عقل پر حیرت آتی ہے کہ ایک طرف تو دین کرنے والوں کو کافر کہنا ضروریات دین میں شمار کرتا ہے۔ دوسری طرف ضروریات دین کے منکر کو مسلمان کہتا ہے۔ ہم سے پوچھو تو واقعی گستاخ کافر ہی کافر ہے اور اس کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہے رسالہ "رضوان" کو حالات ایسی نظر آ رہے ہیں جتنی کہ ایسا مبہوت کر دیا کہ بالکل احمد رضا بن گیا اور وہ بات تو بڑی مشہور ہے کہ مولوی احمد رضا صاحب نے اپنی کتاب کو کبر شہابیہ میں مولانا اسماعیل شہید کو مترجم و ترجمہ سے کافر قرار دیا ہے اور اس بات پر بہت درد کیا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کی شان میں معاذ اللہ بہت گستاخیاں لیں لیکن غریب لکھتے ہیں:-

"یہ سب کے سب مرتد کافر باجماع ائمہ ان سب پر یعنی مولانا شہید کے پیرو اپنے تمام کفریات ملتونہ سے بالتقریح توبہ اور رجوع اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھنا فرض واجب ہے؛"

اسا زور لگانے کے بعد مولوی احمد رضا صاحب کے حواس بیکار ہو جاتے ہیں اور آفریں دو سطر میں لکھ کر ساری محنت کو ضائع کر دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں کافر کہنے سے زبان روکنا مناسب مختار پسندیدہ اور بہتر ہے (یعنی) دیکھو کہ کبر شہابیہ ذریعہ جتنی باتیں

مطلب یہ نکلا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں معاذ اللہ متر بار گستاخی کرے اس کو کافر نہ کہنا بریلوی عقیدہ میں بہت بہتر ہے دیکھا تو اسلام بریلوی جماعت کے متعلق سنجیدگی سے سوچنا چاہئے کہ کیا یہ بانی مذہب کی واضح عبارتیں ہمارے سامنے ہیں ۱۰۔ تمام دنیا کے سب معاملات



موت زندگی اور ہر قسم کے واقعات حجابات ضروریات الغرض کُن سے پیدا ہوئے والی تمام چیزوں عطائی یعنی حقیقی عطائی طور پر غیر خدا کا فعل قرار دینا کی توحید ہے جیسا کہ حوالہ نمبر ۱ سے ظاہر ہے۔ بجائے لیکن نمرود و شریف نے بھی تو اتنا ہی کہا تھا اَنَا اَحْيٰی وَاَمِیْتُت میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اس لیے نمرود صاحب تو بڑے عالی درجہ عارف معلوم ہوتے ہوئے بھی کس کر ان کی قبر پر جھنڈا لگا کر عرس شریف کیا جاتا۔ یاد رہے کہ غیر خدا میں ساری مخلوق آجاتی ہے۔

۲۔ حوالہ نمبر ۲ سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند تعالیٰ کے نائب مطلق قرار دیتے ہیں۔ نائب مطلق کا مطلب جیسا کہ بیان ہو چکا ہے یہ ہے کہ آپ کی ذات میں خداوند تعالیٰ کی تمام قوتیں اور صفات موجود ہیں خداوند تعالیٰ کے سب کام نائب کے طور پر آپ کرتے ہیں۔ رسالہ رضوان اس حقیقہ کی مشکلات کو محسوس کرتا ہوا اہل حدیث کے پیشوا امام ابن تیمیہ کی گود میں گھسا جاتا ہے۔ لکھتا ہے:-

”مختار کل کے متعلق ہمارا عقیدہ وہی ہے جو امام ابن تیمیہ کا ہے یعنی اللہ نے حضور کو اپنا قائم مقام بنایا ہے، امر وہی اخبار بیان میں، مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ کے حکم اور منع کی ہوتی چیزیں، اللہ کی تباہی ہوتی خبریں اور قرآن کے بیان میں آپ خداوند تعالیٰ کے نائب ہیں۔“ چراغ ہدایت ص ۱۰۰ (بالمنیٰ)

یہ حوالہ دیکھ کر ہماری حیرانی کی انتہا ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ اپنی تحریر و تقریر مختار کل کا کیا معنی بیان کرتے ہیں اور آج معمولی گرفت پر کہ صر جھانگے جائے ہیں؟ خدا کے بندہ اگر مختار کل کا عقیدہ آپ کا اتنا ہی ہے جتنا شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا، تو پھر جھگڑا کس بات کا؟ اور ایک ہو جائیں اور قوم کی تعظیم سے خارج رہے کہ شیخ الاسلام کا لفظ فتاویٰ شامی نے استعمال کیا ہے۔ ریاقت

کریں لیکن اگر باقی کے پاس دو قسم کے دانت ہوں تو پھر مصیبت سخت ہے۔ کیونکہ آپ لوگ عوامی سطح پر مختار کل کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام تختیں اور کمین کے مالک ہیں جنت و دوزخ کے مالک ہیں، ہر چیز پر مختار ہیں۔ ۳۔ مالک قادر وغیرہ الفاظ مستقل قوتیں اور طاقتیں عطا ہو چکی ہیں، یہی وجہ ہے کہ حجرہ ظاہر کرنا بھی انبیاء کے اختیار میں سمجھتے ہیں مالک وہی ہوتا ہے جس کو اذن کی ضرورت نہ ہو، جو چاہے اپنی مرضی سے کرے ملکیت اگرچہ عطائی ہو اذن اور اجازت کو ختم کرتی ہے۔

۴۔ حوالہ ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ سے ظاہر ہے کہ بریلوی حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے شارح سمجھتے ہیں، حالانکہ شارح قطعی طور پر خداوند تعالیٰ ہے۔ ”رضوان“ تو اس معاملہ میں کافی محتاط نظر آتا ہے لیکن بانی مذہب کے صریح الفاظ موجود ہیں اس لئے ہم کو بریلویت کا مرکزی نقطہ نظر معلوم کرنے کے لئے بریلی شریف جانا پڑتا ہے۔

۵۔ بعض جگہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اذن الہی کی قید بھی لگائی ہے، مگر واسطہ فی الثبوت اور حقیقی عطائی انصاف حقیقی کے الفاظ لکھنے کے بعد انہوں نے بڑی وضاحت سے لکھ دئے ہیں اذن کا لفظ فضول اور بے معنی ہو جاتا ہے حقیقی عطا کے معنی ہی ہیں کہ ایک دفعہ ہی قوت دے کر اذن دے دیا کہ جو چاہیں کریں۔ یہ اذن تو تمام مشرکین اور یہود نصاریٰ بھی مانتے ہیں۔ اس کا توحید سے کیا تعلق؟ بہر حال یہ مسئلہ غور طلب ہے، حضرات علماء دیوبند اس حقیقت کے انکشاف کے بعد بریلوی جماعت کے معاملہ میں مزید غور فرمایا۔

اب سوال یہ ہے کہ بریلوی حضرات اس تشبیہ تعطیل، شرک اور تحریف کے خطرناک جنگل میں کیوں جھٹک رہے ہیں؟ جہاں تک بندہ مؤلف کی تحقیق کا تعلق ہے بریلوی علم کلام تمام کا تمام استقرار ناقص کی پیداوار ہے کسی ایک

۱۶۱ ابن تیمیہ کے متعلق فیج عبدالحق محف دہلوی جملہ اشعار اللغات میں لکھا ہے ”اواز کبار عثمان است“ یعنی وہ بہت بڑے محدث ہیں۔ (ریزدانی)



جزئی واقعہ کی بنا پر یہ لوگ ایک قاعدہ کلیہ بنانے میں قیاس مع الفارق بھی ان کا ایک ہتھیار ہے۔ صوفیائے کرام کے کثوف اور شطیحات یعنی حالت مسکر کا کلام بھی ان کے ہاں سند ہے۔ ضعیف روایات ان کی داں روٹی ہے۔ کسی صاف اور سیدھی بات کو اپنے موقع اور سیاق سے اٹھا کر بہت زیادہ پھیلا لیتے ہیں، بہت زیادہ کھینچتے ہیں کہ تحریف اور بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کھانا کھلایا تو بریلوی علم کلام اس سے یہ مطلب نکالتا ہے کہ آپ ساری کائنات کے رازق ہیں، اول سے آخر تک ساری مخلوق کو روزی آپ دیتے ہیں، اگر پانی پلایا تھا تو اس کا مطلب اٹھکے گا کہ دنیا کے تمام پانی آپ کی ملکیت ہیں، تمام مخلوق کو آپ پانی پلاتے ہیں، سمندروں کے، مک آپ ہیں، بادل برسانا آپ کا کام ہے سمندروں کی تمام پیداوار آپ کی ملک ہے۔ بندہ مؤلف نے ہر چند غور کیا ان کے دلائل میں تقریب تو کچھ محض ایک شاعرانہ تخیل ہوتا ہے جو گل و بلبل اور شمع پروانہ کے انشاء کی طرح عوامی جذبات کی تسکین کا باعث ہو سکتا ہے۔ جبریل علیہ السلام کی چھونک سے حضرت مریم کا بیٹا پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ پیر پریش کو مٹا دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ اس بات کا اس سے کیا تعلق حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی تھے اس واسطے گیارہویں شریف قرآن سے ثابت ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب نے اس علم کو اور بڑھا دیا ہے وہ فرمایا کرتے ہیں وَالْفَجْرِ ذَلَّالٍ عَشْرِ دَافِعٍ وَالْوُتُو دس راتوں کے بعد دواور ہوئیں تو بارہویں شریف ثابت ہو گئی اور دس پر ایک گیارہویں شریف ثابت ہو گئی۔ لیکن یہ معلوم مولوی صاحب کو تیرہویں شریف سے کیا عداوت ہے ورنہ وَاللَّيْلِ إِذَا يَنسَجُ کی رات ملا تیرہویں شریف بھی بن سکتی ہے اور دَافِعٍ کو طائیں تو چودھویں شریف بھی تیار ہے۔ جو تھے درجہ کے محمد تین جن کا ذکر چراغ سنت طبع اول مشہور پر آچکا ہے اس مذہب کا سہارا ہیں متاخرین نقہا حنفیہ ملہ المتوفی ۱۹۷۱ء دسمبر (پیر دہائی)

بعض نے ان کو سہارا دیا ہے لیکن یہ وہی دور ہے جب عالم اسلام میں پھوٹ رہی تھی۔

ان وحدیث کے الفاظ اور مضامین کو کھینچنے کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ ایک کتابوں میں حضرت عقبہ بن عامر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواب کی حالت میں زمین کے خزانوں کی چابیاں لا کر میرے ہاتھ میں لیئیں۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ مجھ کو زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں، اور مجھے اے صحابہ! تمہارے تعلق شریک کا ڈر تو نہیں ہے، البتہ اس کا ڈر ہے تم ان خزانوں میں ایک دوسرے کی ریس کرو گے۔

(باب علامات النبوت بخاری شریف)

اس کا صاف اور سیدھا مطلب خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے زما میں بیان کر دیا۔ قد ذهب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انتم تَسْتَلُونَهَا۔ حضرت ابو ہریرہ صحابہ کو فرماتے ہیں منظور علیہ السلام تو دنیا سے تشریف لے گئے اور تم لوگ اب ان خزانوں کو نکال رہے ہو یعنی فتوحات کا مال غنیمت جو آپ کی امت کو ملنے والا تھا اس کی کچھ بھی آپ کو سنائی گئی، اور یہ بھی آپ نے تباہ کیا کہ خزانوں سے مراد ہی مال ہے۔ یہ مسلمانوں کے ہاتھ میں آئے گا تو زمین، آرائش یا مال جمع کرنے کا مرض مل جائے گا۔

حدیث کے الفاظ خود حدیث کی تشریح کر رہے ہیں کہ خزانوں سے مراد دنیا کا مال ہے جو آپ کے بعد آپ کی امت کو ملنے والا ہے۔ علامہ سندھی حاشیہ بخاری پر فرماتے ہیں: خواب میں خزانوں کی چابیاں ملنے کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کو مال عزت، حکومت، علم اور حکمت ملنے والی ہے۔ (صفحہ مصری)

صحیح مسلم کی شرح میں امام نووی نے فرمایا ہے:-

قَالَ الْعُلَمَاءُ هَذَا كَمَحْمُولٍ عَلَى سُلْطَانِهَا وَمَلِكِهَا وَفَتْحِ



بَلَاذِهَا وَ أَخَذَ خَزَائِنَ أَمْوَالِهَا

ترجمہ: علماء نے کہا ہے کہ خزانوں کا مطلب زمین کی حکومت، بادشاہی، اور شہروں کا فتح ہونا اور ان مفتوحہ شہروں کے خزانے حاصل ہونا ہے (نوری ص ۲۴۵)

نیز فرماتے ہیں:-

”اس حدیث میں یہ خبر دی گئی ہے کہ آپ کی اُمت زمین کے خزانوں کی مالک ہو جائے گی۔ الحمد للہ کہ ایسا ہی ہوا (نوری ص ۲۴۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:-

”اس حدیث میں اشارہ ہے کہ آپ کا دین اور ملت ساری زمین پر پھیلے گی۔“ (اشعۃ اللمعات کتاب الرد یا ص ۶۹) نیز فرماتے ہیں:-

”مراد فتوحات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت پر کھولیں مشرق مغرب کے خزانوں سے“ (ص ۶۹)

لیکن بریلوی حضرات اس حدیث کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ تمام زمین کی دولت جو آدم علیہ السلام کے زمانہ سے تاقیامت تقسیم ہو رہی ہے آپ ہی سب کو بانٹ رہے ہیں کیونکہ خزانہ سے مراد ہر قسم کے خزانے ہیں پھر وہ عظامہ رنگ میں اس مضمون کو جدھر جایاں لے جاتے ہیں۔

اسی طرح قاسم کا لفظ ہے۔ قاسم بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معنی نام ہے۔ اس کے معنی ہیں تقسیم کرنے والا جس قدر فیوض و برکات آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم فرمائے ہیں ان کا خلاصہ و چیزیں ہیں علم اور مال۔ اس لیے یہ لفظ حدیث کے باب العلم میں یا باب الصدقہ میں آتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب العلم میں حضرت مسعودؓ کی حدیث ہے:-

”جس شخص کے ساتھ خداوند تعالیٰ کو بہتری منظور ہو اسے دین

کی کچھ دے دیتا ہے اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں دینے والا اللہ ہے۔ (اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يَعْطِي)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ترجمہ اس طرح کیا ہے:-  
”میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، دین کی سمجھ جتنی اور جس کو چاہے خداوند تعالیٰ دینے والا ہے۔“

حضرت علامہ علی قاریؒ نے مرقاۃ میں یوں فرمایا ہے:-  
”یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کی سمجھ درجہ بدرجہ کم و بیش تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی تبلیغ میں سب کو مساوی رکھتے تھے، اور بعض نے یہ کہا ہے کہ تقسیم سے مراد مال کی تقسیم ہے یعنی میں مال تقسیم کرتا ہوں لیکن دینے والا اللہ ہے۔ اس لئے اگر کسی کو کم ملے تو ناراضگی نہ کرنا کیونکہ اللہ کے حکم سے دیتا ہوں اور ظاہر یہی ہے کہ علم کی تقسیم کا ذکر ہے۔ دونوں باتیں جمع بھی ہو سکتی ہیں۔ (مرقاۃ ص ۲۳)

مرقاۃ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ تقسیم کا مطلب یا دین کی تبلیغ ہے یا صدقات اور مال غنیمت کی تقسیم۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح مسلم میں قاسم کا لفظ سوال سے منع کرنے کے باب میں آیا ہے، اور امام نووی نے اس کی شرح میں فرمایا:-  
”دینے والا تو حقیقت میں اللہ ہے۔ میں دینے والا نہیں ہوں میں تو خزانچی ہوں اس مال کا جو میرے پاس ہے۔ پھر میں تقسیم کرتا ہوں جس طرح مجھے حکم ملا ہے۔ پس سب کام اللہ کے شیت اور تقدیر سے ہیں۔“ (نوری ص ۳۳)

اس مضمون کو بخاری شریف کی حدیث زیادہ صاف کر رہی ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَا رِعْطِيْكُمْ وَّلَا اَمْنَعُكُمْ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اَمْعُ حَيْثُ اَمْرٌ  
ترجمہ: میں نہ دے دینے والا ہوں نہ ہی روکنے والا ہوں میں تو صرف تقسیم کرنے



والا ہوں، جہاں حکم ہوتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں۔ (بخاری شریف باب الغنائم ص ۱۱)  
 اس حدیث میں بریلوی کا عطائی اصول جڑ سے اکھاڑ دیا گیا۔ مال کا تقسیم کرنا  
 ایسا کام ہے جو حقیقتاً آپ کے سپرد تھا۔ بے شک آپ اپنے ہاتھ مبارک  
 سے دیتے اور آپ اس کام کے حقیقی فاعل تھے۔ لیکن اسلام کی توحید  
 اتنی نازک ہے کہ حقیقت کو بھی مجاز بنایا جا رہا ہے۔ فرماتے ہیں دینے  
 والا میں نہیں ہوں اللہ تعالیٰ ہے، میں صرف تقسیم کرنے والا اور بانٹنے والا  
 ہوں جتنا جتنا اللہ کا حکم ہوتا ہے اسنادتاً ہوں اپنی مرضی کا مالک مال  
 بانٹنے میں بھی نہیں ہوں۔ اس قدر سمجھایا کہ عطائی بشرک کی جڑ کاٹ دی،  
 لیکن افسوس کہ جاہل بریلوی اسی قاسم کے لفظ کا یہ معنی لیتے ہیں کہ حضور تقسیم  
 کرنے والے ہیں تقسیم کرنے والے کو اختیار ہوتا ہے مٹھوڑا دے یا بہت۔  
 اس لیے ہم تقسیم کرنے والے سے مانگنا چاہتے۔ دینے والے نے تو بانٹنے والے  
 کے سپرد کر دیا۔ اب بانٹنے والے کی مرضی پر ہے۔

بریلوی حضرات نے صرف اس حدیث کو کتنا کھینچا ہے دیکھو۔

۱۔ حدیث میں صرف مال یا علم کا ذکر ہے، یہ لوگ تمام دنیا کی نعمتیں مراد  
 لیتے ہیں۔

۲۔ مال یا علم کی تقسیم بھی اس وقت تھی جب آپ دنیا میں تشریف رکھتے  
 تھے، کیا اب بھی حضور کو مال غنیمت تقسیم کرتے ہیں، لیکن بریلوی حضرات ایک  
 وقتی بات کو دائم بنا رہے ہیں سب کام جو آپ دنیا کی زندگی میں کرتے  
 تھے اگر اب بھی جاری ہیں تو جہاد وغیرہ کہاں ہے؟ یوں کہنا چاہیے کہ آپ کے  
 فیوض و برکات جاری ہیں آپ کے آداب باقی ہیں، آپ کا دین اور سنت  
 آپ کے قائم مقام ہے۔

۳۔ آپ نے تو فرمایا بانٹنے میں میرا کوئی اختیار نہیں، میں مختار نہیں بلکہ  
 حکم کا پابند ہوں، جہاں حکم ہوتا ہے وہاں دیتا ہوں اور یہ لوگ کلی اختیار کا عقیدہ

۱۔ ہم کے ساتھ خازن کا لفظ بھی آیا ہے۔ یہ لوگ خازن کا مطلب سمجھتے  
 اللہ کے خزانوں کا مالک لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لفظ خازن کی  
 وساحت فرمادی ہے مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ میں خازن مسلم امین  
 کی صفت بیان فرمائی ہے کہ جہاں اسے حکم دیا جائے وہیں خرچ کرے۔ اس  
 میں اختیار اور عطائی نفی ہوتی ہے کیونکہ خزانچی کو ایک پیسہ خرچ کرنے کا بھی  
 اختیار نہیں ہوتا۔

## مجاز کی بحث

خداوند تعالیٰ کی توحید بیان کرتے وقت یہ بات تو کہی جاتی ہے کہ اس  
 کی صفات بھی نرالی اور بے مثال ہیں، اس کی ذات جیسی ذات، صفات جیسی  
 صفات، افعال جیسے افعال کسی کے نہیں ہیں۔ اور مسود اتفاق سے جاہل قوموں  
 نے چونکہ خدائی صفات انبیاء اور پیار کے لئے ثابت کی ہیں اس لئے مجبوراً یہ  
 مانا ہی پڑتا ہے کہ خدا کے پیار سے خدائی صفات سے خالی ہیں لیکن یہ مقام  
 نازک ضرور ہے بعض توحید کے مدعی یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جب تک رسولوں  
 کی بلند شان میں گستاخانہ اور بے باک کلمات نہ کہے جائیں خداوند تعالیٰ کی توحید  
 بیان ہی نہیں ہو سکتی یہ بھی سراسر غلطی ہے۔ اور محبت رسول کے دعویدار یہ سمجھتے  
 ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی توحید بیان کرنا، اس کی صفات کو غیروں سے نفی کرنا رسولوں  
 کی جناب میں گستاخی ہے، یہ بھی سراسر جہالت ہے، افراط و تفریط کے علمبردار  
 اس کشمکش میں ایک پہلو کو زیادہ روشن کرتے تو دوسرے پہلو کو دبا دیتے ہیں  
 اس لئے ادب اور بے ادبی کا کچھ معیار بھی ہونا چاہیے۔

۱۔ سب سے پہلا معیار نیت اور ارادہ ہے اور نیت کا اس معاملہ میں اتنا



دخل ہے کہ بے ادبی کے الفاظ نیت نیک ہو تو بے ادبی میں نہیں شمار ہوتا۔ مثلاً دنا جتنا کا لفظ یہود کے حق میں بے ادبی تھا کہ کیونکہ ان کی نیت خراب تھی۔ مسلمان بھی یہی لفظ کہتے تھے ان کو کچھ گناہ نہ تھا، اور خداوند تعالیٰ نے یا آیتھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا اس لئے فرمایا کہ مسلمان کہنا چھوڑ دیں تو یہو بھی رکھ جائیں۔ جہاں توحید کا بیان چل رہا ہو وہاں خدائی صفات بیان کرتے وقت یہ کہ پڑتا ہے کہ گناہ بخشنا، دعا قبول کرنا، پیدا کرنا، موت، زندگی، رزق، روزی، مصیبتوں کا دور کرنا، مشکلات کو آسان کرنا، اور دنیا کے تمام معاملات اللہ کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں ہیں۔ نہ ذاتی نہ عطائی طور پر۔ کیونکہ ذاتی کا تو کچھ جھگڑا ہی نہیں، البتہ یہود و نصاریٰ اور دنیا بھر کے مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کے متعلق مطالبہ کے قائل ہیں۔ اور مسلمانوں کے دین میں ایسی عطا کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ انبیاء کے لئے نہ اولیاء کے لئے۔ واضح رہے کہ عطائی کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ قدرت کے پیدا کئے ہوئے اسباب اور ذرائع سے مستغنی اور بے نیاز ہو کر مافوق الاسباب طور پر کوئی کام کرنا جیسا کہ خداوند تعالیٰ کائنات کے حکم سے کرتے ہیں کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ ورنہ عطا کا وجود تو مسلم ہے۔ اسباب کے دائرہ میں اختیار اور عطا تو تمام انسانوں کو حاصل ہے انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے متعلق جو لوگ عطائی قوتیں مانتے ہیں ان کا عقیدہ یہی ہوتا ہے۔ اسباب کے دائرہ میں دنیا والے جو خدا کی ذی ہوتی قوتوں کو استعمال کر کے کام کرتے ہیں یہ ہماری بحث سے خارج ہے۔ اس تمہید کے بعد یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اہل سنت والجماعت جب انبیاء اور اولیاء سے خدائی صفات کی ذاتی و عطائی دونوں قسموں کا انکار کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ سمجھنا چاہئے کہ اہل سنت والجماعت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو معاذ اللہ بالکل عام لوگوں کے برابر سمجھتے ہیں افسانہ میں کسی قسم کی بزرگی کے قائل نہیں ہیں حاشا و کلا برگز ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین میں ایسے عجیب و غریب اور عالی شان کمالات ہوتے ہیں جو اگر کائنات

علیہم السلام کے کمالات اگر بیان کئے جائیں تو ظاہر بین عقلمیں حیران رہ جائیں گی۔ وہ کمالات اس قسم

## کمالات انبیاء

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علوم، ان کی عقل، ان کا دیکھنا، سم سے بہت بہت بلند ہے جو کچھ وہ جانتے، دیکھتے سنتے ہیں، اگر ایک عامی آدمی کو یہ کیفیت نصیب ہو تو اس کی فیناء آلام بھوکا، انعام جسمانی نظام محفل ہو جائے۔ ان کا کمال یہ ہے کہ اس قدر بلند حقائق کا مشاہدہ کرنے کے باوجود جسمانی نظام کو قائم رکھنے کی ایسی بہترین مثال پیش کرتے ہیں جو تاقیامت ظاہری باطنی ترقی کی غماں ہے۔ بھائی مسلمانو! ان کے کمالات میں صبر، دین پر مضبوطی اور محبت سے چلنا۔ نیت کا اخلاص۔ ہر بات میں خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ ارادہ کی پختگی اور العزمی۔ وقار، متانت، سخاوت، عین کمال، شرح صدر، امانت، پر سچ بولنا۔ مخلوق پر رحمت اور مہربانی فرمانا پاک واپسی قبول حق، غیبی امداد، ساری دنیا کی محبت سے دل کا انقطاع، ہمیشہ اللہ کی حمد ثنا اور ذکر و فکر و شکر میں مشغول رہنا، مال کے بجائے علم عمل کا ورثہ چھوڑنا۔ بے فائدہ باتوں کا ترک۔ دنیا کی لذات میں کمی کرنا۔ دنیا کی آرائش اور زیب و زینت سے اعراض اور نفرت دین کی نشر و اشاعت اور اقامت دین جہاد فی سبیل اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ ظاہر باطن کی یک رنگی، توکل، تسلیم، رضایہ طبع ہونا وغیرہ وغیرہ۔ بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ۔ ان تمام کمالات میں انبیاء علیہم السلام اپنی مثال ہوتے ہیں۔ اولیاء امت کو یہ کمالات ان کے فیض و برکت سے درجہ بدرجہ نصیب ہوئے لیکن افسوس کہ بریلوی حضرات ان باکمال



ہستیوں میں خدائی اختیارات کی کمی محسوس کرتے ہوئے اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ سچی حقیقتوں کو بے حقیقت بنا پھوڑتے ہیں اور جب ہم منہ کرتے ہیں کہ کو خدائی مقام دینا اس کی توہین اور بے ادبی ہے تو چلا اٹھتے ہیں کہ دیکھو بزرگ کی بے ادبی ہو گئی۔

اس تفصیل کے بعد عجاز کی بحث پر آئیے۔ ہر شخص کو خداوند تعالیٰ نے اپنے درجہ میں کچھ اختیارات عطا فرماتے ہیں مثلاً آنکھوں سے دیکھنا، کانوں سے سنا، دماغ سے سوچنا۔ پاؤں سے چلنا، ہاتھ سے پکڑنا وغیرہ۔ ان اعضاء کے ساتھ ہم جو کام کرتے ہیں وہ حقیقتاً ہمارا فعل ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں جو کام اس قسم کے کرتے تھے مثلاً کسی کو مال دیا۔ کسی کو نصیحت فرمایا۔ دین سکھایا وغیرہ وغیرہ وہ آپ کے حقیقی افعال تھے یہ قوتیں ہر شخص کو عطا کی گئی ہیں۔ ان قوتوں کی مدد سے ہم سب انسان جو کام بھی کرتے ہیں وہ ہمارے افعال کا درجہ ہے۔ لیکن اذن الہی یہاں بھی شرط ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ نہ چاہے تو اسے ذرائع اور وسائل بے کار ثابت ہیں۔ بندہ کے اختیار کا درجہ یہی ہے یہ بندگی کا درجہ اور دستوری معمول ہے۔ اس درجہ میں نہ بندہ پر خدائی کاشیہ پڑتا ہے نہ شک و شبہ پیدا ہو سکتا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پر معجزات اور اویاد اللہ کے ہاتھ پر کرامات ظاہر ہوتے ہیں یہ چیزیں ان کی صداقت اور اسلام کی صداقت کے دلائل اور ثبوت ہیں اس لیے ان کو آیات کہا جاتا ہے ان کو ظاہر کرنا یا نہ کرنا فقط ارادۃ الہیہ پر موقوف ہے۔ انسانی کوشش اور قوت کا اس میں دورہ برابر دخل نہیں ہے چنانچہ رسالہ رضوان بھی لکھا ہے۔

”یعنی علیہ السلام کے ذریعے جو مروت زندہ ہوتے اور مدد فیض صحت یاب ہوتے وہ حقیقت میں صرف اللہ ہی کا فعل تھا“ اور حقیقی طور پر اس فعل میں حضرت عیسیٰ کا کوئی دخل بھی نہ تھا۔ (دچارخ بدایت ص ۱۸) یہاں تک تو بریلوی ہمارے ساتھ چلتے ہیں لیکن تنازع اس بات میں ہے کہ

اور علیہم السلام کے معجزات اور اویاد کے کرامات کو ان کی طرف منسوب کرنا ان کا فعل ہے انہوں نے ایسا کر دکھایا وغیرہ کنا جائز ہے یا نہ اور جائز ہے یا نہیں؟

سورۃ الصلوة والسلام صحابہ میں حدیثات اور فتوحات کا مال تقسیم فرماتے تھے ان میں سے اس کے متعلق فرمایا کہ اللہ کے رسول نے مال دے کر فلاں شخص کو مال دیا اس کو مال دیا وغیرہ تو ان آیات سے یہ دلیل لگانا کتنا قیامت ساری اور کمال دولت اولاد وغیرہ وغیرہ سب چیزیں آپ دیتے ہیں اس عقیدہ کی صداقت کیا ہے؟

معجزہ دکھانے اور غیبی علوم کو دریافت کرنے کی انبیاء کے پاس مستقل قوت عطا فرمائی جب چاہیں اس چیز کو ظاہر فرماتے ہیں؟

عجازی نسبت قائم کرنے کا حق ہر شخص کو پہنچتا ہے، یا اس میں کچھ شرائط ہیں؟ پہلی بات یعنی معجزات کو مجازی طور پر انبیاء کا فعل قرار دینا اس کی حقیقت ہے کہ مجاز عقلی کے طور پر خاص خاص حالات میں مخصوص شرائط کے ساتھ جائز ہے عقلی یہ ہے کہ کسی کام کو اس کے حقیقی فاعل وغیرہ کے سوا کسی دوسرے شخص منسوب کر دیں جو حقیقی طور پر اس کام کو کرنے والا تو نہیں ہے لیکن سبب

وہ کے درجہ میں ہے جیسے فلاں بادشاہ نے فلاں شہر یا پل بنایا۔ بنانے والے حقیقت میں مرنے والے اور مرنے والے ہیں لیکن اس کے بننے میں بادشاہ کا بھی تعلق ہے اس لیے نبویا کی بجائے مجازی طور پر بنایا کہہ دیا جاتا ہے یا جیسے آدھ لکڑی چیر رہا ہے، لکڑی چیرنا انسان کا کام ہے آدھ ایک ہتھیار ہے اس واسطے یہ اس کی طرف منسوب کیا گیا۔ اس میں ایک شرط یہ ہے کہ ایسے موقع پر کوئی قریب اور علامت اس بات کی ضرورت موجود نہ ہو چاہے کہ یہاں مجاز ہے۔ کیونکہ اگر یہی قول اس کے عقیدہ کے مطابق حقیقی فاعل کی طرف منسوب ہے۔ اگر مسلمان اس لفظ کے نہ مجاز سمجھا جائے گا تو دوسرا شرط یہ ہے کہ جس چیز کی طرف مجازی



نسبت کی جاتی ہے اس فعل میں اس کی ملاست یعنی عمل دخل ضرور ہوتا ہے جیسا کہ اسی اور بادشاہ کی مثال میں گزرا، ورنہ نسبت مجازی کی گنجائش نہیں ہے اس قاعدہ کو معلوم کرنے کے بعد بریلوی حضرات کی وہ بی عبارتیں پھر پڑھ لیجئے کہ بندہ نے نمونہ لکھا ہے۔ ان عقائد میں تمام صفات خداوندی اور ساری طاقتیں انبیاء و اولیاء کے لیے تسلیم کی گئی ہیں، سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں وعظرات و عوام الناس کو یہی تلقین کر رہے ہیں کہ سب کچھ انبیاء و اولیاء کو دے دیا گیا ہے۔ عوام کو انبیاء و اولیاء کے حقیقی اور سچے کمالات کے اتباع سے محروم کرنے کی یہ اچھی حکیمانہ تدبیر ہے کہ ان بزرگوں کے پاس خدائی اختیارات نہیں، ان سے مانگو، مانگو سب کچھ مانگو۔ گویا کہ وہ دین سکھانے نہیں آئے تھے دنیا بانٹنے آئے تھے ناظرین! آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ارشادات میں پڑھ چکے ہیں کہ یہود نصاریٰ اور مشرکین سب کے سب بزرگوں میں عطائی اختیارات مانتے تھے۔ بریلوی حضرات ان سے ایک قدم آگے ہیں۔ ان لوگوں نے مجازاً لفظ ایک نمائشی درجہ میں رکھا ہوا ہے کہ اس کی آڑ میں حضرات علماء و دیوبند گرفت سے بچنا چاہتے ہیں۔ لیکن مولوی احمد رضا خاں صاحب نے عطا کو حقیقت کی قسم بنا کر بات کو صاف کر دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ بر غیر خدا کے متعلق خواہ شیطان ہو تمام دنیا کے انتظامات مارنا جلانا وغیرہ وغیرہ کو منسوب کرنا شرک نہیں ہے۔ یعنی توحید ہے۔ دیکھو جو الہ و یا دہ ہے کہ آسمان زمین اور ساری کائنات کو پیدا کرنا بھی ممکن میں داخل ہے اور کوئی شخص اگر یہ کہہ دے کہ فلاں جا فوراً فلاں کتے نے ساری دنیا پیدا کی، اور سب جہان کو رزق روزی مال اولاد و زندگی موت دی تو بریلوی علم کلام میں یہ شرک نہیں ہوگا توحید ہوگی۔ کیونکہ کوئی امور کو غیر خدا کی طرف منسوب کرنا ہے لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم انہو بریلوی توحید بھی تو وہ درود کا تالاب ہے۔ پھر اسطرحی الثبوت اور

کون مستقل قوت ضرور ہو تو تو اذن کی کیا ضرورت تھی۔ اسی طرح خدا و افعال نے فرمایا اِنْ يَكُنْ اَلْفٌ يَغْلِبُوْا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ پ۔ ۵ ہزار آدمی میں سے ایک ہزار، دو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے اللہ کے اذن سے یہی علم ہے۔ اگر مسلمانوں کے پاس کوئی حقیقی عطائی قوت ہوتی تو حوصلہ اور اللہ کے اذن کی ضرورت کیا تھی؟ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کیساتھ اللہ کا لفظ بکثرت آیا ہے یعنی قوانین فطرت اور دستور قدرت کو توڑنے ل ان میں کوئی مستقل قوت نہ تھی، بلکہ اللہ کے حکم اور ارادہ سے ان کے ہاتھ پر یہ قوتیں ظاہر ہوئیں۔ اس لیے وہ خدا نہیں ہیں۔ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عطائی قوت کے ساتھ تو اذن الہی کا لفظ آتا ہے اور آسکتا ہے لیکن حقیقی کے بعد خواہ عطائی تو اذن اللہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس بحث کے بعد ہم مقصد پر آتے ہیں۔

بریلوی حضرات انبیاء کرام و اولیاء عظام کے لیے حقیقی عطائی قوتوں کے قائل ہیں اس لیے رسالہ رضوان کا یہ کہنا کہ ہم مجازی عطائی کے قائل ہیں اپنی علامت کے بزرگوں کے سراسر مخالف ہونے کی وجہ سے غیر معتبر ہے۔ اور حقیقی عطائی مانتے ہیں تو مانگ قادر و غیرہ تمام الفاظ ان کے اسی درجہ میں شمار ہوں گے۔ اور یہ الفاظ تو ہمارے مشرکانہ ماحول میں عطائی طور پر ہی شرک کا وہم پیدا کرتے ہیں اس لیے مقرر ہیں بہر حال حقیقت کا اعتقاد رکھنے کی وجہ سے ان کے تمام عقائد تمام نظم و نشر اور تمام کتابوں میں جہاں کہیں اسے الفاظ ملیں گے مجاز پر محمول نہیں ہو سکتے یہی وجہ ہے کہ سلطان عبدی چونکہ جہاں شاعر تھا اس لیے اس کے قول اَشَابُ الصَّغِيْرَ وَ اَفْنَى الْكَبِيْرَ... الخ کو مجاز پر محمول نہیں کیا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے خیال میں یہ بستی حقیقی ہوں یا حقیقی عطائی دیکھو تلخیص مختصر معانی بطول وغیرہ بحث اسناد مجاز عقلی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہاں کوئی صاف علامت اس بات کی موجود ہو کہ کہنے والا مجازی طور پر کہہ رہا ہے۔ اگر کہنے والا خود کہہ دے کہ میں



عطائی کے ساتھ حقیقی کا لفظ ملا کر اسے آسانا بھاری کر دیا کہ اب اس لفظ کا اٹھنا محال ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ ایسی عطا کی دلیل بھی قرآن حدیث میں نہیں ہے اور اس کے خلاف بے شمار لاکھ صریح قرآن حدیث میں ظاہر موجود ہیں۔ لیکن مجازی عطائی کا لفظ تو پھر بھی بعض مواد میں قابل برداشت خطاب حقیقی عطائی کا ثبوت کہاں سے لائیں گے۔ اب ان کے پاس بھاگنے کی گلی صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ بزرگ جو خدائی کام کرتے ہیں، تو اذن الہی کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اذن الہی کے سوا ایک پتہ بھی نہیں مل سکتا۔ اور مشرکین عطائی کے ساتھ اذن کے قائل نہ تھے۔ ہم اذن الہی کے قائل ہیں جو اب اس میں بے کر لوباگ میں پڑ کر آگ بن جاتا ہے تو حقیقی آگ بنتا ہے اور اس میں جلانے کی طاقت خود بخود اپنی ذات میں موجود ہوتی ہے اُس کو جلانے وقت آگ سے اذن اور اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی اور واسطہ فی الثبوت کا مطلب یہی ہے۔ جب آپ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء ادیاء کو بطور واسطہ فی الثبوت خداوند تعالیٰ نے قوتیں عطا فرمائی ہیں تو پھر اذن اور اجازت کا کیا سوال باقی رہ گیا اگر اذن باقی ہے تو حقیقی عطائی کیا؟ اور حقیقی عطائی ہے تو اذن کیا؟ مولوی احمد رضا صاحب نے صاف صاف کہہ دیا کہ معجزہ دکھانے کی قوت انبیاء میں موجود ہے جب چاہیں دکھائیں تو اس کے بعد اذن پر موقوف کوئی چیز رہ جاتی ہے۔ اذن کا لفظ تو حقیقی اور مستقل قوت کی نفی کرتا ہے۔ عطائی تو توڑ کے ساتھ تو اذن کا لفظ کچھ معنی رکھتا ہے لیکن جب عطائی حقیقی ہو، اور اتنا صاف حقیقی ہو اور بطور واسطہ فی الثبوت ہو تو پھر بھی اذن کی گنجائش کیا باقی رہتی ہے؟ مثلاً قرآن مجید میں ہے فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ یعنی طاہر کے لشکر نے جالوت کے لشکر کو شکست دی اللہ کے حکم اور ارادہ سے یہاں اذن کا لفظ اسی لئے ہے کہ نبی اسرائیل میں دشمن کو شکست دینے کی کوئی مستقل قوت موجود نہ تھی یہی وجہ ہے کہ کئی دفعہ شکست بھی کھائی۔ یہی وجہ ہے کہ

اللہ کے ارادہ سے کہہ رہا ہوں تو پھر مجاز کے کیا معنی؟ معلوم ہوا کہ بریلوی نے حال پوزیشن اس معاملہ میں سخت مخلوک ہے اور اس جماعت کے عوام کے افعال قبیلہ پرستی سجدہ سجود وغیرہ بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں اور بریلوی دراصل بریلوی علماء کی پیدا کردہ ہے ان عوام کی پیٹھ ٹھونکنے والے علماء ہیں جو خدائی اختیارات بزرگوں میں ثابت کرتے ہیں ہم مانتے ہیں کہ ہر انسان میں طبع عام میں مجاز عقلی، کنایہ، تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل اور تمام لفظی معنوی استعارات استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ مجاز کو حقیقت اور حقیقت کو اصل قرار دے ہوں ان کا معاملہ اور ہے، سلیم الطبع مرتبہ شناس حضرات کی بات ہے حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہند کے کلام میں اصطلاحات علم معانی و لغات اور صنائع بدائع کا استعمال کیوں نہ ہوتا جب کہ ہم لوگ مجاز کو مجاز سمجھتے ہیں اور حقیقت کو حقیقت۔ اس تقریر سے رسالہ رضوان کی اس تمام ہرزہ الی کا جواب نکل آیا جو چراغ ہدایت میں ص ۱۳۷ تک درج ہے۔

ثانیاً عرض ہے کہ جو شخص انبیاء کرام کے معجزات کو ان کے اختیار میں سمجھتا ہے وہ شخص جب کہے گا حضرت جبریلؑ نے حضرت مریم کو بیٹا دیا اور علیؑ علیہ السلام نے مردے زندہ کئے تو اس غلط اعتقاد کی بنا پر کہے گا اس لیے اس کا حال حقیقت ہے کیونکہ مجاز میں یہ شرط ہے کہ کہنے والا مسلمان ہو۔ وَصَلُّوا ذُرِّيَّتَهُنَّ الْمَوْتِيِّ اور جو شخص معجزات کو اختیارات الہی میں سمجھتا ہو وہ بڑے اعتبار سے قرآن اور قیود کی روشنی میں بات کرے اس کو گنجائش ہے دیکھو اَلْهَبْ لَكَ خَلَا مَآذٍ كَيْتَا (سورہ مریم) سے پہلے اَلرَّسُولُ رَبُّكَ موجود ہے۔ حضرت جبریلؑ حضرت مریم کو فرماتے ہیں مجھ کو تیرے رب نے اس کام کے لئے بھیجا ہے کہ تجھ کو پاکیزہ لڑکا بخش دوں، یعنی بیٹا دینا میرے اختیار کی بات نہیں ہے۔ میں ہر کسی کو بیٹا نہیں دیتا پھر تا بلکہ صرف تجھ کو اللہ کے حکم سے بخشے آیا ہوں۔ حضرت جبریلؑ خداوند تعالیٰ کی بخشش لے کر آئے تھے، اس لئے



بخشش کا لفظ استعمال کیا۔ دیکھو یہاں پہلے رسول کا لفظ قرینہ اور علامت ہے اس بات کی کہ بخشنا مجازی طور پر ہے۔ اسی لیے معلوم ہوا کہ ایسا مال آزادی سے استعمال کرنا جہاں شرک کا احتمال ہو خداوند تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ مگر یہ یلوی حضرات ان باریکیوں کو چھوڑ گئے۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ مجازی طور پر کوئی کام اس شخص کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس کا اس کام میں کچھ عمل دخل ہو جیسا کہ آپ آری اور بادشاہ کی مثال میں پڑھ چکے ہیں۔ بخشنا حضرت جبریل کی طرف اس لیے منسوب ہوا کہ انہوں نے خدا کے حکم سے چھونک ماری تھی اور وہی چھونک عیسے علیہ السلام کی پیدائش کا سبب بنی اور آج جو یہ یلوی حضرات پیر بخش نبی بخش وغیرہ نام رکھتے ہیں تو یہاں چھونک کا کیا تعلق؟ پھر یہ قیاس کس قدر غلط ہے۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ حضرت جبریل کے متعلق بھی کوئی شخص یہ کہہ نہیں کہہ سکتا کہ سب لوگوں کو بیٹا وہی دیتے ہیں۔ آپ لوگ غیر خدا کی طرف تمام بخوبی امور کو منسوب کرنے کی کیا دلیل رکھتے ہیں؟

## بقایا بریلوی عقائد

احکام خداوندی بھی حضور کے قبضہ میں ہیں جو چاہیں جس پر چاہیں حرام حلال کر دیں، جو چاہیں معاف کر دیں۔ (مہار شریعت حصہ اول)  
تیسرا عقیدہ: حضور علیا الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔  
شرح استدلال میں یہ عقیدہ یوں بیان کیا گیا ہے۔  
"روز اول سے روز آخر تک کے ذرے ذرے کا علم حضور کو عطا ہوا تمام جہان حضور کے پیش نظر ہے، دونوں کے خطروں یعنی خیالات سے آگاہ ہیں۔" (صفحہ ۱۰۵ نوری کتب خانہ)  
اس مسئلہ کی قدر سے تفصیل بندہ کے رسالہ حیات النبیؐ میں موجود

ما عقیدہ ۱۵۔ خود خدا نے حکم دیا اے محمدؐ سب کو اپنا بندہ کہو۔  
(شرح استدلال صفحہ ۱۰۵ نوری کتب خانہ)

وال عقیدہ ۱۶۔ جبریل امین نے حضرت مریم کو بیٹا دیا ہے۔  
یہ عقیدہ شرح استدلال صفحہ ۱۳ پر مذکور ہے عنوان اس کا یہ ہے کہ جبریل امین نے حضرت مریم کو بیٹا دیا۔ قرآن مجید نے مسیح علیہ السلام کو رسول بخش کہا ہے۔

ما عقیدہ ۱۷۔ خدا بھی حضور علیہ السلام کا حکم ماننا ہے اطاعت کرتا ہے۔  
شرح استدلال صفحہ ۱۸، ص ۱۸ بے شک حضور کا رب حضور کی اطاعت کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم میں تنہا حاکم ہیں۔  
ما عقیدہ ۱۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری خدائی قوت دی گئی ہے۔  
ابھی تو خدا کی طرح مختار کل ہیں۔ اور نائب کل (شرح استدلال)  
(اس کا بیان کچھلے میں حوالوں میں گزر چکا ہے)

ما عقیدہ ۱۹۔ بزرگوں کی قبروں کا طواف جائز ہے۔ قبر پر زخماں رکھنا۔  
لوگوں کو پوچھنا، اپنے آپ کو پیر پرست کہلوانا، الکو کر ص ۱۴ ان کی پرستش جائز ہے کیونکہ اصل میں اللہ کی پرستش ہے۔

"یہ روزہ اقدس کا طواف کرنے والے تابعین یا اول درجہ تبع تابعین  
تو ضرور تھے۔" (کو کہہ شہادہ ص ۲۲ نوری کتب خانہ)  
حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو مسلمان پیروں کی طرح پوجتے ہیں۔  
(الامن والاعلیٰ ص ۲۲)

یہ قول شاہ عبدالعزیزؒ کی طرف منسوب کیا جائے۔ مگر الزام وارد بہر حال بطور  
مند بیان کیا ہے۔

ما عقیدہ ۲۰۔ بزرگوں کے نام کی نذر، منت چڑھانا، چڑھانا جائز ہے۔  
(شرح استدلال صفحہ ۱۴، ص ۱۴)



دسواں عقیدہ :- حضور کو رب کہنا شرک نہیں جب کہ مجاز مراد ہو۔

(الامن والعلی ص ۳۹)

گیارہواں عقیدہ :- حضور ساری زمین اور تمام مخلوق کے مالک ہیں۔

(الامن والعلی ص ۸۵)

بارہواں عقیدہ :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گناہ بخشے ہیں (الامن والعلی ص ۸۴)

تیرہواں عقیدہ :- قرآن و حدیث کے خلاف بزرگوں کے قول کی سند پر

جائز ہے۔ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں شرح استدلال ص ۱۲۶ پر لکھا ہے :-

”بہر سبب میں بعض قول ایسے ہیں کہ ظواہر کتاب و سنت سے ان

کے خلاف پر استدلال ہوتا ہے اور اس کے علماء بات باطل امام

مذہب کے ان میں تاویل کرتے ہیں :-

اولیاء اللہ عالم الغیب ہیں۔ غیب دانی ان کے اختیار میں دے دی گئی

ہے جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر سکتے ہیں۔ (الامن والعلی ص ۲۰)

۳۔ بنالیتا ہے سلطان آپ صاحب پختا ہو

خدا سے کم نہیں عز و جلال اس دین کے سلطان کا (مدح غوث الاعظم)

اولیاء اللہ کی قبروں کا حج کرنا جائز ہے۔ جنت و دوزخ کی کنجیاں حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے ہاتھ مبارک میں دے دی گئی ہیں جس کو چاہیں اپنے اختیارات

سے جنت عطا فرمائیں، یا جہنم۔ یہ عقیدہ مولانا احمد رضا صاحب نے الامن والعلی

اور سلطنت المصطفیٰ میں مفصل لکھا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ پھر شفاعت کی کیا

ضرورت رہی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی مثل پیدا کرنے سے عاجز ہے۔ مگر اہل سنت کے عقیدہ میں قادر ہے۔ عاجز

اور مجبور نہیں ہے مگر اپنے اختیار سے ہرگز ہرگز پیدا نہیں کرے گا، مکتوبات

حضرت یحییٰ میزی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

”اگر خداوند تعالیٰ چاہیں تو ایک لحظہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے لاکھوں

پیدا کر سکتا ہے۔“ مکتوب نمبر ۳۵

پیر پرست ایسے عقائد پر قرآن حدیث اور بزرگوں کے اقوال سے دلیل

دیتی لیتے ہیں۔ مگر الفاظ کو اپنے معنی پہناتے ہیں۔ مجاز اور عرف کی اثر میں حقیقی

سبب قائم کرتے ہیں۔ مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزی

اس ایسے لوگوں کو مشرک مسلمان فرمایا ہے۔

## ان عقائد کا تجزیہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی<sup>۱</sup> الفنون الکبیر فی اصول التفسیر ص ۵

پس فرماتے ہیں :-

”اگر تجھے مشرکین (عرب) کی صورت حال اور ان کے عقائد کے

مشعلق توقف ہے تو اس زمانہ کے پیشہ ور مولویوں اور پیروں

کے حالات دیکھ لے کہ ولایت کو کیا سمجھے بیٹھے ہیں۔ پہلے زمانہ کے

اولیاء کی ولایت کو مانتے ہیں، اور اس زمانہ میں اولیاء کا پیدا ہونا

ناممکن سمجھتے ہیں وہی وجہ ہے کہ بزرگوں کی تلاش اور اتباع کو چھوڑ

کر، قبر اور آستانوں پر جاتے ہیں۔ کئی طرح کے مشرک کرتے ہیں۔

تشبیہ اور تحریف ان میں اچھی ہے۔“

تشبیہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات میں انسانوں جیسی صفات ثابت

کی جائیں مشرکین کہتے تھے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کی سفارش قبول کر لیتا ہے

اگرچہ اس کام پر خوش نہ ہو جس طرح بادشاہ اپنے درباریوں کی بات مجبوراً

مان لیتے ہیں، کہ سلطنت کا انتظام خراب نہ ہو۔

ناظرین :- اس جگہ غور فرمائیں کہ ہماری قوم اس مرض میں کس قدر مبتلا ہے؟ پیر

پرستوں کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب دنیا کے بادشاہوں کے پاس



وسید اور سفارش کے بغیر کام نہیں بنتا تو خدا کے ہاں وسیلہ کے بغیر ہماری درخواست کس طرح پہنچ سکتی ہے؟ دیکھو خداوند تعالیٰ کو دنیا کے بادشاہوں سے ملا دیا۔ فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ - وَبِئْسَ الْمَثَلُ اٹھائے۔

شاہ صاحب اس عقیدہ کو تشبیہ کفار کا عقیدہ قرار دیتے ہیں۔

تحریف۔ یعنی کفر و شرک کی رسوم سے اسلام کا حلیہ بدلنا۔ ہمارے رضائی بھائیوں میں یہ بیماری بھی کثرت سے پھیلی ہوئی ہے۔ اور حدیث مذکورہ پہلی قوموں میں یہود و نصاریٰ و مشرکین کی راہوں پر چلو گئے، ان کے مطابق ان شرک کی آفتوں کو اختیار کرنے والے کچھ لوگ آج بھی موجود ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں زیر آیت اِنَّا كُنَّا نَعْبُدُ وَاٰتَاكَ لَشَجَائِمٌ۔ تو اسے ثلاثہ کی افراد و تقریبات کے بیان میں فرماتے ہیں:-

”یا اماموں اور اولیاء کا رتبہ انبیاء کے برابر قرار دے۔ اور پیغمبروں کے لئے خدائی کے لوازمات مثلاً علم غیب بالا استقلال۔ اور ہر جگہ ہر شخص کی فریاد و سننا اور سب کاموں کی قدرت ماننا، اور دعوایہ بیسوں، دیوں کی تصویروں، مجسموں، قبروں، تعزینوں کے پرے میں عبادت کرنا، برزخ اولاد، نوکری، عہدہ کی ترقی ان سے مانگنا، اور ان کی درخواست، یا سفارش کو خدا کی جناب میں جب قبول سمجھنا، اگرچہ خدا تعالیٰ کو وہ کام پسند نہ ہو، یہ سب حد سے بڑھنے والے کام ہیں۔“

انبیاء کے برابر قرار دینا تو کجا، ہمارے زمانہ میں ہر سید اپنے پیر کو نبیوں سے برتر سمجھتا ہے۔ دیکھتے:-

شعر:- مجبور و ملک ملک پر فرشتہ زمین پر تیرے

خادم ہیں دست بستہ چاروں کتاب والے

شعر کا مطلب یہ ہے، کہ آسمان پر چوریں اور فرشتے، اور زمین پر چاروں کتاب والے

حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جماعت علی شاہ صاحب کے خادم ہیں۔ اور ان کے کتاب والے کا مطلب اگر اُمتی لئے جائیں تو صحابہؓ اور تابعین سب امام صاحب کے خادم ہوں گے۔ یہ شعر اور ایسے کئی اشعار رسالہ انوار النورانی علی پور شریف میں شائع ہوتے رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ایسے اشعار مسلمانوں کو نفرتی تمغہ اور ستار شریف کا انعام ملا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِلَیْهِ مَرْاجِعُوْنَ۔

نیز شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا کی تفسیر میں مشرکوں کے بیان میں فرماتے ہیں:-

”جو تھافرتہ پیر پرست لوگ ہیں کہ جب کوئی بزرگ زیادہ عبادت اور ریاضت کی وجہ سے مقبول مستجاب الدعوات اور مقبول الشفا ہو جاتے ہیں تو اس جہان سے جانے کے بعد ان کی روح میں بڑی قوت اور وسعت پیدا ہو جاتی ہے جو شخص اس کی صورت رکھے، یا اس کے بیٹھے اٹھنے کی جگہ میں، یا اس کی قبر پر عاجزی کرے تو اس بزرگ کی روح کو آزادی اور فراخی کی وجہ سے اطلاع مل جاتی ہے اور وہ روح دنیا اور آخرت میں اس کی سفارش کرتی ہے نیز ایک فرقہ مشرکوں کا وہ ہے جو ذبح بخند اور قربانی میں دھوکا کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور ایک فرقہ مشرکوں کا وہ ہے جو علم اور قدرت کی وسعت کو بیان کرتے ہوئے دوسروں کو اللہ سے جاملاتے ہیں۔ چنانچہ نسائی شریف اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی جو خدا چاہے اور آپ چاہیں آپ نے ارشاد فرمایا جَعَلْتَنِيْ لِلّٰهِ نِدًّا تو نے مجھے اللہ کا شریک



مُطَهَّرًا بِبَنِي مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ ۚ بَلْ كُنْتُمْ كَافِرِينَ  
 اللہ وحدہ لا شریک۔ نیز مسند امام احمد ابو داؤد و شریف نسائی  
 شریف اور ابن ماجہ شریف میں حدیث بن یمانؓ سے روایت ہے  
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایسا نہ کہو جو چاہے اللہ  
 اور فلاں بلکہ یوں کہو اللہ بھیر فلاں

نیز آیت لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ کے تحت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث  
 دہلوی فرماتے ہیں:-

”یہ کلام اہل کتاب، اور ان کے ہم خیال لوگوں، یعنی انبیاء اولیاء کی  
 اولاد، اور بزرگان دین سے توسل کرنے والوں کی تردید کے لئے  
 ہے۔ جو آپ کو بزرگوں کے توسل اور تعلق کی وجہ سے خدا کی پکار  
 سے بے خوف سمجھتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ کفر، شرک اور دوسری تجاوزات  
 بدیوں کے باوجود بزرگ ہمیں چھڑالیں گے۔ فرمایا جس شفاعت  
 پر تم مغرور ہو وہ نہیں ہوگی، کیونکہ شفاعت ہر شفاعت کرنے  
 والے کی اذن الہی پر موقوف ہے۔“

نیز مَنْ یَتَّخِذْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا کے ماتحت فرماتے ہیں:-

”بعض لوگ ان میں سے اور اوج مدبرہ مخلوق پر سونے کی فرشتوں سے  
 یا بیسوں، ولیوں، عبادت گزاروں، راہبوں اور علماء سے خداوند  
 تعالیٰ کے اصلی اور حقیقی معبود ہونے کا خیال نظر انداز کرتے ہوئے  
 خدا کے برابر محبت کرتے ہیں، اور مذہب قربانیاں ان کے نام کی  
 کرتے ہیں، اور ان کے قول کو قرآن حدیث میں غور کئے بغیر وحی  
 الہی کے برابر سمجھتے ہیں، بلکہ بعض ان میں سے بزرگوں کی تصویریں  
 قبروں، عبادت خانوں، مکانوں اور بیٹھنے کی جگہوں سے وہی  
 شکوک کرتے ہیں جو مسجد اور کعبہ میں خداوند تعالیٰ کے متعلق کیا

جاتا ہے مثلاً زمین پر سر رکھنا، طواف کرنا، ہاتھ پر ہاتھ باندھ کر قبلہ  
 رو شکل میں کھڑا ہونا، وغیرہ۔ حالانکہ یہ محبت ان کی خدا پر ایمان  
 لانے کے تقاضا سے نہیں ہے تاکہ خدا کے نزدیک مفید ہو اور  
 اس کی رضامندی حاصل ہو۔ کیونکہ یہ حد سے گزری ہوئی محبت  
 ہے۔ ایمان میں یہ ضروری ہے کہ خالق اور مخلوق کی محبت میں فرق  
 کیا جائے۔“

## محبت

یہاں پہنچ کر یہ بات بھی ضروری ہے کہ محبت کیا چیز ہے؟ کس طرح  
 پیدا ہوتی ہے؟ کیونکہ اہل بدعت ہمیشہ بدعات کا ارتکاب محبت کی اڑ میں  
 کرتے ہیں، اور جو شخص شور و غل اور نعرہ بازی میں ان کا ساتھ نہ دے اس کو  
 بے ادب اور محبت سے خالی سمجھتے ہیں مگر ان کی محبت ہمیشہ الفاظ تک محدود  
 رہتی ہے۔ اتباع سنت کے جذبہ سے محروم ہونا ان کی بہت بڑی علامت  
 ہے۔ ان کا عقیدہ ہے اور اصل الاصول ہے کہ بزرگوں کی محبت سے رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ملتی ہے اور حضورؐ کی محبت سے خدا کی محبت ملتی  
 ہے۔ حالانکہ یہ مفروضہ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے ملاحظہ ہو حدیث ترمذی شریف:-  
 عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 احْبَبُوا اللَّهَ لِمَا يُحَدِّثُكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ وَاحْبَبُونِي لِحُبِّ اللَّهِ وَاحْبَبُوا  
 أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي۔

ترجمہ:- اللہ سے محبت کرو اس لئے کہ وہ تمہیں عطا فرماتا  
 ہے اور مجھ سے محبت کرو خدا کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت سے  
 محبت کرو میری وجہ سے۔



مومن جب نظام عالم پر ایک نظر ڈالتا ہے تو کائنات کا ایک ایک ذرہ اسے انسان کی خدمت کے لئے مستحضر نظر آتا ہے۔ پھولوں سے لے کر درخت۔ اناج اگلنے والی زمین۔ درود خدا اور گھی کے خزانے (مواشی جلتی ہوئی ہوائیں، ہواؤں میں لپکتے ہوئے بادل، بادل میں بھرے ہوئے پانی کے دریائیں آسمان زمین کی ہر ایک چیز کو دیکھ کر مالک کا ممنون احسان ہوتا ہے۔ اسی احسان سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کریم کا انداز بیان یہی ہے۔ یعنی نعمت سے متعم کی طرف توجہ۔ قرآن کریم کی نظریں اللہ کی معرفت، محبت، اطاعت، سب چیزیں نعمت شناسی سے حاصل ہوتی ہیں کیونکہ نعمت شناسی سے منعم شناسی حاصل ہوتی ہے۔ نعمت کی دو قسمیں ہیں، ظاہری اور باطنی، ان سب نعمتوں سے اعلیٰ اور ارفع نعمت ذات بابرکات آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے، کیونکہ بے حساب نعمتوں کے ہوتے ہوئے خداوند تعالیٰ کے فقط ایک نعمت کا احسان جلایا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا اَلَا يَرَىٰ جِبْرِائِلَ سے محبت پیدا ہوگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا پیدا ہونا لازمی ہے ہر رسول بارگاہ محبت کے پیغامبر بھی ہیں اور صحرائے شریعت و معرفت کے راہبر بھی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اسلام کی نظریں محبت کا اصلی اور حقیقی مرکز فقط خداوند تعالیٰ کی ذات ہے یہی اسلام کی امتیازی توجہ ہے کہ انسان کے دل کی گہرائیاں خدا کی محبت کے سوا کہیں بھی تقسیم نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اذان اور اقامت میں اللہ کے نام کے بعد رسول اللہ کا رگیا ہے تاکہ اللہ اکبر کے بعد رسول اللہ کی عظمت دل پر اثر ڈالے۔ اسی لئے قرآن کریم میں

ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری تابعداری کرو۔ گویا اصلی مرکز خدا ہی کی محبت ہے اور اس کا صحیح معیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری ہے، نعرہ بازی نہیں۔ اب جو شخص خدا سے تعالیٰ کی محبت کا مدعی ہے

کہ اتباع رسول سے محروم ہے، یا رسول کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ مگر خداوند ذات کی عظمت و محبت سے خالی ہے وہ سر اسر و صبر کے میں ہے۔ رسول کی محبت ذاتی نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ وہ بارگاہ عزت کا رسول ہے۔ اپنے وہی اور ان کی عداوت قیاسات سے رسول کی محبت کرنا غلط ہے۔ عیسائی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت کرتے ہیں مگر خدا کا رسول سمجھ کر نہیں کرتے، بلکہ خدا کا بیٹا سمجھ کر کیا یہ محبت صحیح ہے؟ اور یہودی جو عیسیٰ علیہ السلام سے دشمنی کرتے ہیں تو کیا دشمنی ٹھیک ہے؟ پس صحیح محبت اور صحیح عداوت وہی ہے جو رضائے الہی کے لئے ہو باقی محبتیں اور عداوتیں سب جہالت اور وہم پرستی ہیں مسئلہ کو حیلہ لاؤ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سامنے آتے ہیں ان کی محبت اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا تعلق ہے۔ یعنی ان سے محبت رسول کے لئے کی جاتی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت خداوند تعالیٰ کے لئے ہو، اسی طرح تعلق و تعلق میں محبت کا سلسلہ اور بھی وسیع ہوتا جائے گا، مگر اصلی محبت فقط خداوند تعالیٰ سے ہے، باقی محبتیں اس کے لئے ہیں۔

## دینے والا کون ہے؟ مانگنا کس سے چاہیے؟

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا آپ نے ارشاد فرمایا، اے لوگو اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو اللہ تجھ کو دنیا آخرت کی مصیبتوں سے بچائے گا، اللہ کے حقوق کی حفاظت کر تو اسے اپنے روبرو پلٹے گا ان حقوق میں دو حقوق یہ ہیں اور



جب بھی تجھے مانگنا ہو تو اللہ سے مانگ اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ اور اس بات کو سمجھ لے کہ اگر سب لوگ تجھ کو نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو ہرگز ذرہ بھر نفع نہیں پہنچا سکتے مگر وہی چیز جو اللہ نے تیرے لیے مقدر کی ہے اور اگر سب لوگ کچھ تکلیف دینے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو کچھ ضرر نہیں دے سکتے۔ سو اس چیز کے جو اللہ نے تجھ پر لکھ دی ہے۔ قلم اٹھائے گناہ اور کاغذ ٹوٹ چکے۔ مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل و ترمذی شریف)

اس حدیث شریف کی وضاحت ہم ملا علی قاری مشہور و معروف حنفی عالم کی زبان سے لکھتے ہیں جن کو بریلوی حضرات بہت مانتے ہیں۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵، ص ۹۱:

قَالَ الطَّبِيبِيُّ لَمْ يَسْأَلِ أَحَدٌ حَقَّ اللَّهِ وَتَحْتَ رِضَا تَجَلَدَ تَجَلَدًا أَيْ مَقَابِلًا وَحْدًا عِلًّا ..... الْحِجَابُ أَيْ احْفَظْ حَقَّ اللَّهِ حَتَّى يَحْفَظَكَ مِنْ مَكَاوِدِ الدَّيْنِ وَالْآخِرَةِ - اس حصہ کا ترجمہ تقریباً گزر چکا ہے فَاسْئَلِ اللَّهَ أَيْ فَاسْئَلِ اللَّهَ وَحْدَهُ ..... الْحِجَابُ

یعنی صرف اللہ سے مانگ، کیونکہ عطاؤں کے خزانے اسی کے پاس ہیں۔ ولا تسئل غیرہ لان غیرہ غیر قادر علی العطاء والمنع ودفع الضرر وجلب النفع فانهم لا يملكون لانفسهم نفعاً ولا ضرراً ولا يملكون موتاً ولا حيوة ولا نشوراً۔

ترجمہ:- اور اس اللہ کے سوا کسی سے بھی نہ مانگ، کیونکہ اس کے سوا کوئی بھی دینے، نہ دینے، مصیبت دہور کرنے، نفع پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ مخلوقات اپنی جان کے لیے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں، نہ کسی کو مرے کا اختیار ہے نہ جینے کا، نہ حشر و نشر کا۔

آگے فرماتے ہیں: ”ہر حال میں زبان حال یا قال سے مانگنا رہے۔ کیونکہ

اس میں ہے جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس پر ناراض ہو جاتا ہے۔  
... الخ ای جمیع الخلق من الخاصۃ والعامۃ  
والانبیاء والاولیاء وسائر الامۃ لواجبۃ علیہم  
... الخ ای فی امر دینک و دنیاک لمدنیفعک ای لمدیقہ ما وان ینفعک  
... الخ ای ساری مخلوق، خواص اور عوام اور سارے نبی اور سب اولیاء اللہ  
... الخ ای امت اگر مل کر تجھے دین یا دنیا کا تھوڑا سا فائدہ پہنچانا چاہیں تو فائدہ  
... الخ ای کی طاقت نہیں رکھتے۔

یہ حدیث شریف ایک اصولی نکتہ بیان کرتی ہے کہ جس طرح اللہ کے حقوق کی حمایت اور اس کی رضا کو تلاش کرنا ہر مسلمان کے واسطے ضروری ہے اسی طرح اللہ کے سوا سب کو غیر قادر ماننا بھی ضروری ہے۔ یعنی کسی میں ذرہ بھر طاقت اور طاقت بھی نہیں ہے خدائی سے سب خالی ہیں، نفع نقصان کی امید کسی سے بھی نہ رکھو۔ یہ توحید ہے۔

## رسالہ نذر اولیاء کی حقیقت

حال ہی میں ہمارے تصور میں مولوی محمد عبداللہ صاحب نے ایک رسالہ شائع کیا ہے جو علامہ تصور کو خاص طور پر بھیجا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہ چیزیں تحریر میں آئیں۔ مگر کیا کیا جائے یہ چند سطور مجبوراً تحریر کی جا رہی ہیں ناظرین معاف فرمائیں!

نوٹ:- استغاثہ عادی بنی روزمرہ کاموں میں مدد لینا دینا، اس کا بیان آگے آئے گا بیان اس سوال کی مانع ہے جو مشرک مسلمان انبیاء و اولیاء سے کرتے ہیں دیکھئے ملا علی قاری نے خاص طور پر انبیاء و اولیاء کا ذکر کیا ہے۔



رسالہ نذر اولیاء کی ابتدا ہی جھوٹ سے ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:-

”فقیر کے پاس بذریعہ حافظ محمد دین، دین گروہی ایک کتاب بھیجی“

یہ سفید جھوٹ ہے جو حمد اور صلوة کے بعد فوراً بولا ہے۔ رسالہ کا نام رکھتے ہیں  
الذَّمُّ لِلَّهِ وَلِلْأَوْلِيَاءِ جَائِزٌ لِلَّهِ غَنِيًّا سُبْحَانَ اللَّهِ کیا بے معنی نام ہے  
ترجمہ صاف تو یہی بتا ہے کہ اولیاء کی منت ماننا دولت مندوں کے واسطے جائز  
مولوی صاحب! کیا غریبوں کے نذر و نیاز تقیر تر نہیں ہوتے اس لئے ان  
کو اس سعادت سے محروم کیا جا رہا ہے؟ جائز کی بجائے حلال ہو تا تو آپ کی ہر  
ظاہر ہوتی، اب مخدوف کے سوا چارہ نہیں۔

رسالہ پر نظر ڈالنے سے اس نظریہ کی مزید تصدیق ہوتی کہ اہل بدعت حضرات  
اپنے خاص انوکھے مسائل کے ثابت کرنے میں قرآن کریم، حدیث شریف اور  
فقہ حنفی سے بہت گریز کرتے ہیں، ادھر ادھر کی باتوں سے اپنا مسلک ثابت  
کرتے ہیں۔

تمام رسالہ میں نذر عرنی ایک من گھڑت مفروضہ کھڑا کیا ہے اور اسے عوام  
کی اصطلاح قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ عوامی چیز کے لیے دلائل بھی عوامی اور سطحی  
نہ ہوتے تو کیا ہوتے، بریلوی حضرات کا سارا مذہب عوامی اور ہنگامی چیزوں  
پر کھڑا ہے۔ اگر کوئی مصنف مزاج ان تمام اختلافی مسائل کو تحقیقی نظر سے دیکھے  
تو محسوس کرے گا کہ ایک طرف سنجیدگی اور متانت ہے، دوسری طرف شور و  
غل اور مہنگا مہنگائی۔ ایک طرف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش اور  
اتباع کی فکر ہے، دوسری طرف دین میں نئے نئے محاورات نئے مسائل اور نئی  
بدعات کو جاری کرنا خدمت اسلام بھی گئی ہے ایک طرف اہل حق ہیں جو بدعات  
کے خبیث ورنخت کو سر زمین اسلام سے اٹھا رہے ہیں، دوسری طرف یہ لوگ  
ہیں جو عرف اور مجاز کی آڑ میں اسلام کی فطرت کو مسخ کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت  
امام محمد دالغ ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف دفتر دوم مکتوب نمبر ۵ میں کیا

رسالہ بدعت کی گت بناتے ہیں:-

”بدعت کے نام و نشان سے پرہیز یہاں تک کہ بدعت حسنہ  
سے بھی بدعت تیسرہ یعنی بری بدعت کی طرح بچے، تب اس دولت  
یعنی قریب الہی کی خوشبو اس کی جان کی ناک تک پہنچے گی۔ اور یہ  
بات آج کل مشکل ہے، کیونکہ سارا جہان بدعت کے دریا میں غرق  
ہے اور بدعت کے اندھیروں میں آرام کر رہا ہے، کس کی طاقت  
ہے کہ بدعت کو اٹھا لے کا دم مارے اور سنت زندہ کرنے کے  
لئے بولے۔ اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے  
ہیں، اور سنت کو مٹانے والے جو بدعتیں پھیل چکی ہیں ان کو عام و متداول  
سمجھ کر ان کے جائز ہونے بلکہ اچھا ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں اور  
بدعت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں اگر گلابی  
پھیل جائے اور باطل مشہور ہو جائے تو یہ دستور بن جانا ہے۔ کیا نہیں  
جانتے کہ کسی چیز کا رواج پانا اور مشہور ہو جانا خوبی کی دلیل نہیں،  
رواج وہی معتبر ہے جو پہلے مبارک زمانہ سے آ رہا ہو یا مسلمانوں  
کے اتفاق سے حاصل ہوا ہو۔“

اس کے بعد حضرت امام محمد دالغ ثانی فتاویٰ غیاثیہ کی عبارت کا لمبا ٹکڑا  
دے کر فرماتے ہیں:-

”اگر جابل بے دین شراب بھیجے اور سود کھانے پر اتفاق کر لیں تو  
کیا یہ بھی حلال ہو جائے گا؟“

یہ رسالہ دیکھ کر ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ اس علم و عقل کے ہوتے ہوئے اس  
انداز فکر کی موجودگی میں حقیقت کا دعویٰ کس منہ سے کرتے ہیں جنہی کہلانے کا حق  
دار تو وہ ہے جو امام اعظم ابو حنیفہؒ اور آپ کے مسلک، آپ کی فقہ کی مستند  
کتا بوں سے سند پکڑے۔ مگر یہاں یہ آٹنی گنگا چل رہی ہے کہ نام کو حنفی ہیں،



بلکہ حقیقت کے ٹھیکیدار ہیں بات بات میں یہ دعویٰ ہے ہم میں حنفی اہل سنت والجماعت مگر مسئلہ نذر عرفی ثابت کرنے کے لیے کہیں شافعیوں کا سہارا لیا، کہ خلیفوں کا اور وہ بھی ادھر ادھر کی بے مکی باتیں ہیں دھوکا اور فریب ہے چنانچہ ناظرین دیکھ لیں گے انشاء اللہ تعالیٰ تمام رسالہ میں فتاویٰ عزیزی کے سوا کسی اور کتاب کا نام نہیں لیا۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ آپ لوگ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان سے ابھی تک کچھ تعلق رکھتے ہیں۔ بعض علماء بدعت تو ان سے کٹ چکے ہیں۔ لیکن ایہ بزرگ عزت کے قابل تو ہم آپ کو مسئلہ نذر عرفی کا جواب شاہ صاحب کے فتاویٰ عزیزی سے سنائیں گے۔ اس کے علاوہ نذر عرفی کا مسئلہ فتاویٰ عالمگیری بحر الرائق، مؤرخ تارا اور فتاویٰ شامی سے عرض کریں گے۔

## نذر کا بیان

نذر لغوی :- اپنے نفس پر غیر لازم چیز کو لازم کرنا۔ انذار کے معنی آگاہ کرنا عالم دنیا (قاہوس) عموماً خطرہ کے موقع میں استعمال ہوتا ہے۔  
نذر شرعی :- کسی نیک کام کو خداوند تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے یا اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ پر لازم کر لینا۔

پہلا نذر مطلق ہے، دوسرا تعلق بشرطیکہ جو منت مانی ہے وہ کام شریعت میں فرض واجب بھی ہو مثلاً نماز، روزہ، حج، خیرات، قربانی وغیرہ۔ کیونکہ نماز کی قسم میں پانچ نمازیں شریعت میں فرض موجود ہیں، اسی طرح روزہ بھی رمضان کا فرض ہے تو روزہ کی منت بھی صحیح ہوئی۔ خیرات حج قربانی وغیرہ سب کی منت صحیح ہے کیونکہ یہ سب چیزیں منت کے علاوہ بھی شریعت میں فرض یا واجب کا درجہ رکھتی ہیں۔ لیکن بیمار پرسی کی منت صحیح نہیں کیونکہ بیمار پرسی شریعت میں فرض واجب نہیں ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کی منت مانی ہے وہ عبادت اللہ آپ کے شاہ ولی العزیز محدث دہلوی کو قربت کی نقطہ سے دیکھا ہے اور میں بھی

دوسرے ذہب، مثلاً وضو نماز کا وسیلہ ہے اس سے اس کی منت لازم نہیں ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ منت اس چیز کی ہو جو فی الحال یا آئندہ اس پر ہو چوتھی شرط یہ ہے کہ جس بات کی منت کی ہے وہ گناہ کی بات نہ ہو۔ (نذر لازم نہ ہوگی رفتاویٰ عالمگیری وغیرہ)

مطلق :- یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے شوق سے اپنے آپ پر بشرطاً نذر کرے کوئی بات لازم کرے مثلاً اتنے روزے رضاہ الہی کے لئے ضرور رکھوں گا، یا رخصت نماز، یا اتنی خیرات وغیرہ۔

مطلق :- یہ ہے، یا اللہ! اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اتنی رکعت نماز کرے گا، یا اتنے مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا، یا فلاں گلی محلہ، یا فلاں مزار پر رہنے کے مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا۔ اگر وہاں مسکین لوگ رہتے ہوں تو کھانا کھلانا واجب ہے، مگر یاد رہے کہ اس میں شرط یہ ہے کہ اس بزرگ کو خوش کرنا، یا اس کا فائدہ حاصل کرنا مقصود نہ ہو، بلکہ بزرگ کا ذکر مسکینوں کی پہچان کے لئے ہے۔ فلاں محلہ کے مسکین، فلاں مسجد کے درویش وغیرہ، اسی طرح فلاں مزار کے لوگوں کو کھانا کھلاؤں گا، یا اگر بزرگ کو خوش کرنا اور اس سے تقرب مقصود ہو تو باطل، حرام اور شرک ہے۔

نذر عرفی :- یہ مولوی محمد عبداللہ صاحب کے لفظوں میں اس طرح ہے کہ :-  
”اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو غوث کے نام کی دیگ دوں گا۔“ یہ حرام ہے اور ناجائز تفصیل آگے دیکھئے حنفی فقہ کی معتبر کتابوں کے حوالے غور سے پڑھئے۔

## نذر کا فائدہ کیا ہے

عن ابی ہریرۃ وابو عمیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنذر ما وفان النذر لا یغنی عن القدر شیئاً و إنما یتخرج بہ من مال البخیل (متفق علیہ)



ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن عمرؓ روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منت نہ مانا کرو کیونکہ منت تقدیر سے نہیں بچا سکتی اور اس کو بدل نہیں سکتی اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ منت کے ذریعہ سے کبھوس ہاتھ سے کچھ مال نکل جاتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ منت تقدیر کو بدل سکتی ہے۔ اس خیال کی تردید میں فرمایا: اس خیال سے منت نہ مانو کہ منت سے تقدیر ٹل جاتی ہے خدا کی تقدیر کو خدا کے نام کی منت بھی نہیں بدل سکتی۔ سخی تو ہر حال میں مال خیر کرتا ہے اور کبھوس کی یہ حالت ہے کہ جب مصیبت نے اس کی گردن کو آگاہ کر دیا تو گناہ منت ماننے پھر اگر خدا کی تقدیر سے اس مصیبت کا ٹکنا مقدر ہے تو بدل جائے گی اور کبھوس کو مال بھی دینا پڑا۔ یہ فائدہ ہے اس منت کا جو اللہ رب العالمین کے نام کی مانی جائے۔ البتہ ادیاء اللہ کی منت سے تقدیر ٹل جانے کا خدا سے ہے کیونکہ چودھویں صدی میں جابلوں کے عقیدہ میں خداوند تعالیٰ اپنی خدا کی بزرگوں کو دے چکا ہے، خدا کی کا نظام بدل چکا ہے، انقلاب انقلاب بھی وجہ ہے کہ بزرگوں کی منتیں ماننے والے ہر مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں، ان میں کوئی بے اولاد نہیں ہوتا، کوئی غریب نادار نہیں ہوتا ہر مصیبت کا علاج ہر مرض کی دوا ڈھونڈ نکالی ہے۔ اور ہر بیمار سے خداوند تعالیٰ سے مانگنے والے خستہ حال ہیں بے اولاد ہیں ناقوں مرے ہیں، کیونکہ خداوند تعالیٰ کو گرفت میں لانا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نذر معلق اگرچہ خداوند تعالیٰ کے نام کی ہو ایک سود بازی ہے۔ واصل مشکلات اور مصائب کے وقت اسلام کی اصلی تعلیم رجوع الی اللہ، استغفار صبر، نماز اور دعا کے متعلق بھی بے نیازی سے فرما دیا نیکشف ماتدعون الیہ ان شاء۔ یعنی اگر خداوند تعالیٰ چاہیں تو تمہاری

مصیبت کھول دیں، نہ چاہیں تو نہ کھولیں۔ نیز ایسے موقع پر حدیث مفید چیز ہے۔ ایک شخص تو وہ ہے جو مصیبت کے وقت رضا و رغبت کے لئے نقد صدقہ دیتا ہے، دوسرا وہ جو خداوند تعالیٰ سے سودا بازی کرتا ہے یا اللہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو کام ہو جانے کے بعد تیرے نام پر صدقہ دوں گا۔ بندگی اور خدائی کے تعلق میں ناظرین غور کریں کہ کونسی صورت زیادہ بہتر ہے؟ پھر اگر منت بھی بزرگوں کے نام کی ہوئی تو مصیبت کے وقت مال میں پھنسا۔

مسنے مسئلہ نذر فقہاء حنفیہ کی کتابوں سے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

الذی یقع للعوام ..... الخ

ترجمہ: اور وہ منت جو اکثر عوام الناس مانتے ہیں اس طرح کہ کسی نیک بندے کے مزار پر جا کر یہ کہتے ہوئے مزار کا غائب پوچھ لیتے ہیں اے میرے آقا! فلاں بزرگ! اگر میرا یہ کام ہو جائے تو تیرے نام پر مثلاً اتنا سونا دوں گا، یا کچھ اور یہ نذر باطل ہے حرام یعنی سب علماء کا اس بات پر اتفاق ہے، اس مسئلہ میں کچھ اختلاف نہیں۔ ہاں اگر یہ لفظ کہے، یا اللہ! میں نے تیری منت مانی ہے اگر تو میرے مریض کو شفا دیوے، یا میرا فلاں کام کر دیوے تو میں کھانا کھلاؤں گا ان مسکینوں کو جو تیرے نذر، یا فلاں بزرگ کے دروازے میں رہتے ہیں، یا فلاں بزرگ کی مسجد میں چٹائیاں خرید کر لے جاؤں گا مثلاً حضرت بلخا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد یا اس مسجد میں جلانے کے لئے تیل بھیجوں گا۔ یا شعا ادا کرنے والوں کے لئے روپیہ بھیجوں گا۔ ایسی چیز جس میں مسکینوں کا فائدہ ہو اور منت اللہ کے یہ ہو اور مسکینوں کا ذکر جگہ بیان کرنے کے لئے ہو تو یہ بائز ہے۔ دیکھو کہ یہ ایسا ہے جیسے فلاں محلہ کے مسکین! اس نذر میں بزرگ



ان غائبی اوقضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین  
السیدۃ نفیسة او الفقراء الذین بیاب الامام الشافعی  
الامام اللیث او اشتری حصراً لمساجدهم او منیتاً لوفود  
الامام لمن یقوم بشاثرها الی غیر ذلک مما یکون فیہ نفع  
الناس والنذر من الله عز وجل و ذکر الشیخ انما هو محل  
لصرف النذر المستحقه القاطنین برباطه او مسجد  
او جامعہ فیجوز بہذا الاعتبار اذ مصرف النذر الفقراء  
والجد والمصرف ولا یجوز ان یصرف ذلک لغنی  
محتاج ولا لشیء من منصب لانه لا یجوز له الاخذ  
بمالہ لیکن محتاجاً فقیر ولا لشیء من نسب لاجل نسبه ما  
للمن فقیرو ولا لشیء من علم لاجل علمه ما لہ لیکن فقیراً ولہ  
الامت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء۔

ترجمہ :- اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ گناہ کی منت صحیح نہیں ہوتی، شیخ قاسم  
نے شرح درر میں فرمایا ہے لیکن وہ نذر جو عوام الناس ملتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ  
میں روزمرہ دیکھنے میں آتا ہے کہ کسی شخص کا کوئی آدمی گم ہو یا بیمار ہو یا اس کو  
ای ضروری حاجت درپیش ہو پس وہ کسی نیک آدمی کے مزار پاس جلتے اور  
علاقہ کو سر پر اٹھاتے رہا سہ باں ہاتھ میں پکڑنے کا درواج ہوتے یا ویسے  
ای کہہ دیتے ہیں اے میرے آقا! فلاں بزرگ! اگر میرا گم شدہ واپس آجائے  
یا میری ضرورت ہو جائے یا میری حاجت پوری ہو جائے تو آپ کو اتنا  
دینا یا اتنی چاندی یا اتنا کھانا یا اتنا پانی سبیل یعنی پھیل گاؤں گا یا اتنی موم  
قبیل قبر پر روشن کروں گا یا اتنا تیل چراغی ڈالوں گا پس یہ منت باطل ہے یعنی  
ناجائز ہے۔ سب علماء کے اتفاق سے۔ یعنی اس مسئلہ میں کسی عالم کا اختلاف

کا نام صرف پہچان کے لئے ہے، لیکن اس منت کا خرچ کرنا مسکینوں  
کے سوا جائز نہیں۔ نہ تو کسی عالم پر بوجہ علم کے خرچ ہو سکتی ہے  
نہ اس بزرگ کے مجاوروں پر لیکن اگر تنگ دست اور مسکین ہوں  
تو جائز ہے۔ اور جب تو نے اس بات کو پہچان لیا تو جو چیزیں  
روپے پیسے وغیرہ لے کر ادیا اللہ کی قبروں پر پہنچائی جاتی ہیں  
ان کو خوش کرنے اور تعلق بڑھانے کی غرض سے، پس یہ حرام ہے  
بالاتفاق یعنی سب علماء امت اس کو حرام فرماتے ہیں۔ کچھ اختلاف  
نہیں۔ ہاں اگر بزرگوں کی قبروں پر کچھ چیزیں جلانے کا مقصد بزرگوں  
سے تعلق بڑھانہ ہو بلکہ وہاں کے مسکین پر رحم کی وجہ سے کچھ لے  
جا کر تقسیم کرے تو جائز ہے بالاتفاق۔

فتاویٰ عالمگیری کی عبارت نعم ہوئی۔ اب دیکھئے بحر الرائق شرح کنز الدقائق

جلد دوم صفحہ ۲۹۸۔

وقد قلنا ان النذر لا یصح بالمعصیۃ فقال الشیخ  
قاسم فی شرح الدرر اما النذر الذی یقع للعوام علی ما  
ہو مشاہد کان یکون لانسان غائب او مریض او لم حاجت  
ضروریۃ فیاتی بعض الصلحاء فیجعل سترۃ علیہ سترۃ فیکو  
یا سیدہ فلان ان سادۃ غائبی او عوفی مریضی اوقضیت حاجتی  
فلک من الذہب کذا او من الفضة کذا او من الطعام کذا  
او من الماء کذا او من الشمع کذا او من الزيت کذا فهذا  
النذر باطل بالاجماع لوجوبہا انہ نذر مخلوق والنذر  
للمخلوق لا یجوز لانه عبادة والعبادة لا تكون للمخلوق ومنها  
ان المنذر سألہ میئت والمیئت لا یجوزک ومنها ان ظن ان المیئت  
یتصرف فی الامور دون الله تعالی فاعتقاده ذلک کفر اللهم  
الا ان قال یا الله الی نذر سألک ان شفیت مریضی او



نہیں اور ناجائز ہونے کی کئی وجوہ ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کی نذر ناجائز ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی خالق کی ہوتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کی نذر مافی ہے وہ میت ہے اور میت کسی چیز کی یعنی دنیا کی چیز کی مالک نہیں ہو سکتی اور ایک وجہ یہ ہے کہ اگر یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ میت کام بناتی ہے نہ اللہ تعالیٰ تو یہ عقیدہ کفر ہے جیسا کہ اکثر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے بزرگوں کو اختیار دے دیا ہے جو چاہیں کریں یہ عقیدہ کفر ہے، ہاں اگر یہ کہے کہ یا اللہ! میں تیری منت مانتا ہوں، اگر تو میرے مریض کو شفا دے، یا میرے گم شدہ کو واپس لاتے، یا میری حاجت پوری کرے تو میں کھانا کھلاؤں گا ان غریبوں کو جو ستیدہ نفیس کے یا جو امام شافعی کے دروازہ میں رہتے ہیں یا امام بیٹ کے دروازہ میں یا ان بزرگوں کی مسجد کے لئے چٹائیاں اور روٹی کے لئے تیل خرید کر بھیجوں گا، یا ان مسجدوں کے خدمت گزاروں کو اتنے روپے دوں گا جس میں نفع ہو مسکینوں کا اور نذر ہو اللہ تعالیٰ کی، اور بزرگ کا ذکر صرف اس لئے کیا ہو، کہ مزار کے پاس جو مسجد یا مدرسہ، یا مسافر خانہ ہو اس میں رہنے والے مسکینوں پر منت خرچ کرنے کا نشان پہچان بیان کیا ہے پس اس اعتبار سے بزرگ کا نام لینا جائز ہے یعنی منت میں بزرگ کا لفظ صرف پہچان کے لئے آیا ہے۔ بزرگ کا منت سے کچھ تعلق نہیں، اگر بزرگ کے لحاظ سے اور بزرگ کو خوش کرنے کے لئے وہاں کے مسکینوں کو دے تو حرام ہے۔ کیونکہ نذر عبادت الہی ہے اس میں کسی کو شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نذر کا مصروف مسکین ہیں اور مسکین یہاں موجود ہیں۔ اور جائز نہیں کہ منت خرچ کی جائے دولت مند پر جو محتاج نہ ہو اور کسی شریف منصب یعنی معزز عہدہ دار پر افسر و عہدہ پر کیونکہ منت کا مال لینا حلال نہیں ہے جب تک محتاج اور فقیر نہ ہو، اور جائز نہیں کہ منت خرچ کی جائے کسی قوم کے آدمی

کو جو نے کی وجہ سے مثلاً اپنی برادری یا کوئی خاص برادری جب تک غریب اور جائز نہیں کہ منت خرچ کی جائے کسی علم والے پر علم کے لحاظ سے جس تک غریب نہ ہو ورنہ ہاں لوگ منت کی چیز برادری میں بھی تقسیم کرتے ہیں امام مسجدوں اور علماء کو بھی دیتے ہیں، منت ادا نہیں ہوتی اور نذریت کا دولت مندوں پر خرچ کرنا ثابت نہیں۔

ناظرین! یہ مقام غور ہے۔ منت میں بزرگ کا ذکر اس طرح تو آ سکتا ہے جس طرح مسجد مدرسہ، مسافر خانہ اور گلی محلہ کا پتہ دینا ہوتا ہے لیکن منت کی چیز سے بزرگ کو خوش کرنا حرام ہے۔ پہلے زمانہ میں رواج تھا کہ بادشاہان اسلام کسی بزرگ کی قبر کے پاس ایصالِ ثواب کے لئے مسجد، مدرسہ، مسافر خانہ بنادیتے تھے، وہاں مسافر طالب علم رہتے تھے لوگ منت ماننے کے وقت پہچان کے طور پر بزرگ کی مسجد وغیرہ کہہ دیتے تھے۔ نام رکھنے میں اگر پہچان کی غرض ہو تو ہرج نہیں ہے جیسے فلاں شخص کا مکان وغیرہ۔ آج کل بھی اولاد اللہ کی قبروں پر لوگ رہتے ہیں مگر بریلویوں کی شامت اعمال سے نذر عرفی لکھاتے ہیں جس کی برکت سے بھگت رہتے ہیں۔ کون سا مری گناہ ہے جو آج کل مزارات پر نہیں ہوتا۔ بد معاشی، شراب نوشی اور جرائم کے اڈے بن چکے ہیں رات دن گانا بجانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے احکام شریعت میں اس کو حرام لکھا ہے، یہ ساری برکتیں مولوی محمد عبداللہ صاحب کی نذر عرفی (بزرگوں کی منت) کی ہیں۔ درخت کو بھل سے پہچانو! اور خدا کا خوف کرو۔ تمہارے اس فتویٰ نے قوم کا ایک حصہ مغلوں کو دیا ہے مشرکانہ عقیدہ کی ناپاک چیز کو بزرگوں کا تبرک کہتے ہو کیا اولیاء اللہ کو شرک سے نفرت نہیں ہے؟ کیا وہ تمہاری پیش کش کے بھوکے ہیں؟ جو لوگ مزارات پر ہمیشہ رہتے ہیں اور دن رات ایسی نذریں لکھاتے ہیں وہ گندگی کے ذخیرے بن چکے ہیں، بد اخلاقی کے سنٹر ہیں، نہ آدر چیزوں کے ٹھیکیدار ہیں، محکمہ آبکاری کو اسی فیصد



جرائم ان کے ہاں دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر سال قوم کے ہزاروں لاکھوں پاکیزہ فطرت بچوں کو انیم پوس، چندو کی لاگ لگا ہے ہیں۔ جب کسی شریف خاندان کا نو بہال ان ظالم ٹاکوؤں کے ہاتھ چڑھ جاتا ہے تو والدین اپنی امیدوں کا خون ہوتا دیکھ کر بے ساختہ پٹیتے ہیں، مگر یہ نہیں سمجھتے کہ شاید وہ پودا بے سمجھی میں ہم نے ہی لگایا ہو جس کا پھل ہمارے گھر میں آج پہنچا ہے

یہاں پہنچ کر ہم بریلوی دوستوں سے ایک بات پوری بنجیدگی سے پوچھتے ہیں کہ اولیاء اللہ جو آپ کے خیال میں کارخانہ قدرت کے مالک ہیں جن کے اشارے سے ہلکتی بدلتی ہیں، اولاد، رزق، مرغا جینا ان کے بس میں ہے تو کیا اپنے مزارات کو ان گندگیوں سے پاک نہیں کر سکتے؟ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یا تو یہ کہو کہ خدا کے مقبول بندے خداوند تعالیٰ کی عنایات اور انوار و برکات میں مستغرق ہیں ہماری گندی دنیا سے ان کو کیا غرض۔ اور اگر زہد و ریاض و حصول کرتے ہیں پھر رشوت پر بھی کام کرتے ہیں تو ذرا اپنا گھر بھی صاف رکھا کریں یہ چراغ کے نیچے اندھیرا کیوں ہے؟ بریلویوں کے بابائے اعظم کے سامنے یہ سوال پیش ہوا ہے، اس کا ہم شریعت میں ذکر آیا ہے۔ مگر جواب کیا دیتے ہناک یہ باتیں درمیان میں آئیں اب ذرا پیچھے چلیے بھرا لائق کا حوالہ بھی جاری ہے فقیر کا علامہ زین الدین ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ مذکور مخلوق کے متعلق فرماتے ہیں:-

للاجتماع علی حرمة النذر للمخلوق ولا یعتقد ولا تشتغل الذمۃ بہ ولا ینہ حرام بل سحت ولا یجوز لخدام الشیخ اخذہ ولا اکلہ ولا التصرف فیہ بوجہ من الوجوہ الا ان ینتفع فقیراً اولہ عیال فقراء عاجزون عن الکسب وھم مضطرون فلخذہ ایضاً مکرمۃ ما لم یقصد بہ النادر التقرّب الی اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ:- کیونکہ مخلوق کی منت حرام ہونے پر سب علماء متفق ہیں کسی کو انتہا

اور یہ منت بھی لازم نہیں ہوتی ماننے والے کے ذمہ پر کچھ نہیں آتا، اور منت نہ ہو کر حرام ہے بلکہ تحت ہے۔

منت کے معنی شرمناک کام، اور جڑ سے اکھاڑی ہوئی چیز اور رشوت راز و منہ و مفادات راغب (یعنی شرمناک فعل ہے، موجب ننگ و عار ہے۔ شرم!) اور اس بزرگ کے مزار مسجد وغیرہ کے متولی کو اس منت کا لینا بھی جائز نہیں تھا، اسی جائز نہیں، اور اس میں کسی طرح کا تصرف یعنی لے کر کسی کو دنیا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر محتاج ہو، اور اس کے ذمہ پر جن مساکین کا بوجھ ہے وہ کام کرنے کی طاقت رکھتے ہوں، اور بھوک سے مضطرب یعنی بے بس اور لاچار ہوں پھر بھی اس منت کی چیز کا لینا ناپسند ہے جب تک منت ماننے والے نے قرب الہی کی نیت نہ کی ہو۔

مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کی منت میں جو شرک کی وجہ سے پلیدی اور حرمت پیدا ہوتی ہے وہ مردار وغیرہ سے زیادہ ہے۔ اضطراری حالت میں جب انسان بھوک سے جاں بلب ہو تو مردار وغیرہ کو بقدر ضرورت کھانے کی اجازت ہے، لیکن یہ غیر اللہ کی منت پھر بھی ناپسند اور قابل کراہت و نفرت ہے علماء اسلام اور فقہاء کرام کا دینی جذبہ، اور اسلامی غیرت قابل غور ہے کہ بزرگوں کی سیول ویوں کی منت کو مردار سے بھی بڑھ کر ناپسند یا خود ابناء کرام اور اولیاء اللہ کی منت سے بھی بڑھ کر ناپسند و کراہت والا ہے اور رشول کریم بھی عیور ہیں۔

وَصَرَفَہُ لِلْفَقْرِ اَوْ یَقْطَعُ یعنی مردار سے بھی بدتر ہے جب تک رضا الہی النفل عن نذر الشیخ کا حصول، اور کمینوں پر خرچ کا جذبہ، اور بزرگ کی نذر سے قلع نظر نہ کرے۔

یعنی منت کو حلال کرنے کی تین شرطیں ہیں: خداوند تعالیٰ سے نزدیک اور اللہ قریب ہونے کا جذبہ، مسکینوں اور غریبوں پر رحم و کرم کا جذبہ، قسری شرط علی



ہے یعنی نذر ماننے والے کے دل میں بزرگ کی نذر کا خیال بالکل نہ ہو، ورنہ حرام ہو جائے گی۔ آگے دیکھئے :-

فاذا علمت هذا اضمأ لؤخذ  
من الدر احم والشمع والزيت  
وخبرها وينقل الى ضوايح  
الاولياء تقرباً اليهم فحرام  
باجتماع المسلمين ماله يقصد  
بصرفها للفقراء الاحياء  
قولاً واحداً -  
(بجرائق کی عبارت ختم ہوئی)

یعنی اگر یہ نیت ہو کہ وہاں کے مسکین تکلیف زدہ ہیں تو جائز ہے۔ اگر بزرگ کی منت مانی تو ماننا بھی حرام ہے جانا بھی حرام، وہاں کے لوگوں کے واسطے اسے ہاتھ لگانا یعنی تقرب بھی حرام، لے کر کسی کو دینا بھی حرام اور بھوک سے مرتے ہوں پھر بھی ان کے واسطے مردار سمجھ کر کھانا بھی ناپسندیدہ فعل رہے۔ ہمارے حنفی بلکہ چکر حنفی بھائیوں کے لئے یہ مقام قابل غور ہے۔ بحجراتی فقہ حنفیہ کی معتبر ترین کتاب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، درمختار، فتاویٰ شامی اور بہت سی منبرجات ہیں اس کے پیچھے چلتی ہیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے احکام شریعت اور دوسرے رسائل میں اس کتاب کا قدم قدم پر حوالہ دیا ہے۔ اس حوالہ میں نذر کے متعلق کتنی باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ اسے بزرگ اگر میرا کام ہو جائے تو میرے نام کی یہ چیز دوں گا۔ علماء کے کے اتفاق سے باطل ہے، حرام ہے، نذرناک ہے۔

مگر مولوی عبداللہ صاحب رسالہ نذر و یاس کے ص ۱ پر لکھتے ہیں :-  
”شأنه ان یکره ان یرسل فلان کام ہو گیا تو غوث کے نام کی دیگ پکاؤں گا۔ یہ بالکل

دیکھتے دین کے مالک بنے بیٹھے ہیں حنفی بلکہ شافعی، مالکی، حنبلی، تمام علماء  
مگر مولوی عبد اللہ صاحب بالکل جائز کہتے ہیں۔ حضرت اکیا  
کی نہیں؟ یہ باطل اور حرام وغیرہ وغیرہ کس چیز کو کہا جا رہا ہے؟ ایصال ثواب  
اس سے کیا تعلق ہے؟ اگر میرا کام ہو جائے تو ایسا کروں گا۔ یہ الفاظ کدھر  
ہیں؟ کیا شریعت میں ایصال ثواب کے لئے یہ الفاظ کہیں آئے ہیں؟  
ثواب کا حوالہ دیجئے۔ ایصال ثواب کے الفاظ کیا ہیں؟ اور یہ بھی واضح فرمائیے  
ان کی منت سے تقرب الہی کس طرح حاصل ہوتا ہے؟ اس کے متعلق  
ان حدیث اور فقہ کی دلیل کیا ہے؟

۲۔ یا اللہ اگر تو میرا کام کر دے تو میں عام مسکینوں کو یا کسی خاص گلی  
میں مسجد مزار کے مسکینوں کو اتنا کھانا کھلاؤں گا۔ یہاں اس بزرگ کا نام  
ان سے نہیں ہے کہ اسے خوش کرنا ہے یا نذر کے ذریعے ان سے تعلق  
ایصال کے طریقے اور یہیں نیکیاں کرو اور نیکیوں کے واسطے دعا کرو وغیرہ۔  
ان حدیث میں شریک ہونے کے وہ خواہش مند نہیں ہیں۔ بلکہ بزرگ اور ولی  
۱۰۰ مساکین کا کھانا مقرر کرنے کے لئے ہے چونکہ اس میں شرک کی ملاوٹ  
اس لئے جائز ہے۔

۳۔ اس سے پہلے فتاویٰ عالمگیری کی عبارت کا حوالہ گزر چکا ہے تقریباً یہی  
فقہون فقہ حنفیہ کی معتبر ترین کتاب درمختار میں موجود ہے۔ فتاویٰ شامی جلد ۲  
پر بحجراتی کی بھی عبارت تمام کی تمام موجود ہے۔ اختصار کے لئے اندراج  
کیا گیا۔ نیز یہی عبارت انہم الفائق میں موجود ہے (بحوالہ بحران) اب یہاں  
چیزیں ہیں :-

۱۔ کسی بقول بارگاہ کے تو تسل سے دعا مانگنا۔ اس کا بیان آگے آئے گا۔  
۲۔ ایصال ثواب :- ثواب پہنچانا۔ اس کا طریقہ نذر سے الگ ہے۔ اس کا بیان آگے



۳۔ تیسری چیز نذر ہے۔ یہ خداوند تعالیٰ سے خاص ہے۔ اس میں ایصالِ ثواب کی گنجائش نہیں۔ ثواب بھیجنے کو نذر کرنا تو عرف میں کہہ سکتے ہیں نذر ماننا نہیں کہہ سکتے۔ آپ نے نذر ماننا کہا ہے۔ دیکھئے ص ۷

”لوگ حضرت پیران پیر کی منت مانتے تھے، اور اگر میرا کام ہو جائے تو میں خوش کے نام کی دیگ پکاؤں گا“

یہ ایصالِ ثواب نہیں ہے۔ یہ نذر حرام ہے قطعاً۔ ایصالِ ثواب کا یہاں سے سیکھا؟ ذرا بتائیے تو؟

آپ نے بلکہ آپ کی جماعت نے ان باریکیوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے تین چیزوں کو گڈمڈ کر دیا۔ توحید کا مستند سخت نازک ہے، سخت احتیاط چاہیے۔ اب ہم آپ کو فتاویٰ عزیزی کی سیر کرائیں گے۔ فتاویٰ عزیزی ص ۱۱۰ زندہ کی منت الخ

”مستحانی وغیرہ جو بطور منت ہوں ان کا کھانا قریب حرام ہے۔ بشرطیکہ غیر اللہ کی نذر کی نیت ہو۔ جیسا شیخ سدو کے لکھنے اور شیخ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی سہمی وغیرہ“

مصنف نذر اولیاء کی خدمت میں گزارش ہے کہ رسالہ نذر اولیاء کے پر جتنی چیزیں آپ نے بیان کی ہیں، ان کو اس حکم میں کیوں نہ شامل کیا جائے شیخ سدو کے لکھے، بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی سہمی، غوث الاعظم کی گیارھویں حضرت امام جعفر صادق کا کوٹہ، حضرت سیدہ فاطمہ کی کھیر، میلاد شریف کی شہداء اصحاب کبف کا توشہ وغیرہ وغیرہ۔

شاہ عبدالعزیز نے جس اصول کے مطابق حضرت بوعلی قلندر کی سہمی کو حرام کے قریب فرمایا ہے یعنی غیر اللہ کی نذر، اس اصول میں یہ سب چیزیں داخل ہیں یہ

سنہ اس لئے کہ گیارھویں جب منت کے طور پر ہو تو حیناً حرام ہے۔ ایصالِ ثواب معاشرت

اور وہی ماحول ہے وہی شرک کے جذبات ہیں، بلکہ بہالت اور دین کے نام کی کچھ زیادہ ہمزہ ہی ہے، بھلا جس خدا کے ہاتھ میں کچھ اختیار نہ ہو، اس کے تاج کی طرح فرضی خدا ہو، اس کی عزت کون کرے؟ اس کی عزت ماننے والے؟ ایسے ماحول میں غیر اللہ کی نذر ماننے والے جب نفعوں میں حصہ لے لیں تو ان کا نام لینا بزرگوں کی بے ادبی سمجھتے ہیں کیا نیت اور ارادہ میں یہ گوارا کریں گے۔

اس یگریت کی پوجا تو کافر جو پھڑکے بیانا خدا کا تو کافر  
کھائے آگ پر ہر سجدہ تو کافر کو اکب میں ملے کر شہر تو کافر  
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں!

پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں  
لی کو جو چاہیں خد اگر دکھائیں بزرگوں کا ترسہ نبی سے بڑھائیں  
اور بدن رات نڈیں پڑھائیں شہیدوں سے جا بکے ٹانگیں عائیں

نہ توحید میں کچھ غلط اس سے آئے  
نہ اسلام بگڑے، نہ ایمان جائے (حالی)  
فتاویٰ عزیزی جلد دوم ص ۱۵۱ مالگیری، در مختار، بحر الرائق شرح کوثر الرائق  
الطائف کا حوالہ دیکھئے۔

اضافہ مجددیدہ

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی، ولی، جن اور فرشتہ کی نذر تمام

علمائے اہل سنت باطل اور حرام فرماتے ہیں

محمد بھارائق کے بعد کسی حوالہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ بریلوی علماء اس



مسند میں اندھیری جگہوں کے چور کی طرح سر جھپا کر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن مزید وضاحت کے لئے فتاویٰ درمختار اور فتاویٰ شامی کی تصدیق پڑھ لیجئے، حنفی مذہب کا مشہور فتاویٰ درمختار روزہ کے بیان کے اواخر میں لکھتا ہے:-

”اے مسلمان! تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ اکثر عوام الناس جو مرنے والوں کی منت مانتے ہیں، اور جو روپے پیسے، یا مومن تیاں اور تیل وغیرہ لے کر لوگ ادیار کرام کے مزارات پر ان کا قرب حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ باطل اور حرام ہے۔ ہاں اگر ان کا مقصد یہ ہو کہ وہ مل جو سکین رہتے ہیں ان پر صدقہ کرنا ہے تو جائز ہے اور اگر بزرگوں سے تعلق پیدا کرنا مقصود ہو تو یہ باطل اور حرام فعل ہے، اور اس زمانہ میں لوگ اس مرض میں سخت مبتلا ہیں، علامہ قاسم نے اپنی کتاب شرح در المنہاج میں اس مسئلہ کو بہت کھول کر بیان کیا ہے۔ (رواضح رہے کہ علامہ قاسم کی عبارت وہی ہے جو آپ ابھی بھرا لائق کے حوالہ میں پڑھ چکے ہیں) اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عوام الناس اگر میرے غلام ہوں تو میں ان کو غلام بنانا بھی پسند نہ کروں بلکہ آزاد کر دوں اور اپنا حق وراثت بھی ان کو معاف کر دوں یعنی ہر قسم کا تعلق ختم کر دوں، کیونکہ وہ ہدایت قبول نہیں کرتے، اور دوسرے لوگوں کو بھی بدنام کر دیتے ہیں، اور مختار کی عبارت ختم ہوئی۔

علامہ شامی اس عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”منت ماننے کا مرض خاص طور پر تپید احمد بدوی کے مزار پر بہت بڑھ گیا ہے“

نیز علامہ شامی حضرت امام محمد کے قول کی شرح میں فرماتے ہیں:-

حنفی فقہ کی مشہور و معروف کتاب النہر الفائق میں اس کی شرح یوں بیان کی گئی ہے:-

لا یخفی علی ذوی الالفہام ..... انا  
عقل مندوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت امام محمدؒ کی مراد اس کلام سے کہ عوام الناس جاہلوں کی بہت سخت برائی بیان کر رہے ہیں اور یہاں سے ہر قسم کا تعلق ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ غلام کو آزاد کرنے سے جو حق وراثت ثابت ہوتا ہے وہ بھی ختم کر دیا جائے، یہ اس لئے کہ بزرگوں کی منت ماننے والے سخت جاہل ہوتے ہیں بہت سے شریعت کے احکام کو بگاڑ دیتے ہیں اور بزرگوں سے تعلق اور محبت ایسے طریقے سے کرتے ہیں جو باطل اور حرام طریقہ ہے پس یہ یعنی پیر پرست اور قبر پرست (لوگ جانوروں کی طرح ہیں۔ اہل علم ان کی وجہ سے بدنام ہوتے ہیں اور ان کی شرمنگ حرکتوں سے بیزاری کرتے ہیں جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے کہ وہ حضرات بھی ایسے رشتہ داروں اور بیگانوں سے بیزاری کا اعلان فرماتے ہیں جو اللہ کے دین کی مخالفت کرتے ہیں پس اے مسلمان! تو ہماری بات کو سمجھ لے والسلام۔ فتاویٰ شامی ص ۱۵۱

ماقرنین: حضرت امام محمدؒ فقہ حنفی کے بانی اول ہیں۔ بریلوی حضرات پر ان کا شبنک لہجہ اور سخت ترین بیزاری کے الفاظ پھر اس کی شرح میں فتاویٰ شامی کی اس قدر بوجھل کے بعد بھی اگر بزرگوں کی منت ماننے والوں کو نصیحت نصیب نہ ہو تو ہم سمجھ لیں گے کہ جانور کو سکھانا بھی مشکل ہے۔ اور جانور کا لفظ فتاویٰ شامی کی عبارت میں آپ نے پڑھ لیا حنفی فقہ کی یہ عبارتیں اتنی صاف اور واضح ہیں کہ بریلوی علماء اس موقع پر سر پیٹتے رہ جاتے ہیں، مولوی محمد عمر صاحب مقیاس حنفیت طبع اول ص ۲۹ پر اس بات کو تمان گئے کہ بزرگوں کی منت مساکین کا



حق ہے۔ دوسرا شخص نا اہل کھائے گا تو مساکین کی حق تلفی ہوگی لیکن یہ نہ سوچا کہ نذر نیا ز اگر مساکین کا حق مان لیا جائے تو بریلوی مذہب کی خوراک کیا ہوگی؟ بریلوی حضرات اس معاملہ میں ان کو احتجاج سے معاف فرمائیں۔ کیوں کہ مولوی صاحب ان عوام کے نمائندہ ہیں جن کو علماء حنفیہ نے جانوروں سے تشبیہ دی ہے یہاں نذر کا مسئلہ بیان کرتے وقت مولوی صاحب فقہ حنفی کی عوام پر خدید بوجھاؤ دیکھ کر بدحواس نظر آتے ہیں اور بچنے کی راہ یہ نکالی کہ:-

فتاویٰ رملیہ سے معلوم ہوتا ہے علماء حنفیہ کی اس قدر سختی صرف اُن مجاوروں پر ہے جو زبردستی سے منت کا مال وصول کرتے تھے:-

ناظرین! خدا کے لئے انصاف سے سوچیں بڑی معتبر کتابوں سے حوالہ آپ پڑھ چکے ہیں کہیں مجاوروں کی سختی کا ذکر آیا ہے؟ حضرات علماء حنفیہ تو ان لوگوں پر برس رہے ہیں جو تیل، سوم بٹیاں، روپے پیسے ٹھکانی وغیرہ لے کر ادیار کرام سے تعلق بڑھانے کے لئے ان کے مزارات پر جاتے ہیں۔ بہر حال فتاویٰ خیر الدین رملی کی پوری عبارت بھی حاضر ہے، بریلوی حضرات غور فرمائیں کہ اللہ کے دین میں ان کا مقام کیا ہے؟

سوال :- بعض لوگ انبیاء اور اولیاء کے نام کی مفتیں وصول کر لیتے ہیں اور ان کا یہ خیال ہے کہ یہ ہمارا حق ہے اس لئے کہ ہم درگاہ کے منتظم ہیں یا اولیاء اللہ کے رشتہ دار ہیں کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ادیار کرام کی نذر دہن کے وصول کرنے میں ایسے لوگ بھگڑتے ہیں جو ان کی اولاد ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں کئی دفعہ ایسے دلائل پیش کرتے ہیں کہ جاہل قاضی اس دعویٰ کو صحیح سمجھ لیتے ہیں اور فیصلہ بزرگوں کی اولاد کے حق میں دے دیتے ہیں۔ کئی دفعہ یہ منت کا مال ایسے دو شخصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے جو اولاد ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں تو اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

جواب :- اس مسئلہ کے متعلق شیخ الاسلام شیخ محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ منت ماننا صحیح نہیں ہوتا جب تک اس کام کی مجلس میں

۱۔ مقصود موجود نہ ہو کیونکہ بندہ کو احکام بخیر کرنے کا حق نہیں ہے ہاں جس قسم کی چیزوں کو خداوند تعالیٰ نے واجب ٹھہرایا ہے ان کو منت کے ذریعہ سے واجب ٹھہرا سکتا ہے اس لئے کہ صحیح منت کا ادا کرنا واجب ہے (تو جان منت کا ادا کرنا اس صورت میں ضروری ہو جاتا ہے جب کہ وہ کام جس کی منت مانی ہے گناہ کا کام نہ ہو اور اس کی جنس میں واجب موجود ہو اور یہ کام واجب مقصود ہو پس جو کام گناہ کا ہو اس کی منت ماننے سے لازم نہیں آتی اور سیمار پرسی کی منت بھی لازم نہیں ہوتی اس لیے کہ یہ چیز شریعت میں واجب نہیں ہے کہ وضو کی منت بھی لازم نہیں ہوتی کیونکہ وضو مقصود عبادت نہیں بلکہ مقصود نماز ہے۔ اگر کسی شخص نے گناہ کے کام کی منت مانی تو اس کو کرنے سے گناہ گار ہو گا اور نہ کرنے سے قسم کا کفارہ دینا پڑے گا، ناظرین! اس کے علاوہ خیر الدین رملی نے در البجاری کی وہ پوری عبارت لکھی ہے جو آپ بحر الرائق کے حوالہ میں پڑھ چکے ہیں اس لیے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں) آگے فرماتے ہیں:- یہ سارا مضمون پڑھنے سے واضح ہو گیا کہ عوام الناس جو شیخ مروان بن علی شیخ مرفیہ بل وغیرہ بزرگان دین کی منت مانتے ہیں یہ منت درست نہیں ہے اور نہ ہی اس کو ادا کرنا لازم ہے اور نہ ہی کسی درگاہ کا مجاور اس کو صحیح منت سمجھ کر لے سکتا ہے کیونکہ یہ منت ہی غلط ہے۔ لیکن اگر کوئی مسکین اس کو مدد خیرات سمجھ کر لے لیوے تو درست ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مجاور کے سوا اگر دوسرا آدمی مدد خیرات سمجھ کر لیوے تو مجبور اس کے چھیننے کا حق نہیں رکھتا، ہاں اگر منت ماننے والے نے یہ منت مانی ہو کہ فلاں درویش کے مزار پر جو مسکین بستے ہیں ان کو کھلاؤں گا تو مجاور بھی غریب ہونے کی صورت میں کھا سکتا ہے کیونکہ یہ منت صحیح ہے (یہاں تک علامہ خیر الدین رملی نے شیخ الاسلام کے رسالہ کا خلاصہ لکھا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں:- میں کہتا ہوں اس حرام چیز یعنی بزرگوں کی منت جس کے حرام ہونے پر تمام علماء دین کا اتفاق ہے کو ایک جماعت نے سباج







وجہ سے شفا حاصل ہوئی اسی واسطے حدیث میں آیا کہ منت تقدیر کا مال نہیں سکتی صرف کنجوس کی جیب سے مال نکالتی ہے۔ لیکن جو منت سادہ اور بے غرض ہو مثلاً کوئی شخص بیکسی غرض کے یوں ہی کہے کہ میں نے منت مان لی اور اپنے آپ پر بلا وجہ لازم کر لیا کہ اتنے روزے رکھوں گا، یا اتنا صدقہ دوں گا، یا اتنے نفل پڑھوں گا، تو یہ خاص ثواب کا کام ہے۔ حدیث میں اس سے منع نہیں کیا گیا۔ دیکھو حاشیہ بحوالہ الرائق ص ۵۵

بحوالہ الرائق اور حاشیہ شامی کی عبارت سے ظاہر ہوا کہ مشروط منت جب مالوں رواج ہے بزرگوں کی تو کجا خداوند تعالیٰ کے نام کی بھی ماننا منع ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”چونکہ لوگوں کو نفع حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کے لئے منت ماننے کی عادت ہو چکی ہے اس لئے آپ نے منع فرمایا مطلب یہ ہے کہ منت کو تقدیر بدلنے والی نہ سمجھیں، درحقیقت ممانعت اس وجہ سے ہے مطلق نذر ممنوع نہیں ہے (بلکہ معلق اور مشروط) کیونکہ مشروط منت کنجوسوں کا کام ہے۔ سخی جب قرب الہی چاہتا ہے تو فوراً خیرات کرتا ہے کنجوس کا نفس بلا غرض اور بلا معاوضہ ہاتھ سے کچھ دینے پر راضی نہیں ہوتا۔“ اشعۃ اللمعات ص ۱۲

نمازت ہو کہ منت خداوند تعالیٰ کی بھی ہو لیکن اگر کسی شرط سے وابستہ ہو مثلاً فلاں کام ہو جائے تو اتنا مال اللہ کے نام دوں گا۔ خود غرضی اور سوداگری ہے شریعت میں ناپسندیدہ فعل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کبار میں اس کا رواج بالکل ختم ہو گیا حدیث کی کتابوں میں نذر معلق کی مثالیں ڈھونڈنے سے نہیں ملتیں۔ بریلوی معلم کی عادت ہے کہ نذر معلق کو ثابت کرنے کے لئے ہمیشہ نذر مطلق کی حدیثیں پیش کر دیتے ہیں بریلوی حضرات تمام حدیث کی کتابوں میں نذر معلق کی کوئی مشروط

مال پیش کریں جو ذاتی اغراض کے لئے ہو۔ ہاں یہ بات مسلم ہے کہ نذر معلق اگر کوئی مال مان لیں تو منعقد ہو جاتی ہے کام ہو جانے کے بعد اس منت کو پورا کرنا لازم ہے۔ لیکن ایسی منت ماننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔ اب یہ سوچنا آپ کا کام ہے کہ بزرگوں کی منت کا درجہ کیا ہوگا؟

## ایصال ثواب کا ایک ضروری اصول

فتاویٰ عزیزی صفحہ ۹۳

سوال: سید بیچ الاول کے مہینہ میں خداوند تعالیٰ کی رضا کے لئے کھانا پکانا اور اس کا ثواب حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ترحم مبارک کو، یا محرم میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے اہل بیت اطہار کو پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ۱۔ انسان اپنے کام میں مختار ہے کہ اپنا ثواب بزرگوں کے لئے کر سکتا ہے لیکن اس کام کے لئے وقت، دن اور مہینہ مقرر کر لینا بدعت ہے۔ ہاں اگر یہ کام ایسے وقت میں کریں کہ اس میں ثواب زیادہ ملتا ہے مثلاً ماہ رمضان کو اس میں مومن کے مل کا ثواب دوسرے مہینوں سے ستر گنا زیادہ ہو جاتا ہے تو ہرج نہیں ہے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے لوگوں کو اس کام پر رغبت دلائی ہے بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ ”اللہ وجہ اور جس چیز پر صاحب شریعت کی ترغیب اور وقت کی تعیین نہ ہوا وہ کام بے فائدہ ہے اور حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی مخالفت ہے، سنت کی مخالفت حرام ہے پس ہرگز یہ کام جائز نہ ہوگا۔ اور اگر کسی شخص کا دل چاہے کہ سید بیچ الاول یا محرم میں ثواب پہنچاؤں، تو پوسیدہ خیرات کرے تاکہ نمود اور عافیت نہ ہو، مطلب کہ رسم نہ بنے۔

اس حوالہ سے چند باتیں معلوم ہوئیں:-



۱۔ ایصالِ ثواب یعنی ثواب پہنچانا جس کو آپ نذر معرفی کہتے ہیں۔ اس کا صحیح نام یہ ہے اللہ کے نام پر کھانا پکانا اور اس کا ثواب مہینہ دن وقت کی خصوصیت سے الگ ہو کر حضورؐ پر اور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے اہل بیت وغیرہ متعلقین کو بھیجنا۔ کسی شخص نے سوال کیا ہے کہ عوام انسان سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر ماہ ربیع الاول میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں اس خیال سے کہ اس ماہ میں ولادت اور وفات شریف ہوتی ہے اسی طرح حضرات اہل بیت رضوان علیہم اجمعین پر محرم میں مصیبت گزری ہے اس خیال سے لوگ محرم میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں یہ کیسا ہے؟ شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ بدعت ہے اس کی بجائے رمضان کی فضیلت چونکہ حدیث سے ثابت ہے اس لئے رمضان میں ربیع الاول اور محرم سے مترگنا ثواب زیادہ ہوگا۔

۲۔ فضیلت قیاسی چیز نہیں روایتی چیز ہے۔

۳۔ جس کام کو صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے مقرر فرمایا ہو اسے مقرر کر لینا فضول ہے بے فائدہ ہے بلکہ خلافِ سنت ہے اور سنت کی نفی عوام ہے۔ پس ناجائز ہے اسے کام مقرر نہ کئے جائیں اگر نہ ہوں تو دل میں نیت کر کے خاموشی سے کروئے جائیں تاکہ رسم نہ پڑے۔ مگر یہ اعتقاد رکھنا غلط ہے کہ اس مہینہ میں ضروری ہے یا بہتر ہے بہتر تو رمضان میں ہے۔ دن مقرر کرنے کی بات چل پڑی تو سب سے ہاتھوں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا حوالہ بھی قبول فرمائیے۔

ما ثبت بالمتن صفحہ ۱۶۹

”میں کہتا ہوں کہ میں نے شیخ امام عبدالمطلب متقی سے مقررہ دنوں میں عرس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ مناسک کے طریقے اور عادات ہیں اور ان کی اس میں کچھ نئی باتیں ہیں۔ میں نے کہا باقی دنوں کو چھوڑ کر اس دن کو مقرر کر لینا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ

”امام سنت ہے پس دن مقرر کرنے میں جو اعتراض ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے نظائر بھی موجود ہیں۔ پس یہ عرس مطلقاً نہ ماننا نوازی ہے اس لئے تو سنت ہے اور دن کی خصوصیت کی وجہ سے بدعت ہے۔ پھر فرمایا کہ بعض پچھلے لوگوں نے مناسک عرس سے کہا ہے کہ جس دن بزرگ جناب الہی میں پہنچتے ہیں اُس دن اہل بیت اور نورانیت کی توقع زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت دوسرے دنوں کے۔ پھر شیخ نے تھوڑی دیر میں تھکا کر سوچا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا، ”اے زمانہ میں تو ان چیزوں سے کوئی چیز بھی نہ تھی صرف پچھلے لوگوں نے ان چیزوں کو پسند کیا ہے۔“

”عرس کے جواز کی یہی صورت بتائی کہ ہمارا نوازی عام سنت ہے وہ دن کی خصوصیت سے بدعت بن سکتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آج کل جو لوگ عرس مناتے ہیں وہ تو دنوں میں سنت مراد اور شرک کے انبار لے کر جاتے ہیں۔ عام ہمارا نہیں؟“

”اسی بات یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے استاد نے غور سے بعد جوابات ارشاد فرمائی ہے وہ بہت فیصلہ کن ہے کہ پہلے مبارکے نام کے دن میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی یہ چیزیں پچھلے لوگوں نے پسند کی ہیں اور پچھلوں نے اپنا وار ہیں۔“

اب ہم بریلوی حضرات سے عرض کرتے ہیں کہ تمہاری تاریخ پیدائش معلوم ہو۔ جب سے یہ چیزیں پیدا ہوئی ہیں اسی وقت سے بریلوی پیدا ہوئے اور ان کے صاحبین کے ذہن میں یہ چیزیں نہ تھیں تو بریلوی کہاں تھے؟ پھر تم اہل سنت کی منہ سے کہلاتے ہو؟ تمہارے پیر بزرگ تو تمہیں نئی پود بتلا رہے ہیں۔ ”اے ہمتی بھی یہی ہے۔ اب یہ بات آپ ہی بتلائیں کہ یہ تاخیرین کا دور کب شروع ہوا ہو؟ تمہاری عمر کتنی ہے؟ ہمارے خیال میں تو بریلوی بچہ تین چار برس



کی پیداوار ہے۔ طر کے آمدی و کے پرشدی

شیخ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں جو روایت قال محمد

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی قبوس الشہداء علی

کل حول . . . الخ بیان کی ہے۔ اس حدیث کو مولوی محمد شریف صاحب

نوری نے بھی مسئلہ گیارھویں میں تخصیص کی دلیل کے طور پر بیان کیا ہے

محدثین کے نزدیک متصل الاسناد اور مرفوع نہیں ہے اس لئے ایسا اختلافی

پر کار آمد نہیں ہے، طبقہ راجع یعنی چوتھے درجہ کی حدیث میں حضرت شاہ

محدث دہلوی "عجالتہ نافعہ" میں فرماتے ہیں:-

و طبقہ چہارم احادیث کے نام و نشان آہندہ قرون سابقہ معلوم ہوا

ترجمہ:- چوتھا درجہ وہ حدیثیں کہ ان کا نام و نشان بھی پہلے زمانوں میں

نہ تھا اور پچھلے لوگوں نے ان کو روایت کیا ہے پس ان حدیثوں کا

حال دھورتوں سے باہر نہیں ہے، یا تو پہلے زمانہ کے محدثین نے

تلاش اور تفتیش کی مگر ان حدیثوں کا کچھ اصل نہ پایا تو ان کی روایت

میں مشغول نہ ہوئے، یا روایت کا کچھ اصل پایا اور اس میں خرابی اور

خلل دیکھا تو انہیں چھوڑ دیا ہر صورت یہ روایتیں قابل اعتماد نہیں ہیں

کر کسی عقیدہ یا عمل کو ثابت کرنے کے لئے ان سے دلیل پکڑی جائے

اس قسم کی ناقابل اعتماد حدیثوں میں بہت سی کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں

ہم کچھ تھوڑی سی شمار کرتے ہیں کتاب الضعفاء لابن حبان۔ تصانیف حاکم۔

تصانیف ابن مردودہ۔ تصانیف خطیب۔

کتاب الضعفاء للعقلمی۔ کتاب الکامل لابن عدی

ریخیطیب و سب سے جس کا لالہ مولوی محمد عبداللہ صاحب نے رسالہ نذر

اولیاء کے صفحہ پر دیا ہے اور انہیں مصنف مشکوٰۃ کہا ہے)

تصانیف ابن شاہین۔ تفسیر ابن جریر۔ تصانیف و سلجی

تصانیف ابن عساکر۔ تصانیف جوہر قانی۔ تصانیف ابوالشیخ

تصانیف ابن نجاس وغیرہ سب کتابیں ضعیف ہیں،

مطلوبہ رکھتے ہیں:-

شیخ جلال الدین سیوطی کی تمام تصانیف کا سرمایہ رسائل اور نوادر

میں خود بھی کتابیں ہیں، ان کتابوں کی حدیثوں سے مشغول ہونا اور

ان سے مسائل نکالنا بے فائدہ معلوم ہوتا ہے:-

پہلی ہوئی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بریلوی مذہب کا گھر فدا ہی اجاڑ

دیا ہے بالسنہ نبیجہ بالنسب۔ ان بیچاروں نے کھانے پینے کے واسطے ختم درود

کا چہلم وغیرہ جو بہانے بنا رکھے ہیں وہ سب کے سب انہی کتابوں کے

سے پر قائم تھے۔ اگر یہ کتابیں دنیا میں نہ ہوتیں تو بریلوی مذہب پیدا ہی کہاں

ہوتا اور زندہ رہتا کس سہارے پر یہاں تو سب فقہ کہانی سے مسئلہ بن رہا

ایک قصوری واعظ بریلوی نے وعظ میں فرمایا تھا قیمتی موتی اگر گندی نالی

میں جائے تو اس کی قیمت کم نہیں ہوتی بلکہ ایک مثال ہے، اس سے مسئلہ نکلا کہ

ادوات کو ہر قسم کے گناہوں کی کھلی پھٹی ہے۔ دیکھتے مصنف نذر اولیاء نے تمام

کتابوں میں صرف ایک حدیث لکھی ہے وہ بھی ہماری دلیل ہے، باقی خیر۔ نوری صاحب

دو حدیثیں لکھی ہیں، ایک تدبیری روایت جلال الدین سیوطی کی جس کا حشر آپ دیکھ رہے

ایک دوسری اتنی بے بنیاد اور جھوٹی ہے کہ ملا علی کی تصنیف کتاب اوزخندی دنیا بھر

میں کوئی کتاب ہے ہی نہیں۔ اہل بدعت کی عادت ہے کہ ان کے بزرگ کوئی

نادر اسناد بنا دیتے ہیں اور پچھلے بے سوچے کچھ لکھی پرکھی مارتے جاتے ہیں۔

نادر کے بند و اہل مسائل اتنے کمزور ہیں کہ ان کے واسطے رات دن جھوٹ

دہنا ٹ بولنا پڑتا ہے ان کو دین میں کیوں داخل کرتے ہو؟

انوں کی خصوصیت کا مسئلہ چھوڑ کر نذر اولیاء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ناوی عن مزی ص ۵۵



» ماکولات و مشروبات را نیز از راه تقرب ... الخ  
ترجمہ: کھانے پینے کی چیزوں کو، اور دوسرے مال کو غیر اللہ کی نزدیکی  
کے خیال سے دنیا شرک ہے اور حرام ہے۔

تقرب کے معنی کیا ہیں؟ کسی کو خوش کرنا، کسی سے تعلق برعصا، نزدیکی حاصل  
یہی خوش کرنا اگر ایصالِ ثواب کے طور پر ہو تو جائز ہے۔ اگر نذر کی شکل میں ہو تو حرام  
انما العبرة بالمعنی لا للفظ۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب صفحہ ۱۲ پر فرماتے ہیں:-

» اگر کسی جانور کا خون خدا کے سوا کسی کو راضی کرنے کے لئے گرایا تو یہ  
حرام ہے۔ کیونکہ یہ تقرب غیر اللہ ہے۔ مگر خون خدا کے نام پر گرایا خدا  
کے سوا کسی کو راضی کرنے کے لئے نہیں گرایا بلکہ گوشت لوگوں کو کھلا  
کر، یا ایصالِ ثواب سے اویلا کرام کو خوش کیا تو حرام نہیں۔ ... الخ

مولوی صاحب! یہ تو فرمایئے کہ اویلا، اللہ کو ثواب پہنچانے کے لئے کیا  
کانون ضرور گرانہے؟ کیا گوشت بازار سے نہیں ملتا؟ بات یہ ہے کہ اویلا کو  
پہنچانے والے عموماً دیہات میں اور شہروں میں بھی ایک جانور بزرگ کے نام پر  
منت کر دیتے ہیں۔ پھر جب منت پوری کرنا چاہتے تو اسی جانور کو اللہ کے نام پر  
ذبح کر کے کھلا دیتے ہیں۔ کہتے بھی ہیں یہ چیز بزرگوں کی ہے بزرگوں کی طرف سے  
دعوت ہے تبرک ہے۔ مصنف نے اولیاء نے بھی بزرگوں کو ثواب پہنچانے کے سلسلہ  
میں ذبح جانور کا نام لے ہی لیا۔ اندر کی بات باہر آہی جاتی ہے۔

ظہر تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

اس کا جواب اگرچہ مسند مشہور ہے۔ مگر چونکہ آپ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی  
سے بہت عقیدت ہے، اس لئے فتاویٰ عزیزی سے لیجئے۔

فتاویٰ عزیزی ص ۲

سوال:- اس صورت میں کہ کوئی شخص نیت کرے، اگر میرا کام حسب حاجت

بن جائے تو سید احمد کبیر رحمۃ اللہ کی گائے یا شیخ مندو کی بھیڑ بکری دودھ کا  
اور حاجت پوری ہونے پر گائے بکری کو خدا کے نام پر ذبح کرے اور  
حال یہ ہے کہ نیت میں گائے بکری کو ان بزرگوں کی طرف نسبت کرنا  
ہے۔ اس جانور کا کھانا کیسا ہے؟

جواب:- ذبیحہ جانور کے حلال حرام ہونے کا دار و مدار ذبح کرنے والے  
کی نیت اور قصد پر ہے۔ اگر تقرب الہی کی نیت پر یا گوشت بیچنے  
کی نیت، یا دوسرے مباح امور کے لئے ذبح کرے تو حلال ہے ورنہ  
حرام۔ تفسیر نمینا پوری میں ما اهل بہ الخیر اللہ کی بحث میں لکھا ہے  
اگر مسلمان کسی جانور کو ذبح کرے، اور ذبح سے اس کی نیت اللہ کے  
سوا کسی سے تعلق بڑھانے کی ہو تو اسی وقت مرتد ہو جاتا ہے اور  
مرتد کا ذبیحہ حرام ہے۔

شاہ صاحب کی بات ختم ہوتی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جس شخص نے جانور کو زندگی  
میں ہی کسی بزرگ کی منت کرنا مانا ہو، اور پھر تقدیر سے وہ کام بھی اُس کا ہو گیا  
تو وہ شخص اس جانور کو کس نیت سے ذبح کرتا ہے؟ کیا خدا کی رضا کے واسطے؟  
نہیں حضرات اگر توحید کا عقیدہ رکھنے والا ہو تو بزرگ کی منت ہی کیوں مانتا۔ اب  
جب مافی ہے، اور کام بھی اس کا خدا کی تقدیر سے ہو گیا تو اب وہ جاہل توحید کا جذبہ  
کدام سے لائے گا، اگرچہ بظاہر تکبیر سے ذبح کرتے ہیں مگر دل کی حالت مکر کے  
کافروں سے بدتر ہوتی ہے۔ ذرا آگے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:-

» منکرین عرب کفر میں فلعص تھے جب کسی جانور کو غیر اللہ کے تقرب کے

لئے ذبح کرتے تو نام بھی اسی غیر کا لیتے لیکن مسلمان مشرک اس کے برعکس

دوسرے طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ کفر و اسلام کو خلط ملط اللہ

گڈ گڈ کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ذبح کے وقت نیت تو ہوتی ہے غیر اللہ

سے تعلق بڑھانے کی لیکن زبان پر اللہ کا نام لیتے ہیں پس پہلی چیز یعنی



مکہ کے کافروں کا فعل تو صاف کفر ہے۔ اور دوسری چیز یعنی مشرک  
مسلمان کا فعل یہ ایسا کفر ہے جس کی ظاہری صورت اسلام کی ہے اور

اندر کفر لپٹا ہوا ہے۔

سمجھئے آپ؟ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی آپ کو کیا کہہ رہے ہیں۔ اندر کفر ہے باہر  
سے اسلام کا غلاف چڑھایا ہوا ہے۔ اب تک تو آپ لوگوں کا طریقہ ہمیشہ  
یہی رہا ہے کہ بزرگان دین کے پاک ناموں پر جتنا بھی گندہ اور کفریہ فعل کو لیتے کسی  
کو بولنے کی ثبوت نہ تھی۔ کیونکہ بریلوی۔ بزرگوں کا اگر ثبوت بھی بنا کر کھڑا کر دیں تو اس  
کی تعلیم بھی ضروری ہوتی ہے آخر بزرگوں کا ثبوت ہے جو اس کے سامنے سر نہ  
جھکائے وہابی ہے گستاخ ہے بے ادب ہے مگر یہ شاہ عبدالعزیز صاحب مدظلہ  
دہلوی کو مل بزرگ ہیں جو آپ کو ایسی کھری کھری سنار ہے ہیں سمجھ میں نہیں آتا یہ آپ کے  
پر دیکھنا سے بھی نہیں ڈرتے۔ اب رہا آپ کا حوالہ ملا جیون صاحب والا۔ یہ سب  
بھی لگے ہاتھوں شاہ عبدالعزیز صاحب سے ہی پوچھ لیں۔

فتاویٰ سنہری ص ۲۴ پر فرماتے ہیں:-

”انہیں دلائل سے محکوم ہو گیا کہ ملا جیون صاحب نے تفسیرات احمدیہ  
میں جو کہلے کہ اولیاء کی منت کی ہوئی گائے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں  
رسم ہے۔ رسم کا لفظ خود ہی قباحت کے لئے کافی ہے، مگر مصنف  
نذر اولیاء ترجمہ کرتے وقت رواج کا لفظ لکھتے ہیں، حلال طیب ہے۔  
کیونکہ اس پر مذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ اگرچہ منت بزرگوں  
کی کرتے ہیں، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ملا جیون کا یہ قول صاحب  
ہدایہ کے قول سے غفلت اور بے خبری کی وجہ سے ہے یعنی صاحب  
ہدایہ کی بات کہ ملا جیون نہ سمجھے، ورنہ یہ تفریح نہ قائم کرتے۔“

صاحب ہدایہ کا ہمارے حنفی علماء میں جو فقہی رتبہ اور مقام ہے اس کو اہل علم  
ہی جانتے ہیں کہ یہ بزرگ اصحاب التزیج میں سے ہیں اور ملا جیون تو ان کے سامنے

کتاب ہیں۔ یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ ملا جیون صاحب نے جب یہ کتاب  
لکھی تو اس وقت ان کی عمر سو سال کی تھی گویا نارسیدہ اور نابالغ تھے۔ اسناد  
میں جمع کر دی ہیں۔ شاہ صاحب دوسری جگہ اسی فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ:-

”ملا جیون کا حلال طیب کہنا کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ مسئلہ

میں دلائل متعارض ہیں اس لئے گائے شہدہ والی ضرور ہے۔“

اس مسئلہ کی وضاحت بہت ہو چکی ہے مگر برکت حاصل کرنے کے لئے ہم حضرت  
امام مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد لکھ دیتے ہیں۔

## حضرت امام مجددؒ کا فیصلہ

”بات مشریف نمبر ۴ جلد سوم صفحہ ۷۱“

”زعمہ: حیوانات کو جو مشائخ کے نام کی منت مانتے ہیں اور ان کی قبروں  
پر جا کر ان حیوانات کو ذبح کرتے ہیں۔ فقہی روایات میں یہ چیز بھی  
شرک میں داخل ہے اور فقہاء نے اس بات میں سختی سے منع کیا ہے۔  
فقہاء کرام نے اس کو جنات کے نام کی ذبح کی قسم سے قرار دیا ہے  
اور منع رہے کہ مشرکین عرب جنات کے نام کی ذبح کرتے ہیں جو ممنوع شرعی  
ہے اور شرک میں داخل ہے۔“

یہاں مصنف نذر اولیاء منع اور مشرک کا لفظ نوٹ کر لیں کیونکہ مولوی صاحب  
نے معنی مکر وہ فقہی کرتے ہیں، کیا شرک بھی مکر وہ فقہی ہے؟  
حضرت امام مجددؒ فرماتے ہیں:-

”اور اسی مشرک کی قسم سے ہیں عورتوں کے روزے جو پیروں اور  
بچوں کے نام پر رکھتی ہیں۔ اکثر پیروں کے نام بھی بنام لگے ہوتے ہیں۔  
عورتیں ان بزرگوں کے نام پر روزے کی نیت کرتی ہیں اور انطاہی  
کے وقت ہر روزہ میں ایک خاص صورت اختیار کرتی ہیں (مثلاً فلاں



بزرگ یا فلاں بی بی کا روزہ اس چیز سے رکھنا ہے اور اس چیز سے چھوڑنا ہے اور دن بھی مقرر کرتی ہیں مثلاً فلاں بزرگ کا روزہ فلاں ہینڈ کی فلاں تاریخ کو رکھنا ہے اور اپنے مطلب اور غرضیں اس روزہ سے وابستہ کرتی ہیں یعنی فلاں کام کے لئے فلاں بزرگ کا روزہ رکھتی ہوں۔ اور اس روزہ کے وسیلے سے ان بزرگوں سے حاجت مانگتی ہیں اور جب کام بن جائے تو حاجت ردائی ان بزرگوں کی طرف سے سمجھتی ہیں یہ عبادت میں شرک ہے مطلب یہ کہ روزہ رکھنا عبادت ہے اور عبادت خداوند تعالیٰ کے سوا جس کی بھی کریں شرک ہے نہ ان کو یاد رکھیں کہ شرک صرف روزہ ہی میں نہیں ہے بلکہ خداوند تعالیٰ نے اپنی عبادت کے جتنے طریقے بیان کئے ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیرات وغیرہ سب میں شرک ہوتا ہے، حضرت امام مجتہد فرماتے ہیں یہ شرک ہے اور غیر اللہ کی عبادت کے وسیلے سے غیر سے حاجت مانگنا ہے (یہ اس سے بڑھ کر ہوگا)

فرماتے ہیں:-

”بعض عورتوں کو جب اس کام کی برائی بتائی جاتے تو وہ جواب میں کہتی ہیں کہ ہم یہ روزہ خداوند تعالیٰ کے لئے رکھتی ہیں، اور ثواب ان بزرگوں کو بخشی ہیں، یہ بہانہ ہے۔ اگر وہ اس بات میں سچی ہوں یعنی روزہ اللہ کے نام کے رکھتی ہوں اور ثواب بزرگوں کو بھیجتی ہوں تو خاص خاص دنوں کو مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا خداوند تعالیٰ کے دین میں یہ باتیں ہیں؟ کیا خداوند تعالیٰ حضرت امام جعفر صادقؑ کے نام پر صلہ پوری ہی قبول کرتا ہے۔ اس خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟

ناظرین! یہ کس بزرگ شخصیت کا کلام ہے؟ حضرت امام مجتہد الف ثانی فرماتے

زباں پہ بارِ نحمدت آیا یہ کس کا نام آیا!

کلمات اور طریقت کا یہ مجمع البحرین، ناپید کن رہنمائی جسے حق تعالیٰ نے اللہ کی بے دینی کا جواب بنا کر مسجوت فرمایا۔ یہ مقدس شہباز اسلام جن کی امت، اہلیت، اتبار، سنت اور رفیع بدعت سے عالم اسلام کا بچہ بچہ زیر بار ہے۔ ایک ہزار سال گزر چکا تھا۔ جدت پسند بادشاہوں، مصلحت پسند مولویوں، اہل بدعت پسند پیروں نے دین کا حلیہ لگا کر ایک ایک سنت پسندیت اور ان خلاف چڑھا دئے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی عبادت بناوٹی تصوف کی غلام بن چکی تھی۔ تصوف چند ظاہری قیود، تسبیح، سجادہ، گودڑی اور حق کے نعروں میں جکڑا ہوا انیم جان تھا۔ طالبان حق کو نذر دنیا، پڑھا ہے، عبادت، قبروں پر سجدہ کرنے، غلاف پڑھانے، وجہ اور ناپے پھرنے کی تعلیم دے دیتی تھی، مریض اسلام کا مقدس چہرہ نور تو برتو بدعات نے مسخ کر دیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے مرزا حسین علی صاحب دہلوی کی ہدایت پیدا فرمایا جس کی عالم افروز ہدایت بعدہ تجدید الف ثانی تمام اسلامی ممالک پر سایہ انگن ہوئی۔ کیا پاکیزہ کلام ہے کیا فیصلہ کن کلام ہے فیللہ ذلہ فیللہ ذلہ فیللہ ذلہ حضرت امام مجتہد الف ثانی کے کلام مبارک سے چند مسائل معلوم ہوتے:-

۱۔ جو حیوانات بزرگوں کی منت ملتے ہیں، اور بزرگوں کی قبروں کے پاس جا کر کہتے ہیں یہ شرک میں داخل ہے کیونکہ یہاں گوشت کھانا مقصود نہیں۔ اگر گوشت کھانا ہی مقصود ہوتا تو بڑوں اس صورت کے بھی یہ کام ہو سکتا تھا ثواب تو ہر کام سے پہنچتا ہے۔ جو لوگ جانور کو ملتے ہیں وہ جانوروں کو قبروں پر سے جانا دے دیتے ہیں، اگر ان کو کہا جاتے کہ یہیں ذبح کر کے تقسیم کرو تو اس بے نیچا دو (بزرگ) نہیں مانتے بلکہ شاید مصنف نذیر اولیاء کا فتویٰ بھی یہی ہو کہ وہاں سے جانا دے دیا ہے۔

۲۔ جائز ناجائز، حرام حلال، ہر مسئلہ کا فیصلہ فقہ کی کتابوں سے ہوتا ہے نہ کہ خیالوں اور خیالوں سے، اگر قیل وقال اور خواب و خیال پر مسائل کی بنیاد رکھی جائے



تو دنیا میں ہزاروں عالم اور لاکھوں بزرگ گزرے ہیں۔ آج ہمارے ہاں کون  
فرقے بن چکے ہوتے۔ ہمارے بریلوی بھائی نام کو تو حنفی ہیں مگر فقہ حنفی سے بہت  
میں حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نے جابجا مکتوبات شریف میں واضح کیا ہے کہ  
اور علماء سے پوچھنا چاہیے۔ صوفیہ کرام سے سلوک تو سیکھو لیکن مسئلہ کی تحقیق علماء  
ہے، دیکھئے مکتوبات شریف مطبوعہ مطبع احمدی دہلی دفتر اول ص ۳۲۵

”جاننا چاہیے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ میں جہاں علماء اور صوفیہ  
کا اختلاف ہے، جو اچھی طرح غور کیا جائے تو حق پر علماء ہیں، اس کی وجہ  
یہ ہے کہ علماء کی نظر انبیاء علیہم السلام کی اتباع سنت کی وجہ سے کمالات  
نبوت اور علوم نبوت میں نفوذ کر جاتی ہے اور صوفیوں کی نظر ولایت  
کے کمالات اور معارف تک محدود رہتے ہیں وہ علم جو بارگاہ نبوت سے  
حاصل کیا جاتے وہ زیادہ درست اور زیادہ صحیح ہوگا اس علم سے جو مرتبہ  
ولایت سے حاصل کیا جاتے۔“

نیز دفتر اول ص ۳۳۱ میں فرماتے ہیں :-

”شیخ ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ کے شطحیات قابل اعتماد نہیں ان  
کے اکثر کشفی علوم اہل سنت کے علوم سے الگ واقع ہوئے ہیں  
پس ان کشفی علوم کی تابعداری بھی کرے گا جس کا دل بیمار ہو۔“

دیکھئے شیخ ابن عربی کا صوفیہ میں بڑا مقام ہے، مگر امام مجدد الف ثانیؒ ان کی  
کو اہل سنت سے الگ قرار دے رہے ہیں۔ بریلوی مذہب کی بنیاد جن چیزوں  
پر حضرت امام مجددؒ ان کو کھوٹی اور بے کار قرار دیتے ہیں۔ دفتر اول  
”معاذہ درست کرنے کے بعد فقہ کے احکام کا سیکھنا بہت ضروری ہے  
فرض واجب حلال حرام سنت مستحب مشتبہ مکروہ کے جاننے کے سوا  
چارہ نہیں“

یعنی سب چیزیں فقہ سے معلوم ہوں گی۔ معلوم بریلوی حضرات فقہ حنفیہ سے کبیل

دلتے ہیں فقہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری سمجھیں۔

دفتر اول ص ۳۲۵

صوفیوں کا عمل حلال حرام میں سند نہیں ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ  
ان کو معذور سمجھیں اور ان کو برائہ کہیں اور ان کا کام خدا کے سپرد کریں  
اس جگہ یعنی حلال حرام جاننا جائز کے موقع پر امام ابو حنیفہؒ امام محمدؒ امام  
ابو یوسفؒ کا قول معتبر ہے نہ ابو جعفر ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو الحسن نوری کا  
اس وقت کے کچھ صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بیانا نہ کرنا  
اور ناچنا مذہب میں داخل کر لیا ہے اور خدا کی بندگی سمجھ لی ہے یہی  
لوگ ہیں جنہوں نے دین کو کھیل تماشا بنایا۔ پہلی روایت سے معلوم ہو چکا  
ہے کہ جو شخص حرام کام کو اچھا سمجھے، اہل اسلام کی جماعت سے باہر اور مرتد  
ہو جاتا ہے۔ پس خیال کرنا چاہیے کہ سماع اور رقص کی مجلس کی تعظیم بلکہ  
اس کو بندگی اور عبادت سمجھنا کس قدر بڑا ہے۔“

امام کو اہل بدعت غور سے پڑھیں کہ صوفیوں کا عمل مشریت میں کیا درجہ رکھتا ہے۔  
”اول ص ۳۵۲ مرزا حسام الدین کو لکھتے ہیں کہ :-

”میں نے مولود کی محفل اور نعت خوانی سے سخت منع کیا ہوا ہے اور  
تم لکھتے ہو کہ بعض یہاں کے دوستوں نے اپنے گھر میں مولود کی محفل  
کرائی ہے، اس کی وجہ سے ان کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت  
خواب میں نصیب ہوتی ہے۔ امام مجددؒ فرماتے ہیں خوابوں پر کچھ متبا  
نہیں۔ اگر خواب پر اعتماد ہو سکتا تو شیخ کا کیا فائدہ ؟

”میں نے خواب اور ایسا مبارک خواب حضرت امام مجددؒ اس کو بھی بے اعتبار قرار دیتے  
ہے سب مشریت کی پابندی میں ضل آئے۔“

واضح رہے کہ حضرت امام مجددؒ الف ثانیؒ نعت خوانی کی محفلوں کے سخت  
عالم میں تجربہ سے ثابت ہے کہ ہوس پرست لوگ ایسی پاکیزہ مجلس کو بدعت



سے خالی نہیں رہنے دیتے۔ اگرچہ کتنی ہی احتیاط کی جائے۔

۳- تیسری بات حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کے حوالے سے یہ معلوم ہوئی کہ کسی ملام کے نام کا روزہ رکھنا یا نماز پڑھنا شرک ہے جیسے دو رکعت نماز اویس قرنیؒ کے خیرات میں بھی ہوگا۔

۴- جو لوگ مشرکانہ طریقہ پر بزرگوں کو خداوند تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں ان کا ایک پیچان حضرت امام مجددؒ نے یہ بھی بتائی ہے کہ وہ اس عبادت کے توسل سے ہزاروں سالوں سے حاجتیں مانگتے ہیں۔ دیکھئے رسالہ نذر اویاد ص ۳۱

”خدا یہ کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو عزت کے نام کی دیگ پکاؤں گا“

۵- یہ سمجھنا کہ بزرگ کام نکال دیتے ہیں حاجت پوری کرتے ہیں مشکل کشا ہیں قادر ہیں، مختار ہیں، مشرک ہے۔

۶- غیر اللہ کی عبادت کے ذریعہ سے غیر سے حاجت مانگنا شرک ہے۔

۷- ان جاہلوں کو جب ان برائیوں سے روکا جاتا ہے تو یہی جواب دیتے ہیں کہ ہم یہ روزہ اور دیگ خدا کے نام کی دیتے ہیں صرف اس کا ثواب بزرگوں کو پہنچاتے ہیں دیکھئے مصنف نذر اویاد نے وہی عورتوں والی بات کہہ دی مگر حضرت امام مجددؒ فرست مومن سے تارٹ گئے کہ یہ ثواب کے بہانہ میں مشرک ہو رہا ہے فرمایا اگر یہ چیزیں خدا کے نام پر ہوں تو یہ پابندیاں کسی؟ فلاں بزرگ کا روزہ فلاں چیز سے کھولنا۔ اصحاب کہف کا تو شر اس طرح پکانا۔ اتنی سوجھی ہو۔ آٹنا گھی ہو۔ آٹنی کھاؤ اور کھانے والے ایسے ہوں ویسے ہوں۔ یہ ہندو مت کہاں سے آگیا کیا یہ بشر اللہ خدا کا حکم ہے؟ حضرت امام جعفر صادقؑ کا کوٹھڑا تو اچھا خاصہ خدا ہے اور شیعوں کی نقل سے جاہل بریلوی ایسا کرتے ہیں آگے چل کر ہم انشاء اللہ بتائیں گے کہ بریلوی شیعوں کی ایک شاخ ہیں مصنف نذر اویاد فرماتے ہیں کہ امام جعفر کے کوٹھڑے میں بعض چیزیں نہ ہونی چاہئیں۔ مولوی صاحب کیوں نہ ہو یہی چیزیں بدعت کی مہر ہیں، بدعت کی علامت ہیں، جن سے شرک کی پہچان ہوتی ہے۔

۱- جہات پیدا ہوتی ہیں یہ چیزیں اس فاحشہ کا لباس ہیں۔ جب یہ چیزیں نہ ہوں تو دل بدعت بھی نہ ہوگی۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت اور تمام چیزوں کے لئے بدعت کے ساتھ فضولیات کو ہر جگہ لگا دیا ہے تاکہ عقل مند لوگ ان کو ان نشانات سے پہچان سکیں بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن کو اندر ہی پکانے کا حکم ہے اندر ہی بیٹھ کر کھانی جاتی ہیں۔ دسترخوان کا فضلہ اندر ہی دفن کرنے کا حکم ہے چنانچہ حضرت سیدہ فاطمہؑ کی نیاز کا تو سخت پردہ ہے لاکھوں ولا قوتہ اللہ - کیا دین ہے؟ ہندوؤں سے بھی آگے نکل گئے۔ اسلام نے دل کو توڑا تھا وہ پھر زندہ ہو رہے ہیں۔ یہی تو جہات عرب کے مشرکین میں تھیں۔ قاتلوا ما فی بطون هذا الانعام خالصہ لکون ذرا وحم علی اذواجنا والایتنا ترجمہ: کافر کہتے ہیں کہ جو بچہ اس جانور کے پیٹ میں ہے وہ چونکہ دیتا کی بات ہے اس لئے صرف مرد ہی کھائیں گے عورتوں پر حرام ہے۔ اور اگر مرد اور عورت دونوں مرد سب کھا سکتے ہیں، غرض خداوند تعالیٰ ان کو اس بیان سے روک دے گا بے شک وہ حکمت والہ ہے علم والہ ہے۔ (پارہ ۸، ذکر ص ۳)

۲- شرک کی پہچان میں حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نے مخصوص کھانوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے ایک ہیبت بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ جو کھانا ہم ایصالِ ثواب کے طور پر کسی کو بھیجتے ہیں خاص ہی کھانا اس کو ملتا ہے چنانچہ میرے دن کا حلوا تو مردوں کے زخموں پر ٹکور کرنے کے لئے پکاتے ہیں۔ یعنی ابھی قبر میں گیا ہے اور یہ بھی یقین ہے کہ وہاں ضرور اس کو مار پڑی ہوگی اور محنت اللہ ہم اس لئے ٹکور کا انتظام کر رہے ہیں۔ اس قسم کے عقیدے ہندوؤں کے تو ضرور ہیں مگر اسلام ان دھوکوں سے پاک ہے۔ شریعت میں ایصالِ ثواب کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جو نیک کام اور قسم عبادات بدنی یا مالی کرتا ہے تلاوت، دعا، استغفار یا خیرات پڑھاروٹی وغیرہ اس کا ثواب اس کو ملتا ہے، چاہے اپنے لیے آخرت کا ذخیرہ رکھے، یا کسی دوسرے کو ثواب پہنچائے انغرض وہاں ثواب پہنچتا ہے



اور جنت کی نعمتیں ملتی ہیں، مگر بریلوی حضرات ہندوؤں کی طرح اس دھم میں گرفتار ہیں کہ وہی چیز ملتی ہے، اصل بات یہ ہے کہ نذر و نیاز اور بزرگوں کی منتوں سے انہیں زبان کی چاٹ لگا دی ہے۔ دیکھئے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی انتقال سے دو گھنٹہ قبل کیا وصیت فرماتے ہیں !  
وصایا شریف ص ۹

”اعزہ سے یعنی عزیزوں سے اگر لطیف خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ختم میں دو بار ان چیزوں سے کچھ (مجھ کو) بھیج دیا کریں۔

۱۔ دودھ کا برف گھر میں بنا ہوا کھلی رکھنی، اگرچہ جھینس کا دودھ ہو۔  
یعنی بہتر تو یہ ہے کہ گائے کا دودھ ہو۔ خیر جھینس کے دودھ کی کھنی ہو تو بھی ہرج نہیں ہے ۲۔ سرخ کی بریانی یعنی بھونا ہوا سرخ ۳۔ مرغ پلاؤ ۴۔ بکری کا شامی کباب ۵۔ پراٹھے اور ۶۔ بالائی، ۷۔ فیرنی پھرنی ۸۔ ارد کی پھرری دال ۹۔ ادک دلوازم (یعنی ارد کی دال میں ادک بھی ضرور ہو اور مسالے بھی سب کے ہوں تاکہ مولوی صاحب کو قبر میں بادی نہ ہو جائے ۱۰۔ گوشت کچوریاں (یعنی کچوریوں میں گوشت تھوڑا نہ ہو۔ گوشت سے بھری ہوئی ہوں چسکا بھی کیا بلا ہے) ۱۱۔ ایب کا پانی ۱۲۔ انار کا پانی ۱۳۔ موڈے کی بوتل۔ (تاکہ اتنی الابلہ جلدی منجم ہو جائے) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ زبان کی چاٹ مرتے مرتے بھی دم نہیں لیتے دیتی۔ بریلوی مذہب کے بانی مہاتما ایک وقت

دستر خوان پر یہ بارہ چیزیں دیکھنا چاہتے ہیں، کھانے پینے کا نکرہ یہ ذہنیت کس چیز کی غماز ہے۔ اسی عرض سے تو اپنا الگ مذہب بنایا۔ دیکھئے مرنے سے دو گھنٹہ پہلے یہ وصیت بھی فرماتے ہیں :-

”رضا حسین اور حسین تم سب محبت اور اتفاق سے رہو (یہ خطوں میں لئے پیدا ہو کر بریلوی مولوی بات بات میں ایک دوسرے کو کافر

ہوتے ہیں، یہاں قصور کے بریلویوں میں حقہ کے مسئلہ پر وہ کشتی ہوئی کہ خدا کی پناہ، حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو۔ اور میرا دین مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“

دیکھئے الگ مذہب بنایا ۱۱ اور بیٹوں کو وصیت کی ہے کہ شریعت کی بھی نافرمانی نہ ہو سکے پیر دی کرو۔ لیکن میرا دین اور میرا مذہب جو ہے اس پر مضبوطی قائم رہنا ہر فرض سے ضروری فرض ہے۔ یعنی شریعت کی پیر دی سے بڑھ کر مذہب ضروری ہے۔

بریلویوں کا مذہب شریعت سے الگ ہے۔ اگر یہی دین اسلام ہوتا تو ان لوگوں کے اتباع میں سب کچھ بات آجاتی ہے۔ امتیہ ہے کہ مشنف نذر و نیاز خود ہی بتائیں گے کہ وہ کیا مذہب ہے جو شریعت کے علاوہ ہے اس کی تابکاری شریعت سے زیادہ ضروری ہے۔ بڑی محنت سے مذہب (۱) ہمارے سمجھ میں وہ مذہب یہی بارہ چیزیں ہیں جو نمبر وار بیان ہوئی ہیں۔ (۲) اپنا کیا؟ نکلا کیا؟ جو ہا

حضرت امام محمد دالغ ثانی: ”تو تخصیص طعام کو بدعت فرماتے ہیں مگر یہ ان حضرات بارہ چیزوں کے سوا کہیں منہ نہیں لگاتے۔ دیکھئے کتنا فرق ہے مجدد ملت اور مجدد بدعت میں۔“

## مسئلہ ایصال ثواب

ایک مسلمان اپنی نیکی دوسروں کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں تشکیک معتزلہ بدنی اور مالکی .... ہر دو عبادتوں کا ثواب پہنچانے اور پہنچنے کے منکر ہیں۔ یہ مذہب مرؤدہ ہے۔



۲۔ بدنی اور مالی عبادتوں کا ثواب دوسرے مسلمانوں کو دیا جاسکتا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ امام احمد بن حنبل اور چھوڑکا مذہب یہی ہے۔ دلائل اس آئے ہیں۔

۳۔ تیسرا فرق مالی عبادتوں کا ثواب پہنچنے کا قائل ہے۔ بدنی عبادتوں کے ایصال ثواب کا منکر ہے۔ یہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ حنفی مذہب کے دلائل احادیث اور آیات میں بکثرت ہیں نیز شاہی جلد دوم صفحہ ۳۲۴ میں فتاویٰ عالمگیری سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

ترجمہ: قادمہ اور احوال یہ ہے کہ جو شخص جس قسم کی عبادت کرے وہ اس کا ثواب دوسرے مسلمان کو دے سکتا ہے۔ علامہ اس کی تشریح لکھتے ہیں خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قرآن کریم کی تلاوت یا عام ذکر الہی، یا طواف یا حج، یا عمرہ یا اس کے سوا کوئی بھی نیک عمل ہو مثلاً بیویوں، شہیدوں، ولیوں کی قبروں کی زیارت بطلب یہ ہے کہ یہ بھی نیک کام ہیں۔ اس کا بھی ثواب ہے۔ کیونکہ زیارت قبول مشروع ہے۔ اس کا ثواب بھی دوسرے کو دیا جاسکتا ہے۔ نیز مردوں کو کفن دینا اور تمام قسم کی نیکیاں دوسرے کو بخشی جاسکتی ہیں۔

مسئلہ: نفلی صدقہ کرنے والے کے لئے بہتر ہے کہ صدقہ کرتے وقت سب اہل ایمان مردوں عورتوں کو ثواب میں شامل کرنے کی نیت کرے۔

مسئلہ: فرض کا ثواب بھی دوسرے کو دیا جاسکتا ہے اور جس فرض کا ثواب دوسرے کو بخش دیا اس کو دوبارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یاد رہے کہ ایک شخص دوسرے کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ مسئلہ: ثواب پہنچانے کے لئے زبان سے کہنا بھی ضروری نہیں بلکہ جب

عمل کر رہا ہو اس وقت نیت کر لینا کافی ہے یعنی نیکی کرتے وقت یہ خیال اور نیت دل میں رکھے کہ یہ عمل فلاں شخص کے واسطے کر رہا ہوں تو ثواب اس کو مل جائے گا مثلاً قرآن مجید کی تلاوت کے وقت یہ نیت ہو کہ ماں یا باپ، یا کسی دوسرے شخص کو ثواب پہنچانے کے لئے پڑھتا ہوں تو جو لفظ زبان سے نکلے گا اس کا ثواب اس کو پہنچ جائے گا زبان سے بخشنے اور پہنچانے کی ضرورت نہیں پس پہنچ گیا۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے نیکی کرتے وقت اپنے لئے کی ہو پھر بھی جب چاہے ثواب پہنچا سکتا ہے۔

بھرا لائق صفحہ ۵۹ میں تقریباً یہی مضمون ہے اس میں ذرا اتنی تفصیل اور بھی ہے کہ عمل کا ثواب زندوں کو بھی دیا جاسکتا ہے، مردوں کو بھی۔ ہذا یہ فتح القدیر، الفائق، زیلعی، عینی وغیرہ میں مسئلہ مفصل ہے۔ چونکہ اس مسئلہ میں کوئی اصولی اختلاف نہیں، اس لئے مزید دلائل کی ضرورت نہیں۔ ہمارے زمانہ کے علمی حضرات نے ہر مسئلہ پر بدعت کے خلاف چڑھا دئے ہیں۔ دیگر تیار ہوئی ہمارے کسی صاحب کو ختم پڑھیں، اور اس کو اپنی قوت سے عالم آخرت میں پہنچادیں۔ ہم نے والوں نے کئی قسم کے ختم بنا رکھے ہیں جیسا مال دیا مول۔ بریلوی و نہایت کچھ پاول دیگ میں پڑے ہیں۔ دیگ کو کھلنے کے واسطے دولت مند ہادی کو اکٹھا کر لیا ہے۔ ادھر بھی دیگ کسی بزرگ کی منت بھی کی ہوتی ہے۔ ایک ایک لاکھ کئی ہزار انبیاء کی خدمت میں بھی پیش ہوگی۔ غیر اللہ کی نذر ہے، دولت مند برادری کا تحفہ بھی ہے۔ امام مسجدوں اور مولوی صاحبان سے اسی سے راضی کرنا ہے ختم پڑھنے والا اپنے لفظوں میں ساری دیگ بیاں آتش کر مالیم آخرت کو لے جاتا ہے۔ دیگ بانٹنے سے پہلے اس کا ثواب دینا مناسب ہے۔ کیسی چالاکی ہے ثواب تو سارا ادھر پہنچ گیا اور دیگ اپنی اپنی اور



گھر والے ابھی تک مالک ہیں جس ویگ سے انبیاء و اولیاء شہداء و صالحین خوش کیا ہے وہی ویگ اب غیر اللہ کی نذر بھی بن رہی ہے پڑھنا اور رہی ہے اور خاص مشرکانہ چیزیں کر دولت مند برادری میں تقسیم ہو گئی ہیں۔ پیرنا پاک اور گندی ہے جس کو کھانا اور کھانا لینا دینا حرام ہے، عیسائی روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ مردار سے بدتر ہے اس کا ثواب کیا ہے؟ بزرگان دین سے عجیب مزاج بنا رکھا ہے حضرات علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہم بھائی ایک صدی سے دنیا میں فقہ حنفیہ کے علمبردار ہیں حنفی فقہ کے براہوں کوئی اور حدیث شریف سے ثابت کر رہے ہیں ایصال ثواب کے متفقہ طور پر قائم لیکن بدعت کو وہ بزرگان دین جس شکل اور صورت میں سامنے آئے تاثر لیتے ہیں بدعت کی پہچان اور علاج مجالہ کا قدرت نے انہیں خاص ملکہ بخشا ہے کی فراست ایمانی سات پردوں میں چھپی ہوئی بدعت کو نبض پر ہاتھ رکھنے کی تاثر دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ بدعت ان کا نام سننے ہی لزدی ہے، کانپتی ہے، چیختی چلاتی ہے، جلے جلوس کرتی ہے، اپنی خاص خاص تقریبوں پر اپنے لیمواؤں کو مدد کے لئے بلاتی ہے اور دل ہی دل میں خیر منافی ہے

نفس میں مجھ سے رُوداد چن کہتے نہ ڈر ہم

گری تھی جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیانہ کیوں ہو

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ صفحہ میں فرماتے ہیں:-

”ایصال ثواب بلا قید طعام و ایام کے مندوب یعنی مستحب ہے“

اور تخصیص دین کی اور تخصیص طعام کی بدعت ہے۔“

ناظرین! یہ تخصیصات ابھی ابھی حضرت امام مجتہد دالغ ثانیؒ کے حوالہ سے مردود ہو چکی ہیں اب ہم مصنف نذر اولیاء کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ مسئلہ ایصال ثواب ہے اس میں بزرگ کے نام کی ویگ پکائے گا ذکر کہاں ہے؟ اور

## سماع موتی

ہر لوگ دنیا سے جا چکے ہیں وہ قبر پر ٹلانا سنتے ہیں یا نہیں۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ حنفی فقہاء میں بھی کچھ اختلاف ہے چنانچہ کافی روایات فی فتح القدیر۔ شرح ہدایہ۔ مستخلص شرح کنز الدقائق۔ یعنی شرح کنز الدقائق میں شرح ہدایہ کی عبارتوں سے نہ سننا معلوم ہوتا ہے بعض فقہاء سننے کے بھی ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ احناف اور اہل حدیث کا یہ مسئلہ بدل گیا ہے۔ قدیم اہل حدیث زیادہ تر سننے کے قائل ہیں مگر اہل حدیث کا زیادہ میلان احناف کی طرف ہے۔ احناف کا رجوع شروع میں نہ سننے کی طرف تھا، بعد میں احناف کی طرف میلان ہو گیا، یہ عجیب اتفاق ہے، بلکہ اس کے تاریخی اسباب بھی ہیں۔ ہم اس مسئلہ کو سمیٹنے کے لیے قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون فیصل پیش کرتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۷۷، ۹۲:

”سماع موتی صحابہ کرامؓ کے عہد سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا جس پر عمل کرے درست ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سماع میں اختلاف نہیں ہے۔ انبیاء پر قبر پر سننا بالاتفاق ثابت ہے، دوسرے لوگوں کے متعلق علماء میں اختلاف ہے جو عقیدہ بھی رکھے درست ہے، یاد رہے کہ یہ تفصیل قبر پر کی ہے، باقی ہر جگہ سے سننا اس بات کے علماء قائل نہیں ہیں، نہ نبیوں کے متعلق، نہ دوسرے لوگوں کے متعلق، حنفی علماء اس مسئلہ پر متفق ہیں۔“

## استمداد و توسل

استمداد کے معنی ہیں کسی سے مدد مانگنا۔ توسل دعا میں کسی کو وسیلہ پکڑنا



کام ہو جائے سے اس کا کیا تعلق ہے؟ کیا فقہاء کرام میں سے کسی نے پردہ لکھا ہے؟ حوالہ دیجئے آپ نے جو گڑبڑ کی ہے کہ ایصال ثواب اور نذرینہ کی کوٹا کر نذرینہ نام رکھ دیا اس کی سند فقہ سے پیش کریں۔

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّاسَ  
وَقُوذُهَا النَّاسُ وَالْحِجَابُ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ ۝

جس چیز کو علماء خفیہ صاف صاف حرام کہہ رہے ہیں۔ کیا وہ آپ کے کہنے سے جائز ہو سکتی ہے؟ ایصال ثواب کے لئے فقہاء نے اِھْدُوا الشَّامَ یعنی ثواب کا تحفہ بھیجنا تو کہا ہے۔ یہ نذر یعنی تحفہ تو ٹھیک آجاتا ہے لیکن اس کا طریقہ بھی ایصال ثواب کا طریقہ ہے۔ آپ نے جو انوکھا طریقہ نکالا ہے کہ اگر میرا کام ہو جائے تو دیگر دوں یہ نذر یعنی تحفہ کہاں رہی؟ یہ تو ایصال ثواب بھی نہیں یہ نذر یعنی منت ہے۔ نذر کے لغوی معنی ہیں الوعد علیٰ شریک یعنی کسی شرط پر وعدہ کرنا اگر میرا یہ کام ہو گیا تو یہ چیز دوں گا۔ اب یہ تحفہ نہیں ہے وعدہ ہے۔ منت ہے اسی منت کو فقہاء مروار سے بدتر قرار دے رہے ہیں آنکھیں کھولئے!



۱۱۰ انبیاء اور ایلاء شہداء اور صالحین کا ہو سکتا ہے۔ تفصیل آگے آئے گی۔  
استعاذہ استعانتہ اور استمداد کا مطلب ایک ہی ہے۔ مدد مانگنے کا نہیں ہیں۔

۱۱۱ انسان مدنی بالطبع ہے۔ اجتماعی زندگی میں ہر شخص دوسرے کی مدد کرتا ہے، بلکہ نظام عالم میں ایسی وحدت اور اتحاد ہے کہ یہاں کی ہر چیز ہر چیز کی مددگار ہے۔

کائنات میں ملک چوٹا اوس بیکار است مگس

روزمرہ ضروریات زندگی میں جیسا کہ ہمیں کسی بڑے آدمی سے مدد لینے کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح ایک نوکر بھی ہماری مدد کرتا ہے، یہ مدد لینا اور دینا ہماری بحث سے خارج ہے۔ اس کے متعلق قرآن حکیم نے تعاون کے چند اصول مقرر فرما دیئے ہیں۔ نیکی اور پرہیزگاری پر امداد کرو، گناہ اور زیادتی پر امداد نہ کرو۔ نیز توحید کا عام اصول یہاں بھی نافذ ہے مدد لینے والا یہ عقیدہ رکھے کہ ہر مدد درحقیقت جناب الہی سے آرہی ہے ڈاکٹر نے ایک کوشش کی ہے اور شفا اللہ کی جانب سے آرہی ہے۔

ایں سبب یاد در نظر با پردہ یا است

کہ نہ ہر دیدار صغش را سزا است

عالم اسلام میں ہر چیز کو خدا کی مدد کا مظہر سمجھا تو حید ہے۔ قرآن کریم اسے تعاون کہتا ہے اور فلاسفہ کی اصطلاح میں یہ معاونت ہے۔ اہل بدعت جب مسئلہ استعانت میں لا جواب ہوتے ہیں تو اس ظاہری استعانت سے فضول محاضرہ کرتے ہیں۔ ہمارے ایک پنجابی محدث مرحوم و مغفور جو مشنوی مولانا روم سے لکھوالی روایت بڑی تشریح سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ سجدہ تعظیمی کے جواز میں فرمایا کرتے تھے: اگر سجدہ ناجائز ہے تو مردود و بیہوی کو کیوں سجدہ کرتے ہو؟ اگر اولیاء اللہ کے استعانت ناجائز ہے تو نوکر سے پانی کیوں مانگتے ہو؟ نصرت تکبیر



کیا عجیب دلائل ہیں۔ افسوس!

۲۔ مدد مانگنے کی دوسری قسم یہ ہے کہ ایسے کاموں میں جو انسانی تعمیر اور کام سے باہر ہیں مثلاً اولاد، بارش، زندگی، موت وغیرہ کسی بزرگ زندہ یا مرنے والے سے دعا کی درخواست کرے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ زندہ کو دعا کی درخواست کرنا تو اچھا کام ہے اور اہل قبور سے دعا کی درخواست کرنا اس میں اختلاف ہے۔ جو علماء یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قبر والے سنتے ہیں اس کو جائز کہتے ہیں اور جن علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ قبروں والے نہیں سنتے اس کو ناجائز کہتے ہیں۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مدد مانگنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ خدا کی خدائی کو بل چکی ہے اب یہ اپنی مرضی سے دیتے پیتے ہیں۔ ان کو اختیار مل گیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو سب کچھ دے دیا ہے۔ اب یہ قادر ہیں، مختار ہیں ابھی کو چاہیں، جو چاہیں، جب چاہیں دے سکتے ہیں، یہ شرک اور کفر ہے۔ بریلوی حضرات سے ہمارا جھگڑا یہی ہے۔ فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۰ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کا ارشاد ہے:

”مدد مانگنا دو طرح سے ہوتا ہے: ۱۔ مخلوق سے مدد مانگنا جیسا کہ امیر اور بادشاہ، لوگر اور گداگر سے بوقت ضرورت مدد لیتے ہیں اور عوام الناس اولیاء اللہ سے دعا چاہتے ہیں کہ اللہ کی جناب میں ہمارے واسطے دعا کرو۔ اس قسم کی مدد چاہنا شریعت میں مکرہ اور زندہ سے جائز ہے (تفصیل آگے آرہی ہے) ۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مستقل طور پر جو چیز جناب الہی سے خصوصیت رکھتی ہے، یعنی جن کاموں میں انسانی کوشش کا کچھ دخل نہیں مثلاً اولاد دینا، بارش برسانا، بیماری دور کرنا، عمر کی درازی وغیرہ جب کہ مانگنے والے کی نیت خداوند تعالیٰ سے مانگنے کی نہ ہو یعنی یہ سمجھتا

ہو کہ بزرگوں کو اختیار ہے۔ جیسا کہ بریلوی علماء ہر وقت یہی کہتے ہیں۔ بزرگوں سے مانگو، مانگو، مانگو دیتے ہیں (شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ قسم حرام مطلق بلکہ کفر ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے مذہب کے بزرگوں سے خواہ زندہ ہوں یا مردہ اس قسم کی مدد مانگے تو وہ نفس اسلام کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے اہل بیت پرست کا خراج اپنے بتوں سے ایسی مدد مانگ سکتے ہیں۔“

واضح رہے کہ بریلوی حضرات علمی دنیا میں یتیم ہیں۔ سلف صالحین میں ان کے سر پر ہاتھ رکھنے والا بھی کوئی نہیں۔ چنانچہ ابھی ابھی ماثبت بالسنتہ اور ان کا چکا ہے۔ یعنی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ عرس، گیارہویں، چالیسواں، چلم، ششماہی، سایا نہ جتنی تعینات ہیں، ان چیزوں میں سے کوئی بھی سلف صالحین کے دور میں نہ تھی۔ ملحوظ رہے رشتہی موقوف ذلک یعنی جب ان کے قوم رومیہ ترقی تھی، اتنا میں شریعت جہاد، تبلیغ اسلام، تدوین حدیث، اصلاح اور ضبط قوا عد کا دور دورہ، تو حضرات صحابہؓ تابعینؓ، محدثینؓ کے سامنے اچھے اسلام اور اتباع سنت کے مشاغل تھے جب ہم کی ہمار پر خزاں آنے لگی۔ جب بے کاری، سستی، مفت خوری، اور کالی کا دور شروع ہوا تو مابرا بادشاہوں کی خود رانی، علماء کی مداخلت یعنی ہمارے اور خوشامد اور متعین کے شیطیات سے بریلوی پیدا ہو گئے۔ اہل سنت و اہل طہارین میں طعام اور دن کی خصوصیت تو کیا موقی۔ استمداد اہل قبور کا رواج قطعاً نہ تھا، اور جب شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ جیسے بزرگ انہیں کہ نہ تھا تو اب کسی کی مجال ہے کہ ثابت کر دکھائے۔ شرم کا مقام یہ کہ آج جن مسائل پر وقت ضائع کر رہے ہو اور زمانہ کی رفتار تہیں نہ بچے۔ یہی سب یہ مسائل معلوم ہے کہ مبارک دور اسلام میں تھے۔ رواج تو کہاں



قوم کے اخلاقی تنزل اور دین سے بے اعتنائی کا اصلی سبب بھی وہی ہے۔ اگر دین سے محبت ہے تو دین کا وہی سادہ اور فطری حکیمانہ نظام کرو جس پر چل کر مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کی فرعونیت توڑی تھی، کیا اسلام کی شان و شوکت، گیارھویں، عرس اور نذر دنیا و تبرکات سے پیدا ہوتی کیا پہلے مسلمان تمہاری طرح بیٹھے بیٹھے نعرۂ تکبیر کہتے تھے۔ نعرۂ تکبیر کا موقع یہ کارزار ہے، میدان جنگ ہے، معرکہ کفر و اسلام ہے۔ ایک طرف کفار کی اور مسلح فوجیں، ہوتی تھیں، دوسری طرف کچھ اللہ والے لڑائی ہوئی تلواریں، شمشیر، نیزے لے کر اللہ کے بھروسے پر میدان میں آتے تھے۔ جب لڑائی تو کشتوں کے پٹے لگ جاتے، کسی کا سرکٹ رہا ہے، کوئی ہلکتے ہوئے، کو توڑ پھینک کر آگے بڑھ رہا ہے، چیموں سے خون کے چشے اُبل رہے ہیں، ایک غیرت حق جوش میں آ جاتی ہے۔ مسلمان کا ایک ہی نعرۂ تکبیر بجائی گا کہ بن کر کفار کے دل ہلا دیتا ہے۔ یہ ہے نعرۂ تکبیر کا موقع۔ مگر بریلوی حضرات مال غنیمت اندر مسجد کے حجرہ میں مقفل پڑا ہوتا ہے۔ یعنی تبرک شریف اور اس کی خوشی میں اتنے پھولتے ہیں کہ نعرہ کی شانیں بھی نکال لی ہیں کہ خوب کہا :

بهر چه گیرد و عیلتی عیلت شود

بات لمبی ہو گئی۔ مطلب یہ تھا کہ پچھلے لوگوں میں سے فقط شیخ عبدالحق ہی ایسے بزرگ ہیں جن کی بعض عبارتوں سے ان کو عقیدہ اسامہارا مل جاتا ہے۔ شیخ بھی توحید کے مسئلہ میں بہت سخت ہیں۔ حضرت شیخ نے قیدہ مقتولین بدرشت مشکوٰۃ میں مسئلہ اسماء کی وضاحت فرمائی ہے پہلے شیخ نے سماع موقیٰ، ترجیح دی ہے پھر حضرات صوفیہ کے تجربہ اور تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ اولیاء اللہ کی روحوں سے طالبان ہدایت کو فیض اور فتوح حاصل ہوتے ہیں جو لوگ زیارت قبور کو جاتے ہیں، قبر والوں کی روحیں دعا سے اُن کی مدد

۱۱) (مذہبی) میں دعا فرماتے ہیں۔ لہذا استمداد کے دوسری طریقے ہیں۔  
لاکھ ہیں:-

ہم نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والے اپنے آپ کو  
خداوند تعالیٰ سے اور مانگتا ہے  
خداوند تعالیٰ کی بے نیازی اور عزت والی بارگاہ  
اور وسیلہ یکووتا ہے اس بندے کا جو بارگاہ عزت میں  
اور مکرم ہے اور یوں کہتا ہے:۔ خداوند! اس تیرے  
برکت سے کہ تو نے رحمت کی ہے اس پر اور اس کی  
عطا فرمائی ہے میری حاجت پوری کر  
کیونکہ تو سخی داتا ہے۔

اور اس صورت یہ ہے کہ اُس نیک قبر والے بندہ کو بلائے اللہ کے  
اور اس کے بندے اور اس کے ولی میری سفارش کرے اور خدا سے  
کبریا مطلب پورا کرے۔ پس دینے والا بھی خداوند تعالیٰ ہے  
اور خدا بھی خدا سے ہے اور امید کی جگہ بھی وہی ہے اور یہ  
درمیان میں صرف وسیلہ ہے۔ کوئی نہیں طاقت والا ہاں  
اور کاموں میں تصرف کرنے والا۔ دنیا میں اللہ کے  
ولی تو نافی اور بے نشان ہیں، قدرت الہی  
کے وہ بے ہیں نہ تو یہ کچھ کام کرتے ہیں، نہ ان کو کہنے  
کا اختیار ہے، نہ ان کے پاس کچھ اختیار ہے۔ اب بھی جب کہ قبروں  
کا اختیار میں اور جب دنیا میں زندہ تھے تو اس وقت بھی  
اختیار نہ تھا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ زیارت قبور  
اور سنت طریقہ اسلام علیکم کہنا، استغفار کرنا ان کے  
اور اپنے لیے بھی اور قرآن پڑھنا ہے۔ لیکن بدو مانگنک  
نہیں ہے، آگے فرماتے ہیں، اللہ والا ہے۔



میں جو اختلاف ہے وہ اختلاف عام قبر والوں کے متعلق ہے جہاں امام  
علیہم السلام کے متعلق نہیں کیونکہ انبیاء زندہ ہیں حقیقتاً جیسا کہ دنیا میں  
زندہ تھے مگر اولیاء اللہ آخرت کی معنوی زندگی سے زندہ ہیں اس لیے  
ان کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ سنتے ہیں یا نہیں۔ ہاں اگر قبروں پر جانے  
والے یہ اعتقاد رکھیں کہ قبروں والے اپنے پاس سے دیتے ہیں اللہ سے  
مانگتے نہیں ہیں چنانچہ اسی وجہ سے قبروں کو بوسہ دیتے ہیں سجدہ کرتے ہیں  
تو یہ اعتقاد اور یہ عمل حرام ہے؟

حضرت شیخ عبدالحق محدث کے کلام سے چند مطالب برآمد ہوئے:

۱۔ جب کسی مزار پر دعا کرنے والا خداوند تعالیٰ سے مانگے اور بزرگ کا وسیلہ لے  
تو جائز ہے۔

۲۔ کوئی شخص قبر والے سے کہے کہ میرے واسطے اللہ کی جناب میں دعا کر اور دعا  
رکھنا ہو کہ خداوند تعالیٰ دینے والے ہیں اگر نہ دیں تو اس بزرگ کی سفارش  
بھی ہو سکتی ہے۔ شیخ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔ لیکن اکثر فقہاء حنفیہ جو  
موتی کو نہیں مانتے وہ اس بات کے منکر ہیں۔

۳۔ زیارت قبور کا سنت طریقہ تو یہی ہے السلام علیکم کہنا، استغفار تلاوت کرنا  
اس کے علاوہ استمداد کے دو طریقے جو بیان ہوئے ہیں یہ جائز تو ہیں مگر  
سنت کے درجہ سے گھرے ہوئے ہیں۔

۴۔ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں یقیناً سنتے ہیں جو شخص قبر پر بلائے اور  
لوگوں کے متعلق اختلاف ہے۔

۵۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ اپنے اختیار سے دیتے ہیں۔ ان کو اختیار مل چکا ہے اس لیے  
خیال سے خوشامد سجدہ وغیرہ حرام ہے۔

مسئلہ کی وضاحت کے لیے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتاویٰ  
عزیزی جلد دوم ص ۱۰۴ پر غور کریں۔

”بزرگوں کی روح سے استمداد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تم تو وہ ہے جو زندہ

لوگوں سے بھی کی جاتی ہے۔ یعنی ان کی دعا کو قبولیت سے قریب  
کہہ کر اپنی درخواست خدا کی جناب میں پیش کرنے کا وسیلہ بناتے  
ہیں اور ان کو واسطہ اور لہجہ اور ہتھیار کا درجہ دیتے ہیں۔ جس  
طرح عینک نظر کو تیز کر دیتی ہے یہ بے شبہ جائز ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ توجہ بزرگوں پر ہو اور یہ سمجھے کہ یہ لوگ  
اعلیٰ پورا کرنے یا کرانے میں خود مختار ہیں۔ بزرگان دین خداوند  
تعالیٰ سے اتنے نزدیک ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی تدبیر کو اپنی مرضی  
کے تابع کر سکتے ہیں، خدا سے منوالیت ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس  
سے عوام الناس استمداد کرتے ہیں۔ یہ قسم خالص شرک ہے۔ نہاد  
ہا بلایت یعنی اسلام سے پہلے مشرک لوگ اپنے بتوں پر اس سے زیادہ  
الٹا دہ رکھتے تھے۔

مطلب یہ کہ کافروں کا عقیدہ بتوں کے متعلق یہی تھا۔ اگے شاہ صاحب  
لکھتے ہیں:-

”یہ لوگ دریلوی (جو بڑی سے بڑی دلیل حدیث اس جگہ پیش  
کرتے ہیں وہ یہ ہے اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا  
من اهل القبور ترجمہ چوکرتے ہیں کہ جب تم کو کسی کام میں  
شک پیش آئے تو قبروں والوں سے مدد مانگو۔ شاہ صاحب  
رہماتے ہیں یہ حدیث نہیں ہے بلکہ صحابی بزرگ کا مشہور قول ہے  
مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم کسی چیز کے حرام حلال ہونے میں  
متعارض دلائل سے شبہ میں پڑ جاؤ تو مرنے والوں کی تقلید اور  
امرونی کرو یعنی جو مسلک اگلے لوگوں کا تھا وہی اختیار کرو۔ یہ  
اللہ عبد اللہ بن مسعود اور سفیان ثوری سے منقول ہے۔ دوسرا  
مطلب یہ ہے کہ جب دنیا کے دھندے تمہارے دل کو پریشان



کہیں تو مرنے والوں کی یاد سے دل کو تسلی دوا اور اس طرح تھا  
دل کو تسلی ملے گی۔ یاں اگر کوئی شخص قبر کو سجدہ اور طواف کرے  
اور دعا کرے کہ اسے بزرگ ایہ کام بنا دے، تو بت پرستوں کے  
ظاہریت کی ہے۔

شاہ صاحب کی بات ختم ہوئی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی  
عبداللہ بن محمد بن عبدالمطلب ہر دو حضرات تصوف اور شریعت کے جامع اور  
ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے پیر پرستوں کے توہل کو حرام، شرک  
بت پرستی کہا ہے۔ البتہ توہل کی پہلی دو صورتیں :  
۱۔ بزرگ کے وسیلہ سے خداوند تعالیٰ سے دعا مانگنا۔  
۲۔ بزرگ کو دعا کے لیے کہنا۔

اگرچہ بعض کے نزدیک جائز ہیں مگر بزرگان دین کا اختلاف  
ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ  
میں فرماتے ہیں :-

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے  
سوا دوسرے لوگوں کی قبروں سے استمداد یعنی دعا کی درخواست کرنا  
اکثر فقہاء اس کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ زیارت قبور کا مقصد فقہاء  
دعا، استغفار اور تلاوت قرآن ہے۔ یہ اکثر فقہاء کا مسلک ہے اور  
بعض فقہاء نے توہل کو ثابت کیا ہے۔“

یہاں سے معلوم ہوا کہ فقہاء منع کرنے والے زیادہ ہیں اور  
اجازت دینے والے قلیل۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث نے یہی بات  
النبوة جلد دوم ص ۶۱ پر بحوالہ فتح القدیر شرح ہدایہ لکھی ہے۔ نیز فتاویٰ  
جلد اول ص ۹۹ :

سوال :- اس طرح سے مدد مانگنا اسے فلاں بزرگ خداوند تعالیٰ سے

۱۔ اس سلسلہ میں ”آداب الدعاء“ تالیف مولانا محمد حنیف زبدانی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

ماہیت مانگنا اور میری سفارش کرنا اور دعا کرنا درست ہے یا نہیں؟  
جواب :- مردوں سے مدد مانگنا خواہ قبر پر ہو، یا دوسرے ہر صورت میں بدعت  
ہے۔ صحابہؓ اور تابعین کے دور میں یہ طریقہ نہ تھا۔ لیکن اس بات میں  
اختلاف ہے کہ یہ بدعت اچھی ہے یا بُری؟ نیز استمداد کے طریقوں  
کے حکم بدل جاتا ہے۔ یہ سوال کی صورت بننا ہر گویا جائز ہے۔ مگر بزرگ  
سے دعا کی خواہش کرنا روایت سے ثابت نہیں اور خلاف سنت بھی ہے  
بزرگ کو دعا کے لیے کہنا۔ اس کے بعض فقہاء اور صوفیہ نے جائز کہا  
ہے مگر اکثر فقہاء ناجائز کہتے ہیں اور بزرگ کو محض رنج گداز و درخواست کرنا حرام  
اور شرک ہے۔ پہلی صورت جائز ہے، دوسری خلاف سنت اور بدعت ہے  
میسری چیز فالس شرک ہے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق  
محدث دہلوی کا یہ فرمان ”اے مروی و مسنون سلام ہر موتی و استغفار و ایصال  
را و قرأت قرآن است“ یعنی روایت سے ثابت اور سنت طریقہ توہل  
پر سلام کہنا اور ان کے لیے استغفار کرنا اور تلاوت قرآن ہے اور  
اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ سنت نہیں۔

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا قبر والوں سے دعا کی خواہش کو بدعت  
الفاظ اور اس کے اچھا یا بُرا ہونے میں علماء کا اختلاف کرنا اس بات کی صاف دلیل ہے  
کہ بزرگ کو دعا کی درخواست کرنا سنت اور روایت کے مرتبہ سے گرا ہوا ہے اور  
بدعت ہے۔ خلاصہ یہ کہ قبر والوں سے دعا کی درخواست کرنا شیخ کے نزدیک  
سنت نہیں اور شاہ صاحب کے نزدیک بدعت ہے۔ شاہ صاحب نے اور بھی  
صاف کر دیا کہ مردوں سے مدد مانگنا خواہ قبر پر ہو بے شبہ بدعت ہے۔ صحابہؓ اور  
تابعین کے زمانہ میں یہ چیزیں نہ تھیں، البتہ علماء کا اختلاف ہے کہ یہ بدعت اچھی  
ہے یا بُری۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تو اختلاف کا لفظ فرما کر بات کو ختم کر دیا  
مگر ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کو زیادہ تفصیل مہیا کریں۔



## بدعت کیا ہے؟

مَا أَحْدَثَ فِي الدِّينِ - بدعت کی دو قسمیں مشہور ہیں، اچھی اور بُری بدعت۔ بُری بدعت کی تعریف علمائے اسلام نے یہ کی ہے کہ وہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود نہ ہو۔ قولاً نہ فعلاً، نہ تصریحاً نہ اشارۃً۔ مگر اہل بدعت کے اہلین کے لیے ہم بدعت کی وہی تعریف کرتے ہیں جو مولوی عبدالمسیح رامپوری نے النواہر الساطعہ میں لکھی ہے۔ انما المحدث بدعة تراعى مستند ما موراً بھا اور ترجمہ یہ کیا ہے یعنی وہی بدعت منع ہے جو مثالی ہو کسی سنت کو۔ آگے فرمائے ہیں بکرمہ البدع اذا رغمت الیہ واما اذا لم یدرعنا فلا یکرہ۔

توجہ: وہی بدعتیں ناپسند ہیں جو سنت کو مٹائیں، لیکن جو بدعتیں سنت کو نہ مٹائیں وہ ناپسند نہیں ہیں۔

اب ہم بریلوی حضرات سے پوچھتے ہیں کہ بدعت کا جو معیار آپ کے پیر جی نے قائم کیا ہے کیا استدلال کے منہ کو اس پر جانچنے کی اجازت ہے؟ بُری بدعت وہ ہے جو سنت کو مٹائے۔ ہمارے خیال میں استدلال کی بدعت نے دو سنتیں مٹائی ہیں۔ ایک استغفار، دوسری زیارت قبور کا مقصد۔ اگر کسی بدعتی کو کہا جائے کہ ادیاء اللہ کی قبروں پر جا کر ان کے واسطے گناہوں کی بخشش مانگنی چاہیے تو دیکھیے کیا جواب دیتا ہے۔ ادیاء اللہ کے واسطے استغفار؟ گناہوں کی بخشش؟ کیا کہتے ہو؟ کیا ادیاء اللہ گنہگار ہیں؟ تو بہ، تو بہ، کیا کوئی بریلوی کسی بزرگ کی قبر پر جا کر استغفار کرنے کو تیار ہوگا؟ یا اللہ میرے اور اس بزرگ کے گناہ بخش دے۔ یہ کتنا بریلوی

گناہ کفر کے برابر ہوگا اور ضرور بے ادبی سمجھے گا۔ کوئی بریلوی مولوی بدعت بیان تو کرے پھر دیکھیے اس کا کیا حشر ہوتا ہے؟ حالانکہ یہ سنت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگو اُحد کے شہیدوں کے لیے تمام صحابہؓ کی قبروں پر جا کر ان کے واسطے گناہوں کی بخشش مانگتے تھے۔ یہ سنت قائم ہوئی، مگر بریلوی حضرات اس سنت کو بزرگوں کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ یہ مرض استدلال سے پیدا ہوا ہے۔ استدلال کا عقیدہ کہ رب سنت کا باعث ہوا تو اب یہ کیسی بدعت ہے؟ آپ ہی فرمائیں۔ استدلال کے عقیدہ نے دوسری سنت جو مثالی ہے وہ زیارت قبور کا مقصد ہے۔ ارشاد ہوتا ہے قبروں کی زیارت کیا کرو اس سے موت یا آتی ہے یا جہنم کا فائدہ بھی بیان فرمایا کہ قبر کو دیکھنے سے دنیا کی ہوس کم ہوتی ہے، آتی ہے، دنیا کی بے ثباتی، ناپائیداری اور بے وفائی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ مومن مخلص کو یہ ایمانی غذا کا ہے بنگا ہے ملتی رہے تو دل دنیا میں گرفتار نہ ہوگا، تعلیم نبوت تو یہ ہے اور یہ مقصد ہر قبر سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اہل بدعت کی خدمت میں عرض ہے کہ خدا کے لیے کبھی تو سچی بات کہہ دیا کرو کیا آپ کو دکان دین کی قبروں پر موت کی یاد تازہ کرنے جاتے ہیں؟ کچھ نذر و نیاز لے جاتے ہیں، کچھ دنیا کی مرادیں مانگتے ہیں۔ بس دکان سمجھ رکھی ہے۔ بزرگوں کی قبروں پر جانے والے جملہ راج بیت اللہ کی طرح عظمت اور احترام کا جذبہ سے کھلتے ہیں، بعض جاہل تو جوج بھی کرتے، میں، چنانچہ پچھلے سالوں کے اندر سندھ میں ایسا ہولناکی کا قصہ، گورنمنٹ پاکستان نے سختی سے بند کیا۔ دیاں جا کر ان لوگوں کے گناہوں پر وہ ہیبت طاری ہوتی ہے جو نماز میں تمام عمر نہیں ہوتی، حالانکہ اللہ کا گناہ الہی ہے۔ جب سے یہ عقیدہ چلا ہے کہ بزرگوں کو خدا نے اپنا کچھ حصہ دیا ہے۔ اب بزرگوں کی عطا کی مثال آنکھ کی سی ہے، گناہ دینے والے نے دے دی، اب دیکھنے والے کو اختیار ہے،



جب چاہے آنکھ کھولے اور دیکھے۔ اسی طرح بزرگ جب ہمارے  
جو چاہیں لوگوں کو اپنے پاس سے دیتے ہیں۔ خدا نے ان کو  
ایک ہی دفعہ دے دیا ہے۔ اس عقیدہ نے ہماری قوم میں یہ نتائج  
یکے ہیں کہ تمام مراسم عبادت روزہ، نماز، خیرات، حج تک بزرگوں  
موسے لگے ہیں۔ نذر و نیاز، قبروں پر غلات چڑھانا، پراخی جلا کر  
طواف منیتیں ماننا اور کام ہو جائے تو بزرگ کی مہربانی سمجھنا، کیا  
ہو رہا ہے۔ اور اگر کچھ فرق باقی ہے تو چند دنوں میں نکل جائے گا۔  
رہے کہ یہاں لفظ استمداد سے مراد بزرگوں سے دعا کی درخواست اور  
استمداد کا طریقہ ہمیں کتنی سنتوں سے محروم کر رہا ہے، کتنی بدعتوں پر  
کمر باندھے، کتنے حرام کام ہم کرنے لگ گئے ہیں۔ کیا اب بھی کوئی غصہ  
بند کر کے کہے گا کہ یہ ابھی بدعت ہے۔ تو تسل اور استمداد کا طریقہ برا نہیں  
اور بعض صورتیں اس کی جائز بھی ہیں مگر ہماری قوم کے جملہ کا دماغ  
ہو چکا ہے اور پلید برتن میں جو چیز پڑتی ہے وہی پلید ہو جاتی ہے  
حالات کی تبدیلی سے مسائل بدل جاتے ہیں۔ بیان ہو چکا ہے کہ استمداد  
کا طریقہ سنت نہیں بدعت ہے، اب بدعت کی تعریف حضرت مجدد الف  
ثانیؒ کے مکتوب سے سنئے۔ مکتوب دفتر اول ص ۴۵۵۔

”مخل مند کا قاعدہ ہے کہ نقصان کے خطرہ میں بڑے بڑے  
فائدے چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ اسی کے قریب ہے وہ  
بات جو علماء نے فرمائی ہے۔ جو چیز کہ سنت اور بدعت کے  
درمیان دائر ہو اسے چھوڑ دینا چاہیئے (وہاں بدعت کو چھوڑنا  
سنت کے ادا کرنے سے زیادہ ثواب ہے یعنی ایک ہی چیز  
ہے۔ اس کو کچھ علماء سنت کہتے ہیں، کچھ بدعت کہتے ہیں جیسا کہ  
ہمارے اور بریلویوں کے اکثر اختلافات اسی قسم کے ہیں) تو ان

کاموں کو سنت سمجھ کر کرنے سے بہتر یہ ہے کہ بدعت سمجھ کر چھوڑ  
دیا جائے۔ آگے فرماتے ہیں یعنی بدعت میں نقصان کا خطرہ  
ہے اور سنت میں نفع کی توقع ہے۔ پس نقصان کے خطرہ کو نفع  
کی امید پر ترجیح دیتے ہوئے اس بدعت کو چھوڑ دینا چاہیئے  
تغیب نہیں کہ اس کام کو سنت سمجھ کر کرنے سے کوئی اور نقصان  
ہوا ہو جائے مطلب یہ ہے کہ ایسے کاموں کو جن کے بدعت  
یا سنت ہونے میں جھگڑا ہو بدعت ہی قرار دیا جائے جیسا کہ  
ترک بدعت باید نمود کے لفظ سے مستفاد ہے۔ اور اگر اسے  
سنت سمجھ کر کیا گیا تو ممکن ہے دوسری صورت میں اس کا نقصان  
ظاہر ہو، جیسا کہ کوئی دوا ایک مریض کے لیے تو مفید ہو، مگر بدن  
میں بڑی بڑی بیماریاں پیدا کر دے۔

حضرت امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام ہمارے اور بریلویوں  
میان فیصلہ کن ہے۔ جتنی بدعتوں کو یہ لوگ جائز قرار دینے کے لیے  
اور ہمارے دھونڈ رہے ہیں یہ سب بدعتیں بڑے پھیل دیتی ہیں۔ مثلاً  
ثواب پر سب کا اتفاق ہے، لیکن ایک دن مقرر کرنا، اور اس کی پابندی  
کا قرار دینا یہ بدعت ہے۔ یہ تعین اگر انتظام کے لیے ہے تو انتظامی  
اور ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں یہ کیوں نہیں بدلتی۔ اس میں یہ لوگ خوبی سمجھتے  
ہیں مصنف رسالہ مسئلہ گیارھویں نے جھوٹے حوالے دے کر ایک کمزور  
دلائل کھڑی کی اور آخری صفحہ پر سید صاحب نے اس ساری عمارت کو ایک  
جگہ سے گرا دیا۔ روکنی اللہ المؤمنین القتال (الآیت) اب یہ لوگ  
فرس کو خدا جانے سنت اور کیا کیا بنا رہے ہیں۔ مگر امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ  
کی آیتیں گوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہو رہی ہے۔

عزموں کے میلے بنتے جاتے ہیں اور میلوں میں بد معاشی، ناچ گانا،



چوری و ننگا فساد بن گیا ہے۔ یہ میلے تمام کے تمام عرسوں کی بگڑی ہوئی ہیں۔ کسی کو شک ہو تو پیران کلیہ کا میلہ جا کر دیکھے جہاں ہزاروں کی تعداد طوائف ہر سال جاتی ہیں اور زنا کی منڈیاں ہفتوں تک بنی رہتی ہیں۔ امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا کہ اس بدعت کو اگر نہ چھڑا دیں اس کے نقصانات دوسری صورت میں ظاہر ہوں گے۔ یہ بچی علامت ہے کہ درخت اپنے پھل سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ اللہ ہدایت سے قوم کا تباہ کر دیا، کس طرف ڈال دیا قوم کو صرف اپنے پیٹ کے لیے۔

یہ بات بھی اس صورت میں جب کہ کوئی چیز سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو۔ لیکن جو بدعت اعلیٰ نہ سنت کو مٹا رہی ہے جیسا کہ عرض کیا جا رہا ہے تو کیا اب بھی وہ بدعت حسنہ ہوگی؟

فیروز مکتوبات غرلیف دفتر اول صفحہ ۸۶ کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

”اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے عاجزی و زاری سے سوال کرتا ہوں کہ جو چیزیں دین میں نئی پیدا ہوئیں اور ایجاد کی گئیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھیں۔ اگرچہ وہ چیز روشنی میں صبح کے سپیدہ کی طرح ہو۔ اس فقیر اس جماعت کے ساتھ جو میرے مرید ہیں اس بدعت کے کرنے میں گرفتار نہ کرے۔ بہ طفیل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: ایک اچھی، ایک بُری۔ اچھی اس ایک عمل کو کہتے ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بعد پیدا ہوئی اور کسی سنت کو نہ مٹائے۔ اب حضرت مجدد بدعت کی عام علماء نے جو تقسیم کی ہے اس کے بعد اپنی تحقیق بیان فرماتے ہیں (یہ فقیر یعنی امام مجدد ان ساری بدعتوں میں سے کسی بدعت میں اچھائی

حکایت نہیں سمجھتا، اور اندھیری اور گدلاپن کے سوا کچھ نہیں محسوس کرتا۔ اگر بالفرض کوئی شخص بدعتی کام کو آج دنیا کی نظر کی کمزوری کی وجہ سے تروتازہ دیکھے تو کل بروز قیامت جب کہ آنکھوں کی بینائی بڑھ ہو جائے گی، یعنی حقیقت سے پردہ اٹھ جائے گا اور ہر شخص کو اصل صورت میں دیکھے گا تو یہ لوگ سمجھیں گے کہ خسارہ اور غرہ لگی کے سوا نتیجہ کچھ نہیں۔ بیست۔ صبح کے وقت تجھے صاف معلوم ہو جائے گا کہ اندھیری رات میں تو کس بد صورت معشوق سے عشق کرتا رہا ہے۔

سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جو شخص دین میں ایسی باتیں پیدا کرے جو دین میں نہیں ہیں تو وہ چیز مردود ہے۔ اب جو چیز مردود ہو اس میں حسن اور خوبی کہاں سے آئے گی! حضرت امام مجددؒ اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ بدعت اچھی کوئی بھی نہیں ہوتی، بدعت اور اچھی، یہ کیسے ہو سکتا ہے، سب بدعتیں مردود ہیں، آگے فرماتے ہیں:

حدیث: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ”آما بعد۔ سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے، اور بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اور بدترین کام وہ ہیں جو دین میں ایجاد کیے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ نیز فرمایا۔

حدیث: میں تم کو نصیحت کرتا ہوں، اللہ سے ڈرنے کی حکم ماننے کی، اور تابعداری کی، اگرچہ تمہارا امیر حبشی غلام ہو، اور جو شخص میرے بعد دنیا میں دن گزارے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا جیسا کہ بدعتیوں کا اختلاف، پس تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو بکڑنا۔ اس کو مضبوط پکڑنا اور دانتوں



سے پکڑو، اور بچو بدعت کے کاموں سے۔ کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے۔ اور بدعت گمراہی ہے۔ پس بدعت میں سن اور خوبی کہاں سے آئے گی؟ آگے والے ہیں۔ کہ حدیثوں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر بدعت کسی سنت کو مٹاتی ہے۔ بعض کی خصوصیت نہیں، سب بدعتیں ایسی ہیں۔ پس ہر بدعت بُری ہوگی۔ جعفر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جب کوئی قوم بدعت لگاتی ہے تو اتنی سنت ان کے ہاں سے مٹ جاتی ہے۔ پس سنت کو مضبوط پکڑنا بدعتیں ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت حسانؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی قوم دین میں نئی بات نکالتی ہے تو خداوند تعالیٰ اس کی سزا میں اُتنی سنت ان سے چھین لیتا ہے۔ چہر قیامت تک وہ سنت ان کو نصیب نہیں ہوتی۔ کیونکہ بدعتی لوگ بدعت کہ ہی سنت سمجھنے لگتے ہیں، اس مرکب جہالت کا کیا علاج ہو؟ اور جاننا چاہتے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء اور صوفی ابھی بدعت کہتے ہیں، جب غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی سنت کو مٹانے والی ہیں۔ مثلاً نیت کے کفن میں عالموں نے پگڑی باندھنا ابھی بدعت کہا ہے باوجود یہی بدعت سنت کو مٹانے والی ہے۔ کیونکہ سنت تعداد کفن میں تین ہیں اور زیادتی سنت پر سنت کو منسوخ کرنا ہے، اور منسوخ کرنا مٹانا ہے اسی طرح نماز کی زبان سے نیت کرنا علماء نے اچھا سمجھا ہے کہ دل کے ارادہ کے ساتھ نیت کے الفاظ زبان پر بھی جاری ہوں تو بہتر ہے۔ یہ بدعت حسنہ سمجھی گئی ہے، مگر یہ ایک ضروری فرض کو مٹاتی ہے۔ کیونکہ اکثر لوگ زبان سے کہنا کافی سمجھتے ہیں اور دل سے غافل رہتے ہیں۔ اسی طرح تمام بدعتیں اور من گھڑت چیزیں سنت پر زیادہ کرنا ہے۔ اگرچہ کسی طرح بھی ہو، اور زیادت نفع ہے۔ نسخ مٹانا ہے۔ پس لازم ہے تم پر سنت کی پابندی کرنا اور صحابہؓ کی پیروی کرنا، کیونکہ وہ سب ستارے ہیں جس

اور وہی کرو گے ہدایت مل جائے گی۔ لیکن قیاس اور مجتہدوں کا اجتہاد تو یہ ہرگز بدعت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ قرآن حدیث کا مطالبہ واضح کرتا ہے کوئی زائد چیز نہیں ہے پس غور کرو (مکتوب والو! رکتوب ۱۸۶ دفتر اول)

۱۔ مکتوب میں ایک بہت بڑا اصول یہ معلوم ہوا کہ زیادہ بھی نسخ اور چیزیں سنت سے ثابت نہیں ہیں ان کو خلاف سنت ہی سمجھا جائے۔ کیونکہ سنت پر کچھ بڑھانا سنت کو مٹانا ہے۔ یہ مصنون دفتر دوم میں خوب واضح ملے گا۔ بریلوی حضرات اس مکتوب پر غور فرمائیں۔ ۲۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ زیارت قبور کے وقت سنت دعا اور قرأت قرآن ہے۔ باقی جو کچھ بڑھاؤ گے، استدلال امام کو سنت کو مٹانا ہے۔ اس لیے یہ بدعت سنیہ ہوگی۔ یعنی

حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ہر آدمی ان لوگوں کے بارے میں برکت حاصل کرنے کے لیے، اور بارگاہ شریف میں شرف قبول کی امید پر کچھ حوالے اور لکھے ہیں۔ مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۱۲۳:

اللہم التَّوَحُّلِينَ التَّوَحُّلِينَ التَّوَحُّلِينَ بِحَسْبِ اللَّهِ وَسَلَامُهُ  
عَلَيْهِمْ هَذَا وَالدِّينِ الصُّلْفُ۔ وہ نصیحت ہو فرزند عزیز،  
تمام احباب کو کی جاتی ہے سنت کی پیروی ہے اور بدعت  
کا اتباع سے پرہیز کرنا ہے۔ چونکہ اسلام اس زمانہ میں غریب  
ہو رہا ہے اور مسلمان بھی نادار دنیا یاب ہو رہے ہیں بریلوی  
(مکتوب میں) اور مسلمان دن بدن دنیا یاب ہوتے جائیں گے اس  
سبب کہ انہیں دالازمین پر کوئی نہ رہے گا اور قیامت



بدترین لوگوں پر قائم ہوگی۔ سعادت مند وہ شخص ہے جو اس غربت کے زمانہ میں چھوڑی ہوئی سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور رواج پانے والی بدعتوں میں سے کسی بدعت کو مارتے۔ وہ وقت ہے کہ غیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے ہزار سال گزر چکا ہے۔ قیامت کی علامات اور نشانیاں ایسا بول رہی ہیں اور سنت زمانہ نبوت کی دوسری کی وجہ سے پیدا میں چھپ گئی ہے۔ جھوٹ پھیل جانے کی وجہ سے بدعت ساٹھ آ رہی ہے (مطلب یہ ہے کہ جھوٹ بہت پھیل چکا ہے۔ دین میں جھوٹے اور بے بنیاد مسئلے بہت شامل ہو چکے ہیں اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو دین باپ دادا سے ہم نے دیکھا ہے وہی اصلی دین ہے) اب کوئی غمناک نہ ہونا چاہیے جو سنت کی امداد کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا رواج پانا دین کی برائی کا باعث ہے اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کی عمارت کو گرا دینا ہے۔ جس شخص نے صاحب بدعت کی تعظیم کی اس نے اسلام کی عمارت گرانے میں مدد کی۔ یہ روایت تم نے سنی ہوگی، ساری ہمت اور ارادہ سے اس بات کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ کسی سنت کی ترویج اور اشاعت کی جاسکے، ہر زمانہ میں اور خصوصاً اسلام کے اس ضعف کے زمانہ میں اسلامی اصولوں کو قائم کرنا سنت کی ترویج سے وابستہ ہے اور بدعت کو دیران کرنے سے گزشتہ لوگوں نے بدعت میں کوئی خوبی دیکھی ہوگی جو انہوں نے بعض بدعتوں کو اچھا کہا ہے۔ لیکن یہ فقیر حضرت امام مجتہد (الثانیؒ) اس مسئلہ میں ان کے ساتھ موافق نہیں ہے اور بدعت کے کسی فرد کو اچھا نہیں سمجھتا۔ اندھیری اور کدورت

کہ وہ بدعت میں کچھ نہیں دیکھتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا ہے۔ یہ بدعت گمراہی ہے اور جاننا چاہیے کہ اسلام کے ضعف اور غربت کے زمانہ میں سلامتی سنت ادا کرنے میں ہے اور ہر بادی بدعت میں۔ خواہ کوئی بدعت ہو۔ بدعت کو اچھا یا کستی کی طرح سمجھنا چاہیے جو اسلام کی عمارت کو کھود ڈالتی ہے اور سنت کو چمکتا ہوا ستارہ سمجھنا چاہیے جو گمراہی کی اندھیری بات میں سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ اس وقت کے علماء کو خداوند تعالیٰ توفیق دیں کہ کسی بدعت کی اچھائی میں زبان نہ کھولیں اور کسی بدعت کے کرنے کا فتویٰ نہ دیں۔ اگرچہ وہ بدعت ان کی سمجھ میں سپیدہ صبح کی طرح روشن ہو۔ کیونکہ سنت کے علاوہ ہر چیز میں شیطان کی فریب کاریوں کا بہت غلبہ ہے۔ پہلے زمانہ میں چونکہ اسلام مضبوط اور طاقت ور تھا اس لیے بدعت کے اندھیروں کو برداشت کر سکتا تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بدعت کے بعض اندھیرے نور اسلام کی سمت چمک دیک میں نورانی نظر آتے ہوں۔ دیکھ رہے ہیں کہ جہاں روشنی بہت زیادہ ہو وہاں سیاہ چیزیں بھی چمکتی ہیں) اسی لیے ان کو بدعت سنہ کہا گیا ہے۔ اگرچہ حقیقت بدعت میں کچھ نور نہیں تھا لیکن اس وقت جو اسلام کے ضعف اور کمزوری کا وقت ہے بدعت کے اندھیروں کو برداشت کرنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ اس موقع پر متقدمین اور متفرق علماء کا فتویٰ جاری نہ کرنا چاہیے کیونکہ ہر وقت کے احکام الگ ہیں یہ اصول یاد رکھنا چاہیے) اس وقت سارا جہان بدعت کے زیادہ ظاہر ہونے کی وجہ سے اندھیروں کا سمندر نظر آتا ہے اور سنت کا نور نادر اور کمیاب ہونے کی وجہ سے



جنگوں کی طرح کمزور نظر آتا ہے۔ حضرت امام مجدد کو تو دنیا میں بدعت کے پھیلنے ہوئے سمندر نظر آ رہے ہیں مگر مولوی محمد عبداللہ صاحب سے پوچھیے تو وہ فرمائیں گے بدعت کہاں ہے سنت ہی سنت ہے۔ سچ ہے۔

آنکھیں جو بند کی ہوں تو پھر دن بھی رات ہے

آگے فرماتے ہیں:- بدعت اندھیروں کو بڑھاتی ہے اور سنت کے نور کو کم کرتی ہے اور سنت کام بدعت کے اندھیروں کو کم کرتے ہیں اور نور کو بڑھاتے ہیں۔ اب جو شخص چاہے تو بدعت کا اندھیرا بڑھالے اور جو شخص چاہے سنت کا نور بڑھائے، چاہے شیطان کی جماعت کو بڑھائے، جو چاہے اللہ کی فوج میں شامل ہو، اس وقت کے صوفی اگر انصاف پر آئیں اور اسلام کی کمزوری اور قیوت کی پھیلاؤٹ دیکھ لیں تو چاہیے کہ سنت کے علاوہ کسی چیز میں اپنے پیروں کی پیروی نہ کریں۔ بناوٹی چیزوں کو پیروں کے عمل کے یہاں نہ لے نہ کریں۔ سنت کی اتباع یقیناً نجات دینے والی ہے اور غیرات و برکات کا بھل دینے والی ہے اور سنت کے سوا کسی چیز کی پیروی میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔

ناظرین! یہ مکتوب گرامی اسلوب کئی اصول بیان کرتا ہے:

۱۔ احکام حالات کی تبدیلی سے بدلتے ہیں۔ شروع میں اگر بزرگوں میں کسی نے عرس وغیرہ کی اجازت دی ہے، یا اس میں چشم پوشی کی تو ان کا ماحول اپنا تھا۔ ہمارا ماحول اگر دیکھتے تو چلا آگئے۔ دیکھیے امام مجدد کو ہر طرف بدعت کے سمندر سنت کے جنگوں پر حملہ آور نظر آتا ہے، جب چار صدیاں اور گزر چکی ہیں تو اب ہماری کیا حالت ہوگی مگر افسوس ہریوی حضرات ان باتوں پر غور نہیں کرتے۔

امام مجدد صوفیوں کو سبق پڑھا رہے ہیں کہ تمہارے پیر اگر سنت کو بدعت کریں تو تم ان کی پیروی نہ کرو۔ مگر یہاں اسی گنگا چلتی ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ قرآن حدیث کے خلاف بزرگوں کے قول سے ہر گز ہٹنا جائز ہے۔ افسوس سے کہا جاتا ہے کہ حضرت امام مجدد جن کو دیکھ بھی نہیں سکتے محفل میلاد وغیرہ آج یہ بدعتیں سب سے زیادہ

کے مریدوں میں ہی پھیل ہوئی ہیں۔

۱۰۳ مکتوب ص ۵:

بدعت کے نام و نشان سے پرہیز یہاں تک کہ اچھی بدعت سے بدعت تک اس میں اتنا پرہیز نہ کرے جتنا بُری بدعت سے، تب تک اس بدعت میں قبول الہی کی دولت سے کچھ خوشبو اس کی جان کو نصیب ہوگی اور یہ چیز آج کل مشکل ہے کیونکہ سارا جہان بدعت کے غم میں غرق ہے اور بدعت کے اندھیروں میں آرام پایا کرتے کس کی مجال ہے کہ بدعت کو اٹھانے یا مٹانے کا دم دے اور سنت زندہ کرنے پر لب کھولے۔ اس وقت کے اکثر بدعت کو بوج دینے والے ہیں اور سنت کو مٹانے والے ہیں اور بدعتیں چیل جاتی ہیں اور سب دنیا میں رواج پکڑ جاتی ہیں ان کو علماء و ستور اور رواج سمجھ کر جائز ہونے لگے اچھا ہونے والی دینے لگ جاتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کی رہنمائی کرتے ہیں کیا کہتے ہیں یہ تو بتائیں کہ اگر گمراہی عام ہو جائے اور بھٹ ال جائے تو کیا یہ عام دستور اور رواج بن جاتا ہے۔ کیا نہیں جلتے دستور اور رواج جو معتبر ہے وہ ہے جو صدر اول یعنی خیر القرون میں تھا۔ مراد صحابہ، تابعین، تبع تابعین کا دور ہے یا تمام مسلمانوں کے اتفاق سے جو بات ماحول ہو جیسا کہ تباہی غیاثیہ میں شیخ الاسلام



شہیدؒ نے فرمایا، ہم علماءِ مبلغ کی پسند کا اعتبار نہیں کرتے ہم نہ  
زمانہ کے فقہاء کی بات مانتے ہیں کیونکہ کسی شہر میں کسی بات کا  
پانا بواز کی دلیل نہیں ہے جب تک پہلے زمانہ سے لے کر اب تک  
کسی بات کا دستور نہ ہو۔ کیونکہ اگر شروع سے کسی بات کا رواج  
ہو تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ  
نے لوگوں کو اس بات پر قائم کیا ہے، پس یہ شریعت ہونی چاہی  
کوئی چیز شروع سے نہ آ رہی ہو تو لوگوں کا کسی کام کو کرنا اس  
کی دلیل نہیں ہے کہ یہ حکم شریعت ہے۔ ہاں اگر کوئی رواج تھا  
شہروں اور ملکوں میں ہو اور کسی کا اختلاف نہ ہو (تو یہ اجماع  
اور یہ اجماع حجت اور دلیل ہے۔ آگے فرماتے ہیں:۔ کہ اگر کسی  
کا کسی کام کو کرنا، یا کسی زمانہ میں کسی بات کا رواج پکڑنا، اگر کسی  
کی دلیل بن جائے تو شراب پیچنا اور سود کھانا بھی جائز ہو سکتا ہے  
ناظرین! حضرت امام عقیل و الف ثانیؒ کا کلام آپ نے چوم لیا  
غور کریں ہر یولیوں کا اور ہمارا جھگڑا صرف یہی ہے کہ جو باتیں بہت حد تک  
پیداوار ہیں جن کی قرآن کریم حدیث شریف اور فقہ کلام میں کچھ اصل نہیں  
کو یہ لوگ بدعت تو مانتے ہیں مگر اچھی بدعت کہتے ہیں۔ حضرت امام عقیل و الف  
نے جس ناک پر مٹتی بیٹھتی ہے وہ ناک ہی اڑا دی کہ بدعت الی  
کیسے ہو سکتا ہے۔ سب بدعتیں بُری ہیں جو لوگ حضرت امام عقیل و الف  
سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے وابستگان ہیں امید ہے کہ انہو چیزوں کو  
سوچیں گے، ورنہ یاد رکھیں کہ صفائے وطن اور بدعت کا سخت بل  
وہ ہے کہ تصوف جیسی مقدس چیز آج چند منافطوں اور وہمات کا مجبور ہے  
تقلید دوسرے مقتداں بے معنی  
بدنام کند رہ جواں مرداں را

حضرت امام عقیل و الف ثانیؒ نے ایک بہت قیمتی اصول بیان فرمایا ہے کہ جو چیز بدعت  
درمیان جھگڑے میں ہو اس کو بدعت سمجھ کر چھوڑ دینا چاہیے انصاف  
اور بریلوی مذہب بدعت پر کھڑا ہے مگر ہم علی السبیل التذریل کہتے ہیں،  
صرف اور سنت کے درمیان تردید کی صورت ہے۔ پھر بھی بقول امام  
عقیل و الف ثانیؒ کے قابل ہوا۔ یعنی بریلوی مذہب چھوڑنے کے قابل ہے۔ بدعت  
درمیان ثانی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہے: لَانْتَهَ اِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ  
بَيْنَ مَذْهَبَيْنِ وَ سُنَّتِهِمَا كَانَتْ تَرْكُ سُنَّتِهِمَا اِحْجَا عَلٰی فَعَلِ الْاِبْدَاعِ  
۱۔ جب کسی کام کے سنت اور بدعت کہنے میں تردید ہو تو اس سنت  
پر یا بدعت پر اس بدعت پر عمل کرنے سے۔

لوگوں کو اگر پیروں کی طرف سے مجبوریاں ہیں تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ  
نے یہ فیصلہ بھی فرمادیا کہ انصاف تو یہی ہے کہ مریدین سنت کے علاوہ کسی  
پیروں کی تابعداری نہ کریں۔ مگر یہ مجددؒ کی آواز مجددیوں تک کون پہنچائے  
میری مریدی ایسی بلیک مارکیٹ بن چکی ہے کہ مرید بناتے ہی کہہ دیا جاتا  
ہے کہ پاس مت جاؤ، یہ علماء ظاہر میں ان کو کیا خبر! یہ لوگ بے ادب ہوتے  
ان کے بچو۔ اس پردہ میں اندھیرا پھیلاتے ہیں، قرآن و حدیث سے غفلت  
رہتے ہیں۔ اسی اندھیرے میں ان کی دکان چلتی ہے مگر حضرت مجددؒ بھی کیا  
کال ہیں کہ بدعت کی بجا تبادلی فرمادیا کہ یہ بدعت کی بیماری مریدوں کو پیروں  
سے، اگر مرید عقل والے ہوں تو پیروں کی خلاف سنت پیروی چھوڑ دیں، بچا کر  
لوگوں کو بدعت کیا ہوتی ہے؟ کچھ تعویذات کچھ علیات کا کاروبار چلتا ہے اس کے  
دانا اور کبھی کبھی بے نیکی باتیں کرنا پیر بننے کے لیے کافی ہے۔ ہر یولی حضرات خدا  
حضرت مجددؒ کے کلام پر غور فرمائیں۔

اے چشمِ اشک بار ذرا دیکھ تو سہی  
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو



## بحث ندائے استمدادی

خداوند تعالیٰ کے ہوا کسی کو حاضر ناظر سمجھ کر پکارتا۔

رسالہ لہذا کی تمہید میں آیات اور احادیث سے استعانت اور استمداد کے لیے چکے ہیں۔ ناظرین وہ حوالے پھر غور سے پڑھیں۔ یہاں سب سے پہلے حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد دُنیئے:

”حاضر کے لفظ سے بلانا چند صورتوں میں جائز ہے:-

۱۔ جن اشعار میں ”یا“ اور دوسرے حرفِ ندا ہوں ان کو شوق اور غلبہ سے غلبہ سے پڑھنا جب کہ بلائے اور پکارتے کی نیت نہ ہو۔ جیسا کہ باری کو مخاطب کرتے ہیں۔ اے ہوا! میرا پیغام مدنیہ متورہ ہے۔ تو ہوا کو بلانا مقصود نہیں ہوتا۔ اس قسم کے غلبہ محبت میں یا رسول اللہ کہنا جائز ہے۔ جب کہ حاضر ناظر کا عقیدہ نہ ہو، شعرا کا کلام اسی پر ہوتا ہے (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۶۶، ص ۸۸)

۲۔ حاضر ناظر سمجھ کر یا رسول اللہ کہنا اس خیال سے کہ حضور ہر جگہ ہیں، ہمیں دیکھ رہے ہیں، ہر چیز کا علم مستقل آپ کو حاصل ہے، خداوند تعالیٰ کے بتانے کی ضرورت نہیں رہی تو یہ شرک ہے مگر شوق میں کہے تو یہ جائز ہے۔ اگر اس خیال سے پکارتے کہ شاید خداوند تعالیٰ میری آواز آپ تک پہنچا دیں تو ہر جگہ نہیں اور اَصْلُوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ کہنا جائز ہے کیونکہ فرشتے پہنچا دیں گے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۵)

۳۔ اس خیال پر یا رسول اللہ کہ یہ لفظ میرے اعمال میں لکھ لیا جائے اور جب فرشتے میرے اعمال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

کریں گے تو یہ لفظ بھی اسی طرح بارگاہِ نبوت میں پہنچ جائے گا۔ بھی جائز ہے۔

۴۔ اگر کوئی شخص روضۃ النور پر حاضر ہو (زہدہ قسمت) تو چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس لیے یا رسول اللہ بھی کہہ سکتا ہے، تو تسل اور استمداد بھی کر سکتا ہے بشرطیکہ شرک نہ ہو۔

۵۔ یا رب! قلبِ تام ہو۔ مطلب یہ کہ کسی سعادت مند کو تعلق باطنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل ہو اور نسبت باطنی بھی نصیب ہو تو وہ شخص یا رسول اللہ کہہ سکتا ہے۔ (امداد الشوک ص ۱)

۶۔ یا ندا کے لفظ کو بغیر عقیدہ علم حیرت کے کسی دم یا عمل یا ملاوت میں بھی جیسے۔ یَا اَیُّهَا الْمَسْکِیْنُ۔

۷۔ چونکہ اہل سنت کرامت اولیاء کے قائل ہیں اس لیے بطور کرامت بھی اگر کوئی شخص اپنی آواز آپ تک پہنچا سکے تو ممکن ہے، ان تمام صورتوں کے علاوہ صرف ایک ہی صورت یا رسول اللہ وغیرہ کہنے کی جائز ہے۔ وہ یہی ہے کہ کسی نبی یا ولی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ وقت ہر جگہ سے ہر شخص کی بات کو سن رہے ہیں غلط ہے۔ لفظ خداوند تعالیٰ کی شان ہے، یہ ایک بدعتی عقیدہ ہے۔

۸۔ عبد العزیز محدث دہلوی ”تفسیر سورت منزل میں فرماتے ہیں، مفہوم

مختلف جگہوں، مختلف وقتوں، مختلف اور زبانوں کے ساتھ ذکر کرنے والوں کے قلبی ذکروں اور زبانی ذکروں پر احاطہ علمی خداوند تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ کے سوا کسی میں بھی نہیں۔ ہاں بعض کافر اپنے عقول کے حق میں ثابت کرتے ہیں، اور اہل اسلام کے فرقوں سے بھی بعض پیروں پرست اپنے پیروں کے حق میں بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں



اور اسی اعتقاد کی وجہ سے حاجت کے وقت ان کو پکارتے ہیں اور ان سے مدد چاہتے ہیں لیکن یہ بات ہرگز روا نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے کہ وہ لوگ دھوکے میں پھنسنے ہیں اور برے شے میں گرفتار ہیں۔

اسی جگہ فرماتے ہیں:-

”مخلوقات اگرچہ روحانیات ہوں ایک تو علم محیط نہیں رکھتے کہ ہر ذکر کرنے والے کے ذکر پر اطلاع پائیں اور دوسرا ذکر کرنے والے کی روح پر اطلاع نہیں رکھتے۔ فنا کی ہزاریہ میں بے جو شخص کہے کہ فرشتوں کی روحوں میں جا رہے ہیں اور جانتے ہیں وہ کافر ہو جاتا ہے اہل بیت کفر کی دیا جاتا ہے۔“

### ناظرین

ایہ مسئلہ علم غیب ہے اور ہمارے موضوع سے باہر ہے ہم تو محمد عبد اللہ کی نذر عظمیٰ کے متعلق عرض کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے ہم کو ثواب کا مسئلہ گھسیٹ دیا تھا اگر میرا کام ہو جائے تو غوث کی دیگر لکچوس اور ایصال ثواب کہا۔ اس لیے ضرورت پڑی کہ ہم ایصال ثواب کا بیان کریں۔ اور غوث کی دیگر سے کام لکھا کہ اس لیے استعانت اور استدعا کا مسئلہ بھی درپیش ہے لوگ استدعا میں بزدلوں کو پکارتے ہیں ہمارے یقین ہے کہ اگر بزرگ ان کی بات سنتے ہیں تو یہی کہیں گے کہ ہمارے دُور تو نے نہیں ایسا لالچی کچھ رکھا ہے کہ مشرکانہ نذر و نیاز ہم سے بدتر ہے۔ بطور رشوت ہیں پیش کرتا ہے۔

حضرات! صوفیہ تو کچھ کسی باخیریت انسان کو ایسا کہہ کر دیکھو، جی کام کر دیجیے پچاس روپے نذرانہ دوں گا تو وہ جواب میں کیا کہے گا؟

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر شریف پر جانے والے کی آواز سننے اور اس میں اہل سنت کا کوئی اختلاف نہیں، انبیاء کے علاوہ دوسروں میں علماء و ائمہ کا اختلاف ہے۔ مگر ہر یوہی حضرات تمام بزرگوں کو ہر جگہ حاضر ناظر سمجھتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ بزرگوں کو کام بنانے کی طاقت ہے جو چاہیں کر سکتے ہیں تقدیر بدل سکتے ہیں۔

ہم میں الٹ پلٹ کر دیں کسی کی تقدیر میں کوئی چیز نہ ہو تو اپنے پاس سے دے دیں۔ بلکہ بعضے کام تو بزرگوں کے اتنے پکے ہیں کہ خدا کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ امام ابو شریف صاحب نوری نے مسجد عظیم خاں اور قصور کی دیگر کئی مساجد میں جہاں ان کیا کہ کچھ لوگوں نے حضرت شیخ پیران پیر کا علم غیب معلوم کرنے کے لیے کوشش کی تھی کہ چار پائی پر ڈال دیا کہ حضرت یہ مردہ ہے جنازہ پڑھا دیئے۔ جب جنازہ پڑھا تو لوگوں نے اسے اٹھانا چاہا مگر وہ کیسے اٹھتا تھا۔ حضرت پیران پیر نے فرمایا خدا کے مارے ہوئے تو قیامت کو اٹھیں گے۔ فرمایا انا ہوا قیامت کو بھی زندہ نہ ہو گا۔ سبحان اللہ! نعرہ غوثیہ۔

یہاں پہلے یا بندو بھوں کی کتھا ہے نادان دوست یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ایک بے گناہ کی ہر گز ہے۔ مَنْ كَلَّ مُؤْمِنًا مُتَعَبِدًا فَجَزَاءُ كَذِبِهِمْ (الآیۃ)۔

اگرچہ ہر صاحب کو کہہ دے جارہے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کو کیا مارنے کا طریقہ نہیں ہے؟ وہ کہہ دے کہ مردے قیامت کو زندہ ہو جائیں گے۔ خداوند تعالیٰ کو یہ حضرت کا کیا کریں کہ مارنے کا پکا طریقہ بریلویوں کے پیر صاحب سے سیکھ لیں۔ یہ دردِ دل والی بیت لمبی ہے اس کا بیان آگے آئے گا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی صحیح تعلیم کا کچھ نمونہ پیش کر دیا جائے۔ اس عالی قدر شخصیت، اسلام کے مایہ ناز فرزند تو حید پر جو ظلم بریلوی کر رہے ہیں اس کا کچھ اندازہ ہو جائے۔ فرماتے ہیں:-

”کل مخلوق کو خداوند تعالیٰ کے سامنے اس طرح عاجز سمجھو جس طرح ایک بادشاہ ہے۔ جس کا ملک بہت بڑا وسیع ہے حکم اور تشاہد دل ہلا دیتے والا ہے۔ اس نے ایک شخص کو گرفتار کر کے اس کے گلے میں طوق اور پاؤں میں پیریاں ڈال کر ایک صنوبر کے درخت میں ایک دریا کے کنارے جس کی موجیں زبردست، پارت بہت بڑا تھا بہت گہری، بہت زبردست پر ہے لٹکا دیا ہے اور خود وہ بادشاہ



ایک نفیس اور بلند کرسی پر کہ اس تک پہنچنا بہت مشکل ہے تشریف لے رہے ہیں۔  
 یعنی بیٹھا ہے، اور اس بادشاہ کے پاس تیر تلوار اور نیزہ رکھے ہیں  
 وغیرہ اٹھیا رہے ہیں، کہ ان کا اندازہ اس بادشاہ کے سوا کوئی نہیں  
 جانتا۔ اب ان چیزوں میں سے جو چیز چاہتا ہے اٹھا کر اس تک لے جاسکے  
 قیدی پر مارتا ہے، اور وہ قیدی چونکہ جکڑا ہوا ہے اور اونچی جگہ لٹکا ہوا  
 ہے اس لیے نہ بل سکتا ہے نہ کوئی اس کو چھڑا سکتا ہے مطلب یہ کہ خدا  
 تعالیٰ کے سامنے ساری مخلوق اس بے بس قیدی کی مثال بنے زندگی،  
 موت، خوشی غم سب کچھ انہیوں ولیوں کو اسی کی طرف سے آتا ہے  
 کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے  
 آگے فرماتے ہیں:-

”جو لوگ اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھ رہے ہیں، وہ اگر اس قیدی  
 سے ڈریں اور نفع نقصان کی امیدیں رکھیں اور بادشاہ سے نہ کہیں  
 تو ان کے لیے حیف ہے کیا جو شخص ایسا کرے عقل کے نزدیک  
 بے عقل، بے ادراک، دیوانہ چوپایہ، اور انسانیت سے خارج نہیں  
 ہے؟ خدا کی پناہ! ہدایت کے بعد گمراہی اور ایمان کے بعد کفر ہے،  
 یعنی جو شخص مخلوق سے خواہ اللہ کے کتنے ہی پیارے ہوں نفع  
 نقصان کی امید رکھتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ  
 سے نہ ڈرے اور ہلکے ہوئے قیدی سے ڈرے“

(رموز الغیب ترجمہ فتوح الغیب مقالہ ۱)

۲- ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی کچھ کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ  
 نقصان پس اللہ تعالیٰ بندوں کے ہاتھوں سے کرا دیتا ہے۔ اس کا  
 فعل تیرے اندر اور ساری مخلوق کے اندر تصرف کرتا ہے جو کچھ تیرے  
 لیے مفید یا مضر ہے۔ (فتح الربانی مجلس ۱۳)

۱- ملاحظہ ہو حضرت شیخ عید القادر جیلانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:-  
 ۳- جب بندہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو پہلے خود اس سے  
 نکلنے کی کوشش کرتا ہے، اگر نکل نہیں سکتا تو مخلوقات سے مدد لیتا ہے۔  
 بادشاہوں سے، حاکموں سے، دنیا داروں سے، امیروں سے، اور دیکھ  
 دو میں طبیعوں سے، جب ان سے بھی کام نہیں نکلتا اس وقت اپنے  
 پروردگار کی طرف گریہ و زاری اور حمد و ثناء سے رجوع کرتا ہے، یعنی جب  
 تک خلق خدا سے مدد ملتی ہے خدا کی طرف دھیان نہیں کرتا۔ پھر جب  
 خالق خدا کی طرف سے بھی مدد نہیں ملتی تو مجبور ہو کر خدا کے ہاتھوں میں  
 آ رہتا ہے، اور ہمیشہ سوال دعا اور حاجت مندی کا اظہار کرتا رہتا ہے۔  
 پھر خداوند تعالیٰ اس کو دعا سے بھی نفع دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا یہاں  
 تک کہ کھل اسباب کٹ جاتے ہیں اس وقت اس پر پوری طرح تقدیر  
 جاری ہوتی ہے اور وہ روح خالص بن جاتا ہے اور وہ صاحب یقین  
 موحّد بن جاتا ہے قطعی طور پر جان لیتا ہے کہ درحقیقت خدا کے سوا نہ کوئی  
 کچھ کرنے والا ہے نہ حرکت اور سکون دینے والا ہے، نہ اس کے ہاتھ  
 میں اچھائی اور برائی، نفع نقصان بخشش محرومی، اکثاش بندش، موت  
 زندگی، عزت ذلت، دولت مندی اور غریبی ہے۔ اس وقت تقدیر کے  
 سامنے بندہ کی یہ حالت ہوتی ہے، جیسے شیر خوار بچہ دایہ کی گود میں،  
 یا مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں اٹا پکٹا جاتا ہے۔

(فتوح الغیب مقالہ ۲ مستند شیخ عبد القادر جیلانی)

ناظرین! یہ میں حوالے بطور تبرک حضرت پیران پیر کے کلام سے لیے گئے ہیں۔  
 اس میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ نفع نقصان اللہ کے سوا کسی کے ہاتھ میں  
 نہیں ہے۔ گیارھویں ولے ان تینوں ارشادات پر غور کریں:-  
 سید پیران پیر رحمہ اللہ (فتح الربانی مجلس ۶) میں فرماتے ہیں:-







کہا جاتا ہے اس کا مقصد سلام پہنچانا نہیں ہے بلکہ سلام کا اثر اور برکت پہنچتی ہے چنانچہ شیخ نے یہی لکھا ہے۔

دوسرے رسد اثر آں بر ہر بندہ صالح - - - - - الخ  
ملا علی قاری فرماتے ہیں:-

أَصَابَ ذَوَابُّ هَذَا الدُّعَاءِ وَبَوَّكَتُهُ -

اس موقع پر اہل بدعت ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔

عن عثمان ابن حنیف ان رجلاً ضویاً ۱۰۰۰ ۶

توجہ! ایک نابینا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آیا، اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے یعنی آنکھوں میں بینائی پھر آجائے۔ فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا کروں۔ اور اگر مکرے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا دعا فرمائیے۔ فرمایا وضو کر کے رکعت نماز نفل پڑھ کر اس طرح دعا مانگ۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری جناب میں اپنا شفع لایا ہوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی! میں آپ کو اپنے رب کی جناب میں متوجہ کرتا ہوں اپنی ضرورت کے لیے تاکہ اللہ تعالیٰ میری حاجت پوری کرے پھر خداوند تعالیٰ کی جناب میں متوجہ ہو کر اس دعا کی، یا اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے وہ شخص بینا ہو گیا۔

یہ آپ کا منجھوہ ہے چنانچہ بعض اہل میٹرنے اس کو معجزات میں شمار کیا ہے اس حدیث میں غیب کو بلانے کا ذکر نہیں ہے۔ آپ تو اس کے سامنے تھے اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنا چاہیے۔ یہ متفقہ بات ہے اس میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

دوسری روایت جو طبرانی نے معجم کبیر میں بیان کی ہے کہ اس حدیث عثمان بن

نے یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو مشکلات کے لیے بتائی کہ غنیمت کے نزدیک کچھ معتبر نہیں، اور اگر صحیح بھی ہو تو مسجد نبویؐ میں مزار اللہ روضہ اطہر کے قریب دعا مانگنے والے نے مانگی۔ وہاں تو آپ یقیناً سنتے ہیں تو شک ہی نہیں۔ اور اگر اس دعا کے مانگنے کا حکم عام بھی ہو کہ ہر شخص سے یہ دعا مانگ سکتا ہے تو اس کی یہ ہوگی کہ اس دعا کو اصلی حالت پر قائم رکھا جائے، تاکہ وہی مبارک الفاظ باقی رہیں اور قبول کا شرف حاصل ہو، اس میں تاثر کی دلیل کیا ہے؟ اور اہل بدعت اس بات پر بھی غور کریں کہ اگر دینے والا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہی ہوتے تو اس شخص کو وضو کر کے نماز کے بعد اسے مانگنے کی تعلیم کیوں فرماتے؟ اور صحابی کا اگر یہ عقیدہ ہوتا کہ آنکھیں آپ کے اختیار میں ہے تو دعا کی درخواست کیوں کرتا؟ سیدھی بات تھی۔ میں نے آنکھیں دیکھیں تو آپ سے مانگنے آیا ہوں، آپ کا سوالی ہوؤں، یا اللہ اسے کیا عرض؟ انبیاء و لوگوں کو تو حیدر دعا کی تعلیم دیتے تھے۔ بریلوی دلائل جہالت کی تعلیم دیتے ہیں۔ مانگو، مانگو، بزرگوں سے مانگو، یہ طریقہ کہاں سے پیدا ہوا اس حدیث پر غور کریں تو ساری بات سمجھ میں آجائے۔

الہدیہ) وہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنگل بیابان میں کسی کا جانور بدک ہاتھ بھاگ جائے، یا کوئی اور مصیبت پیش آجائے تو تین دفعہ اعیانہ فی اللہ کہہ کر لپکارے کیونکہ وہاں اللہ کے بندے ہیں جو تم کو نظر نہیں آتے وہ روک دیں گے جانور کو۔

ار میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو!

اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے مراد قبروں والے نہیں ہیں، کیونکہ جنگلوں کے مسلمان جنات بھی ہوتے ہیں، یا فرشتے، یا رجا الغیب مستون یہ ابدال جیسا کہ علی قاری نے وضاحت فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو فرشتے جنوں یا جن اس کام پر متعین فرمایا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ



والسلام نے اس کی خیر دہی ہے۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر، رجال العلماء  
عنوان میں یہ تحقیق بیان فرمائی ہے، اور فیض القدر شرح جامع صلی  
روایت ہے جس میں وضاحت ہے کہ وہ فرشتے ہیں۔

ان الله ملئكة في الارض يستون الحفظة يكس  
ما يفتح في الارض من ورق الشجر فاذا اصاب  
احداكم جرحه او احتاج الى عون بغلاة من الاله  
فليقل اعينوني عباد الله رحمكم الله فانه يحصل  
شاء الله تعالى (رواہ ابن سنی والبطرانی)

متوجہ۔ اللہ کے کچھ فرشتے ہیں زمین میں جن کو حفظ کہا جاتا ہے۔ یعنی کم  
زمین پر درختوں کے جوتے گرتے ہیں ان کو بھی لکھ لیتے ہیں۔ پس جب کسی  
کو کوئی زخم تکلیف پہنچے، یا جنگل بیاہاں میں کسی ادا کا محتاج ہو تو یہ اللہ  
اللہ کے بند و اخلا تم پر رحم کرے میری مدد کرو۔ اس کی مراد حاصل ہو جائے  
انشاء اللہ تعالیٰ۔

## کیا اولیاء اللہ تصرفات میں واسطہ

### فی العروض بھی بنتے ہیں؟

کیا اولیاء اللہ کی روحیں عالم برزخ میں یعنی قبر کی دنیا میں کرامت کے طور پر  
دنیا میں کرتی ہیں؟ اگرچہ وہ مختار اور قادر نہیں ہیں۔ اگرچہ وہ اپنی مرضی سے  
نہیں کر سکتے لیکن جس طرح خداوند تعالیٰ نے اپنی تقدیر جاری کرنے کے لیے  
کی فوجیں انتظام عالم پر لگا رکھی ہیں، اس طرح اولیاء اللہ کی روحیں بھی کسی خدمت  
لگائی جاتی ہیں یا نہیں؟ قرآن و حدیث اس بات کے جواب میں خاموش ہے۔

یہ کہ صحابہؓ، تابعینؓ، اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس قسم کے سوال جواب  
کے احادیث و سنت بھی تمام کے تمام خاموش ہیں مگر صوفیاء کرام کے کشف اور  
اس سلسلہ میں شہرت بلکہ تو اتر تک پہنچ چکے ہیں۔ چونکہ یہ مسئلہ منصوص شرعی  
نہیں ہے اس لیے فریق سنت کو مٹاتا ہے اور اس میں بڑے بڑے بزرگ بھی شامل ہیں  
یہ حضرات صوفیہ کرام کو ایسے مسائل میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا حضرت شیخ  
عبد القادر دہلویؒ نے شرح مشکوٰۃ باب زیارت قبور میں لکھا ہے کہ یہ بات  
کے ہاں ثابت ہے اس کے بعد کچھ دلائل اسی قسم کے دئے ہیں ان تمام  
دلائل میں باطنی اور دعا کی قبولیت کا نتیجہ نکلتا ہے۔

کبیر میں مذہبات امرا کے ماتحت امام فخر الدین رازی نے کچھ  
حکایات لکھے ہیں اور بالآخر کہا ہے کہ اگرچہ مفسرین سے کوئی چیز منقول نہیں  
لیکن الفاظ میں احتمال ہو سکتا ہے۔

سورۃ الشقاق اور قاضی عزیزی میں بھی ایسی عبارتیں ہیں جن سے  
مومن کا انتظامی معاملات میں فرشتوں میں شمار ہونا ثابت ہے لیکن چونکہ فرشتے  
اللہ کے ہیں بلکہ یفعلون ہا یؤمرون سے سے ثابت ہے کہ فرشتے حکم کی  
طریقہ ہیں اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کرتے، اسی طرح اولیاء اللہ کی روحوں  
کا کہ کوئی امور ہوں تو اس سے ان کی ڈیوٹی تو ظاہر ہوتی ہے مگر ان کی نذر و نیاز  
میں حاضری ناظر ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ مفسرین نے تواتر کو  
امرا کے ہاں کہا ہے۔ کیا ستارہ پرستی بھی جائز ہو گئی؟ اس طرح تواپقا  
کے ہاں دووازہ کھل جائے گا۔

## حاصل کلام

علامہ یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت شاہ عبدالعزیز



محدث دہلویؒ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کے حوالوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ عوام جہلاء و اولیاء اللہ کو متعرف کرتا ہے اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے مختار کل اور قادر سمجھتے ہیں اور بطور اسطہ فی الثبوت کہ اگر خدائی کاموں میں مدد مانگتے ہیں، یہ شرک جلی ہے، اور جو کام انسانی کوشش میں اولاد، رزق، زندگی، موت، فتح و نصرت وغیرہ ان کاموں میں اولیاء اللہ سے مانگنا حرام بلکہ کفر ہے اور اس اعتقاد سے شکل کے وقت بزرگوں کو پکارنا، جاننا وغیرہ شرک ہے ہاں تو تسلیم جائز ہے

## مصنف نذر اولیاء کے حوالوں کا جواب

اب ہم رسالہ نذر اولیاء کے حوالوں پر غور کرتے ہیں۔ تمہید کے عرصے سے کہ ثواب نذر کرنا یعنی پہنچانا، یہ تو مسلم ہے لیکن اس سے یہ مطلب کہ غیر اللہ کی منت جانتے ہو کسی فضول بات ہے مولوی عبد اللہ صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں اور دل کی بات بتا ہی دی کہ نذر سے مراد منت ماننا ہی ہے۔ چنانچہ مصنف لکھتے ہیں:-

”دوسرا بغداد کی تدریس مافی جاتی تھیں“

ایک بددیانتی تو یہ ہے کہ یہ لفظ اپنے پاس سے بڑھایا ہے۔ وہاں تو اتنی بات ہے کہ مخالف قبول فرماتے اور کھا بھی لیتے تھے۔ اس میں منت ماننا ہے۔ دوسرا یہ بات بھی صاف کر دی کہ نذر سے ہماری مراد منت ماننا ہے۔ ایصال ثواب کا بہانہ ہے۔ یہ لوٹری کے چکر دین میں۔ آہ یہی منت ماننا عام ہے اگر منت ہے تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کسی تصنیف سے غی انت منت کو جائز ثابت کیجئے۔ بزرگوں کو بدنام کرنا کونسی نیکی ہے بزرگوں کو ثواب لکھنا جو بہانہ تم لوگوں نے شرک جائز کرنے کے لیے بنایا ہے اس کا جواب

امام مجدد الف ثانیؒ کے کلام سے گزر چکا ہے۔ جہاں بزرگوں کے نام کے حوالوں سے ثابت ہو چکا ہے۔ وہاں شیخ احمد سہروردیؒ نے اس بہانہ کا بھانڈا خوب توڑا۔ اور ان پر خوب ڈنڈے برسائے۔ اب ہم تمام حوالوں کا جواب نمبر وار بیان کرتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے احکام شریعت میں اس مسئلہ کو بہت اچان سے بیان کیا ہے۔ صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں:-

”مسلمانوں کو دنیا سے جاتے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے کے ساتھ پہنچاتے ہیں عرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں۔ اولیاء کرام کو

ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر دنیا کہتے ہیں“

۱۔ کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ اولیاء اللہ کو مسلمانوں کے مقابلہ میں کیوں ایصال ثواب کرنا جائز ہے اور خاص کالفظ ہوتا یعنی عام مسلمانوں کو، بالخصوص اولیاء کو، اور اس درست ہوتی۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ اولیاء اللہ بھی مسلمان ہوتے ہیں اگر اس کو کیا ہیں؟ پھر اس بات کی دلیل کیا ہے کہ اولیاء اللہ کی فاتحہ کی چیز جب نذر کرنا جائز ہے تو نذر دنیا کے طور پر دی جا رہی ہو، اور خداوند کا تعالیٰ کا نام بھی یہاں میں نہ ہو حرام اور شرک کی بجائے تبرک بن جاتی ہے یہاں ہمارا شبہ زیادہ ہے کہ یہ بھروسہ ہے کہ آپ کو گ اولیاء اللہ کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ ہاں جب آپ کو ثواب کو قادر اور مختار سمجھتے ہیں تو مسلمان کیسے ہوئے؟ خدا تعالیٰ فاضل برہمپوری لکھتے ہیں:-

”تم ہی قادر کو کہنا ہے باقی

۲۔ شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختار ہیں، مگر مختار کے معنی ہیں پسندیدہ اور گنہیدہ۔ اختیار دیا ہوا کے معنی لغت سے ثابت کیجئے۔

۳۔ احکام شریعت صریحہ پر فرماتے ہیں:-

”میت کی طرف سے جو صدقہ ہو غنی کو نہ دے، نہ غنی سے“



میت کی تعریف کیا ہے؟ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّكُمْ مَعِيَّتُونَ  
آیات و احادیث کی روشنی میں جواب دیں۔

ص ۱۹ پر مولوی فاضل مولوی احمد رضا خان فرماتے ہیں:-

”مردہ کا کھانا صرف فقرار کے لیے ہے یعنی نہ کھائے“

طعام میت کی تعریف کیا ہے؟ نیز یہ بھی خود فرمائیں کہ منع کے معنی مکروہ فہم  
کس دلیل سے کیے ہیں؟ حضرت امام مجدد کے مکتوبات میں منع کا لفظ شرک کے  
بھی گزر چکا ہے کیا شرک بھی مکروہ ہے؟

حوالہ نمبر ۱۲: آنچہ پیش بزرگوں سے برادر۔ یہ تو تھنہ ہے جو زندہ بزرگوں کو  
دیا جاتا ہے یہاں چڑھاوے کا فیصلہ کیس طرح ہو گیا؟ کیا زندہ بزرگ قبریں ہوتی ہیں  
خوب فیصلہ کیا۔ چڑھاوے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔  
حوالہ نمبر ۳: اس کا جواب اوپر دیکھئے۔

حوالہ نمبر ۵: شیخ عبد الغنی نابلسی کوئی فقیہ نہیں ہیں تفسیر روح المعانی میں  
پرکھی جگہ گرفت کی گئی ہے۔

حوالہ نمبر ۶: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خدمت عالی میں کچوروں کا تھنہ پیش کیا۔ یہ تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے معمول تھا  
اور حضور بھی تحائف دیتے تھے۔ کیا حضور بھی صحابہ کی سنتیں ملتے تھے مولوی صاحب  
صاحب کی کاریگری دیکھئے ہدیہ کو نذر بنا دیا اور یہاں سے چڑھاوے قبروں کا ثابت کر  
رہے ہیں۔ کیا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو قبر سمجھتے ہو؟  
کیا کہہ رہے ہو؟ کیسی مضبوط دلیل ہے۔ ایک صحابی حضور علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کی جناب میں تھنہ پیش کرتا ہے مولوی عبد اللہ صاحب اس کو قبر  
کا چڑھاوہ سمجھتے ہیں۔ بھوکے سے پوچھو دو اور ایک کیا بنتا ہے۔ جواب تمہیں  
روٹیاں۔

صحابیہ نے گوشت ہدیہ کیا تو چودھویں صدی میں بڑھتے بڑھتے  
دیگ بن گئی۔ مولوی صاحب! تھنہ اور ہدیہ کو گھسیٹ کر کھینچ  
کر زندہ بنائیے۔ مگر یہ بزرگوں کی قبروں تک نہیں پہنچ سکتا۔ پاکیزہ ماحول کی خالص  
سایہ چیزوں کو کفر و شرک کی طرف کیوں گھسیٹتے ہو؟ خدا کا خوف کرو۔  
ترجمہ یہ ہے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ قبول فرماتے  
حوالہ نمبر ۸: اوکھا لیتے۔ اس میں کیا ہرج ہے؟ مگر مولوی صاحب! کیا یہ  
ال ہوئی مرتت ہوتی تھی؟ آپ نے یہاں انگلیں بند کر کے بھڑکے ہوئے یہ جو کہا کہ  
بغداد کی ندریں مانی جاتی تھیں اس کو ثابت کیجئے۔ بزرگوں کو شرک بتانا  
کتنی بے ادبی ہے۔ حضرت شیخ تحائف قبول فرماتے تھے۔ مگر کیا آج کل کے پیروں  
کا مال حرام کی کمی کھاتے تھے؟ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ  
صلی تھے۔ جہلی مذہب اہل حدیث سے عملاً متفق ہے۔ کبھی کبھی رفع یدین بھی  
کرتے ہیں آپ لوگ۔

یہ ایک خواب کا قصہ ہے حضرت مجدد کے حوالوں میں  
حوالہ نمبر ۹: گزر چکا ہے کہ خواب سے حکم شریعت نہیں بنتا۔  
خطیب بغدادی مصنف مشکوٰۃ شریف تاریخ بغداد ص ۱۲۲  
حوالہ نمبر ۱۰: جلد اول میں لکھتے ہیں۔

مولوی محمد عبد اللہ صاحب نے یہ حوالے مولوی محمد تقی صاحب کی کتاب  
میں دیے ہیں۔ چونکہ وہاں خطیب بغدادی کو مصنف مشکوٰۃ قرار دیا ہے۔ اس  
لئے مولوی عبد اللہ صاحب نے مکھی پر مکھی ماردی کاشش کہ مظاہر حق ہی دیکھ  
لیتے۔

یہ حوالہ نہیں بلکہ ایک لطیفہ ہے جس نے مولوی عبد اللہ صاحب اور ان  
کے استادوں کی علمی قابلیت کو سمجھنے سمجھنے کی گہرائی بتا دی۔ رسالہ کے آخر میں  
لکھتے ہیں:-







نام نشان نہیں۔ ادھر مولانا اشرف علی صاحب کا ترجمہ اور تفسیر پاکستان اور ہندوستان ہر چھوٹے سے چھوٹے قصبے میں گھر گھر موجود ہے۔ سینکڑوں بار چھاپ چکا ہے۔ ہی آئے دن نئی نئی شکلوں میں چھاپ رہی ہے۔  
سہ ایں سعادت بزر و بزر و نیست

تانا بخت خدا کے بخت نہ

دوسرے اسلامی ملکوں میں تو بریلویوں کا نام بھی کوئی جانتا نہیں۔ تہا ری زندگیوں کا سہارا ہے۔ اسی کے دم سے تہا ری ہنگامہ آرائی ہے۔ اور بزرگوں کی خدائی کائناتوں کھود رکھا ہے کوئی نہ کوئی اندھا اس میں گرتا ہے۔ اپنے پیٹ کی خیر مناد دین کی کیا فکر۔

الغرض :- یہ حوالہ تاریخ بغداد کا چونکہ تاریخی کتاب ہے اس لیے نہیں۔ فقہ کی کتابوں کے حوالے دو۔

حوالہ علاء علیہ السلام ۱۱۱۱ ایصال ثواب کا ہتھیرہ درست ہے اس میں کوئی نہیں ہے مگر شاہ عبدالعزیز سے پوچھنے والی بات تو یہ ہے کہ جو شخص غیر انتہائی منت ملنے اور اس کو منت کہے، اور ثواب پہنچانے کا یہاں نہ کرے، کیا وہ امیر غریب مسلمان کھا سکتا ہے؟ اور جو مولوی فتویٰ دے، کہ درمٹا لیوں کو اگر میرا کام ہو گیا تو غوث کے نام کی دیگ دوں گا، تو وہ اسلام سے باہر جاتا ہے یا نہیں؟ پھر دیکھئے شاہ عبدالعزیز لکھا جواب دیتے ہیں؟

حوالہ نمبر ۱۱: علماء حق پرستان جو آپ لوگوں نے لکائے ہیں اس کا جواب تو قالوا سلمنا سبے البتہ تھا یہ علماء دیوبند آگے آرہے ہیں۔ شاہ اسماعیل شہید سے پوچھئے کہ جو مولوی بزرگوں کی منت کو جائز کہے مسلمان ہے یا مشرک؟  
حوالہ نمبر ۱۵: یہاں چرچا دے اور منت کا کوئی ذکر نہیں۔

حوالہ نمبر ۱۶: پوچھنے والی بات تو یہ تھی کہ اگر ذبح کرنے سے پہلے شیخ بھٹ کے نام بکری کی منت کر دے، پھر بکیر سے ذبح کرے تو عمل

یہاں بھی منت اور چرچا دے کا کوئی ذکر نہیں۔ شاید آپ حوالوں کی تعداد زیادہ کرنا چاہتے ہیں، ورنہ کوئی مطلب کی بات کرتے۔

اس کا جواب حضرت امام مجددؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ صاحب حوالہ نمبر ۱: کے حوالوں میں گزر چکا ہے۔

یہ ایصال ثواب کا مسئلہ ہے تاریخ کی تعیین کی تفصیل امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھئے۔  
حوالہ نمبر ۱۸:

یہ ہے اہل بدعت کا مذہب۔ یہ آپ کو مبارک ہو۔ اس کے بعد ص ۱۵، ص ۱۶ پر جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب خاموشی ہے۔





## حضرات علماء دیوبند کے عقاید

چند ذاتی اغراض و مقاصد کی بنا پر جن میں انگریز کی سیاست بڑا حصہ تھا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے حضرات علماء دیوبند کی ہزاروں تصنیفات میں سے چند اردو رسالوں کی بعض عبارتیں منقولہ اور مدنیہ منورہ کے علماء کے سامنے بگاڑ کر پیش کیں۔ چونکہ وہ حضرات اردو زبان سے نواقف تھے، اس لیے کفریہ معنی نکال کر الزام لگایا۔ ان حضرات نے اتنا لکھ دیا کہ اگر ان عبارتوں کا مطلب یہی ہے تو والد بے شک کا فر ہے۔ لیکن بطور احتیاط علمائے عرب نے ایک سوانحیہ حضرت علامہ دیوبند کو بھیجا جس کے جوابات پہنچنے پر تمام عرب ہل گئے کہ یہ عقائد خالص اسلامی ہیں اور جھوٹوں پر خدا کی ..... چند سوال و جواب ناظرین ملاحظہ فرمائیں :

## سوالات کی تمہید

اے علمائے کرام! اور سردارانِ عظام! کچھ لوگوں نے تمہیں وہابی کہا ہے۔ اور کچھ رسالے ہمارے پاس ایسے لائے جو غیر زبان ہونے کی وجہ سے ہماری سمجھ میں نہیں آئے۔ چند باتیں جن میں وہابیوں کا اہل سنت والجماعت سے اختلاف ہے، ہم پوچھتے ہیں، جواب دیجئے تاکہ تمہارا

سوال : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت یعنی روضہ مطہرہ شریف کی زیارت کی نیت پر جانے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا مسجد نبوی کی زیارت کی نیت پر جانا چاہیے یا روضہ عالیہ کی نیت پر؟

## علماء دیوبند کی طرف سے جواب

پہلے واضح ہو کہ ہم اور ہمارے استاد اور ہماری جماعت فروعات میں حضرت امام اعظمؒ کے عقیدے ہیں، اور عقاید میں ابو الحسن اشعری اور امام ابو منصور غفرلہما کے پیرو ہیں اور تصوف میں حضرات نقشبندیہ، حضرات چشتیہ، حضرات قادریہ و سلسلہ ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ ہم قرآن، حدیث، اجماع اُمت و اہل بیتؑ کے باہر کوئی بات نہیں کہتے۔ اور سوال کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اور ہمارے بزرگوں کے نزدیک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت اعلیٰ درجہ کی عبادت، نہایت ثواب اور حصولِ حاجت کا سبب ہے بلکہ واجب کے قریب ہے۔ اگرچہ اس مقصد کے لیے مالِ قربان ہو جائیں اور سفر کرنے والا روضہ شریف کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت کی نیت بھی کرے بلکہ بہتر یہ ہے کہ فقط روضہ شریف کی زیارت سے سفر کرے۔ محبت کا مسلک یہی ہے۔ وہابی جو کہتے ہیں کہ روضہ نبوی کی نیت نہ کرنا چاہیے یہ بات مردود ہے، آگے رد کے دلائل ہیں۔

دوسرا سوال : کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد بھی انعاما لکھنے والا آپ کا وسیلہ پکڑ سکتا ہے؟ اور کیا تمام انبیاء صدیقین اور شہیدوں، ولیوں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے؟

جواب : ہمارے بزرگوں کے نزدیک دنیا میں تمام انبیاء، اولیاء، شہداء



اور صدیقین کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔ ان کی زندگی میں بھی ان کے بعد بھی اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس طرح دعا کرے۔  
 فلاں بزرگ کے وسیلہ سے یہ دعا مانگتا ہوں کہ میرا اعمال امام زمانہ کے قیام تک میرا سوا کسی اور سے نہ ہو۔  
**قیسرا سوال:** حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمنا کیا ہے؟ کیا آپ خاص طور پر زندہ ہیں؟ یا عام ایمان والوں کے لیے زندہ ہیں؟

**جواب:** حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں زندہ ہیں جس طرح آپ دنیا میں زندہ تھے مگر شریعت کے احکامات واجب وغیرہ آپ کے ذمہ پر ضروری نہیں ہیں۔ یعنی عبادت جو کہ نہیں تمام انبیاء اور شہید بھی زندہ ہیں۔ عام لوگوں کی برکت سے وہ ہے وہ اور چیز ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اس مضمون میں ایک عزیز کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "آب حیات"۔

**چوتھا سوال:** مسجد نبویؐ میں دعا کرنے والا روضہ اقدس میں کمرے یا قبلہ کی طرف؟

**جواب:** اس میں علماء اور فقہاء کے دو قول ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک قول یہ ہے کہ دعا کرنے والا زیارت کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چہرہ مبارک کی طرف متوجہ ہوا ہمارا عمل اس پر ہے۔

**پانچواں سوال:** کثرت سے درود شریف اور دلائل الخیرات اور دعا کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

**جواب:** ہماری سمجھ میں درود شریف جتنا زیادہ پڑھا جائے مستحب ہے اور عمدہ عبادت ہے۔ تمام مستحبات میں سے افضل ہے خواہ دلائل الخیرات ہو یا دوسری کتابیں جو درود شریف پر لکھی گئی ہیں۔ ہاں سب سے بہتر شریف وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے ثابت ہو۔

درود شریف بھی ثواب سے خالی نہیں ہیں۔ ہمارے بزرگ ہاں دعا کرتے تھے اور لوگوں کو پڑھنے کا ارشاد فرماتے تھے۔

**سوال:** کیا چاروں اماموں میں سے کسی کی تقلید کرنا صحیح ہے یا نہیں؟  
 اس زمانہ میں ضروری ہے کہ چاروں اماموں حضرت امام اعظمؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلہؒ میں سے کسی ایک کی پیروی کرے۔ بلکہ واجب ہے کیونکہ ہم نے اس سے معلوم کیا ہے کہ تقلید چھوڑنے کا انجام بے دینی کے گڑھے میں جا کرنا ہے۔ اسی لیے ہم اور ہمارے بزرگ اصول اور فرقہ میں اختلاف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں۔ خدا ہمیں اسی اعتقاد پر تائید فرمائے اور اسی زمرہ میں ہمارا احشر ہو۔ اور ہمارے بزرگوں کی اتباع میں امام اعظمؒ کے مذہب کی تائید میں بہت مشہور و معروف کام ہو رہے ہیں۔

**سوال:** کیا صوفیہ کے اشغال میں مشغول ہیں ان کی بیعت کا خیال میں جائز ہے؟ اور کیا تم بزرگوں کے سیموں سے بے باطنی فیض پہنچنے کے قائل ہو؟ اور کیا بڑے بڑے لوگوں کی رُوحانیت سے فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں؟

**جواب:** ہمارے نزدیک مستحب ہے کہ انسان جب عقاید درست کر چکے ہو اور دینی مسائل دین کے معلوم کر چکا ہو تو کسی ایسے پیر سے بیعت کرے جو بیعت میں مضبوط قدم رکھتا ہو۔ دنیا تصوری حاصل کرے، آخرت کی فکر راجب ہو، نفس کی گھائیوں کو طے کر چکا ہو، بھلائی والی باتوں کا حامی اور مشتاق ہو، ہلاک کرنے والی باتوں سے کٹ چکا ہو، کامل ہو، دوسرے کو بھی کمال تک پہنچانے والا ہو۔ مرید کو چاہیے کہ اس کے اندر میں باوجود اس کی نظر کو اس پر لگائے رکھے۔ صوفیہ کے شاغل اگر نہ مگر میں مشغول ہو۔ ان چیزوں میں بھری طرح فنا کُل حاصل کرے۔



اور سب سے بڑی نعمت یعنی نسبت حاصل کرنے جسے شریعت کی احسان کہا گیا ہے۔ لیکن جس شخص کو یہ درجات نصیب نہ ہوں تو اس کے سلسلہ میں داخل ہو جانا بھی مفید ہے کیونکہ ان کی محبت بھی بہت بڑی ہے لیکن بزرگوں کی روحانیت سے فیض حاصل کرنا اور ان کے سینوں سے کی قبروں سے فیض پہنچنا درست ہے۔ جب صحیح طریقہ پر ہو۔ نہ ان کی پر جو عوام جاہلوں کا دستور ہے۔

**سوال ۱۱:** محمد بن عبد الوہاب نجدی مسلمانوں کے مال ان کی آبرو و حلال سمجھتا تھا، سب لوگوں کو مشرک سمجھتا تھا کیا تم بھی اس طرح بزرگان دین کو کافر سمجھ کر واجب القتل سمجھتے ہو؟

**جواب:** اس قسم کے وہابی لوگ ہمارے نزدیک خارجہوں کی قسم تھی شافی نے کہا ہے کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیرو نجد سے نکلے اور مذہب کا بہانہ کرتے تھے حرمین شریفین پر غلبہ حاصل کیا وغیرہ۔ علم فقہ و علم تفسیر تصوف وغیرہ کسی چیز میں بھی نہ وہابی ہمارے استاد نہیں ہیں ان تک کوئی شخص دین کی ضروریات کا انکار نہ کرے ہم اس کو کافر نہیں کہتے۔

**سوال نمبر ۱۲:** کیا تم وہابیوں کی طرح خدا تعالیٰ کے لیے جہت ادا مانتے ہو؟

**جواب:** خداوند تعالیٰ مخلوق کی تمام صفات سے پاک ہیں۔

**سوال نمبر ۱۳:** کیا تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو افضل سمجھتے ہو؟

**جواب:** ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق افضل اور سب سے اعلیٰ ہیں، آپ کے برابر کوئی نہیں بلکہ قرب الہی کے مقام میں آپ کے قریب بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

**سوال نمبر ۱۴:** کیا تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی نبی کا آنا جائز سمجھتے ہو؟

**جواب:** ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ سیدنا و مولانا و حبیبنا و شفیعنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، یہ بات قرآن کریم اور سواۃ المعنی حدیثوں اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ جو شخص ختم نبوت کا انکار کرے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے ہمارے سب بزرگوں کا عقیدہ یہی ہے جو شخص اس کے خلاف الزام لگاتا ہے، چھوٹ بولتا ہے۔

**وال نمبر ۱۵:** کیا تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑے بھائی کے برابر سمجھتے ہو؟ اور کیا یہ مضمون تمہاری کسی کتاب میں ہے؟

**جواب:** ہم اور ہمارے بزرگوں میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے، اور کوئی ایمان والا بھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ جو شخص یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر صرف اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہ کافر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر اتنے زیادہ احسانات اور فضائل ہیں جو کسی مخلوق کے نہیں۔ کوئی شخص ہم پر یہ الزام لگاتا ہے تو چھوٹ بولتا ہے۔

واللہ قرآن کریم اور حدیث شریف میں انبیاء کو قوموں کے بھائی کہا گیا ہے، اعبداً و اسبابک و اکرموا الخاکہ و رواہ احمد مشکوٰۃ ص ۲۸۳، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انبیاء کا درجہ معاذ اللہ بھائیوں کے برابر ہے۔

**سوال نمبر ۱۶:** حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کیا آپ کو فقط علم شریعت دیا گیا ہے یا ذات و صفات الہی اور افعال الہی اور پوشیدہ اسرار اور حکمتوں کا علم بھی ساری مخلوق سے زیادہ دیا گیا ہے؟

**جواب:** ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام علم ذات و صفات، علم شریعت نظری حکمتوں اور سچی حقیقتوں اور خداوند تعالیٰ کے پوشیدہ جیدوں کو ساری مخلوق سے بہت زیادہ جاننے والے ہیں، یہاں تک کہ کوئی مخلوق کوئی مقرب فرشتہ کوئی رسول یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ کو اولین و آخرین علم دیا گیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے نہ جانتے تھے۔



جو ہر وقت دنیا میں ہو رہے ہیں یہ بھی سب کے سب آپ جانتے ہیں جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود ایک ایسی بات جانتے تھے جس کو ہند پرندہ جانتا تھا۔ یہ قصہ سورہ نمل میں موجود ہے۔  
**سوال نمبر ۱۵:** کیا تمہارا بھی یہ عقیدہ ہے کہ اربعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلقاً بڑا عالم ہے۔

**جواب:** ہم بیان کر چکے ہیں کہ جو علوم شان نبوت کے لائق ہیں ان میں آپ سب مخلوق سے زیادہ عالم ہیں، لیکن کوئی چھوٹی بڑی معمولی بات ہمارے حیرت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ کے قابل ہی نہیں اس کا وہ آپ کے علم کی کمی کا باعث نہیں ہے اور جو شخص اس معمولی چیز کو جانتا ہے وہ بڑا عالم نہیں بن جاتا جیسا کہ ہند پرند اور سلیمان علیہ السلام کا قصہ قرآن میں موجود ہے۔ اور ہمارے ملک کے بدعتی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہر کمینہ اور گندہ چیز کا علم بھی مانتے ہیں، مگر چونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں اس لیے یہ بات خلاف شان نبوت ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص کسی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑا عالم سمجھے وہ کافر ہے۔

**سوال نمبر ۱۶:** کیا مولانا اشرف علی تھانوی نے کسی کتاب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو زید عمر و بکر اور چار پاؤں کے برابر کہا ہے؟

**جواب:** یہ بھی ایک جھوٹا بہتان ہے۔ کیا کوئی مسلمان ایسی ناپاک بات کر سکتا ہے؟ خود مولانا اشرف علی کو جب بتایا گیا کہ بریلوی لوگ آپ کی عبادت سے یہ مطلب نکال رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ یہ خبیث مضمون تو کبھی میرے خیال میں بھی نہیں آیا۔ کثر رنج آگے آئے گی۔

**سوال نمبر ۱۷:** کیا تمہارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت مبارک کا ذکر کرنا بُرا ہے؟

**جواب:** کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ آپ کی ولادت باسعادت بلکہ آپ

کے مبارک جوتوں کے گرد و خیار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا ذکر اور عیسیٰ چیزیں آپ کے ذات مبارک سے ادنیٰ تعلق رکھتی ہیں ان کا ذکر اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔ آپ کے بول برازا اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے کا ذکر ثواب ہے۔ ہمارے بزرگ مولانا احمد علی سہارنپوری سے پوچھا گیا کہ میلاد شریف کا ذکر کیسا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش مبارک کا ذکر شریف صحیح روایتوں سے کرنا ایسے وقتوں میں جو فرض عبادت سے خالی ہوں یعنی فرائض واجبات سے فراغت کے بعد ایسے طریقہ سے جو صحابہؓ کے طریقہ اور تابعین، تبع تابعین کے طریقوں کے مخالفت نہ ہو اور ایسے اعتقاد سے جو شرک و بدعت سے پاک ہو، ایسے آداب کے ساتھ جو سیرۂ صحابہ کے مخالفت نہ ہوں۔ ایسی مجلسوں میں جو برائیوں سے پاک ہوں، خیر اور برکت کا باعث ہے۔ بشرطیکہ صدق نیت اور اخلاص پر مبنی ہو۔ کیا کوئی مسلمان ایسی چیز کو بُرا کہہ سکتا ہے؟

**سوال نمبر ۱۸:** کیا تم نے کسی کتاب میں کہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کھینچا کی جنم اشٹھی جیسا ہے؟

**جواب:** یہ بھی بہتان اور جھوٹ ہے۔ جب ہم اعلیٰ درجہ کا مستحب سمجھتے ہیں تو ایسا کہنا کس طرح ممکن ہے۔ جس عبارت پر یہ تهمت لگائی گئی ہے وہ عبارت یہ ہے۔

”یا یہ وجہ ہے کہ رُوح پاک علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادت میں قرینیت لائی۔ اس کی تعظیم کو پیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے۔ کیونکہ ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے سانگ کھینچا کی ولادت کا کرتے ہیں، یا مثل روافض کے شہادت کی نقل کرتے ہیں۔ یہ سانگ ٹھہرا، اور خود یہ حرکت قبیح قابل لوم و قیاس ہے۔“



مطلب یہ ہے کہ بریلوی حضرات جو قیام کرتے ہیں اس کی وجہ ہو سکتی ہے ایک وجہ یہ ہے کہ نعت خوان لوگ اس وقت کا نقشہ کھینچتے ہوئے جب روبرو پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی دنیا سے اس جہان میں تشریف لانی تھی یعنی پیدائش مبارک کا بیان کرتے ہوئے لوگوں کو قیام کے بے کھتے ہیں یعنی گویا کہ حضور پاک اس وقت دنیا میں تشریف لارہے ہیں۔ اس لیے اٹھو۔ یہ بات غلط اور فضول ہے کیونکہ پیدائش مبارک ایک دفعہ ہو چکی۔ روز بروز ہر میلہ کی محفل میں یہ اعتقاد رکھنا ہندوؤں کے سوانگ کی طرح برا عقیدہ ہے۔ ہندو ہر سال کھتیا کے جنم کا سوانگ ہے۔ ہیں۔ حضور علیہ السلام کی ذات گرامی سے ہندوؤں والی رسمیں کمرنا قبیح ہے مطلب یہ ہے کہ بریلوی ہندوؤں والی رسم کرتے ہیں اور منع کرنے کا حق کابلے ادب قرار دیتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب تو فرماتے ہیں کہ یہ نقالی ہندوؤں اور شیعوں کا سوانگ ہے اس لیے بے ادبی ہے۔ دوسری وجہ قیام کی یہ بتاتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں۔ ڈاڑھی منڈوں، بھاریوں، بے نماز نعت خوانوں اور مشرکانہ نذر و نیاز کے موقع پر حضور کا تشریف لانا ویسے بھی شایان شان نہیں اور عالم الغیب کا عقیدہ رکھے تو یوں بھی گمراہی ہے، مشرک ہے اب بتائیے آپ کے ذکر ولادت کو برا کہا، یا تمہاری ہندوانہ ذہنیت کو؟

**سوال نمبر ۱۹:** کیا شیخ اجل فاضل علامہ رشید احمد گنگوہی نے کہیں لکھا ہے کہ خداوند تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے؟

**جواب:** یہ سفید جھوٹ ہے اور مولوی احمد رضا خاں جو کہتے ہیں کہ ان کے فتویٰ کا نوٹ بھرے پاس ہے یہ اس سے بڑھ کر جھوٹ ہے۔ ان کی کسی کتاب کا حوالہ دیں، یا اس ہتھان سے تو یہ کریں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ لفظ قیامت تک نہیں دیکھا سکیں گے۔ مولانا کا عقیدہ یہ ہے ذات پاک تعالیٰ

پاک اور منزہ ہے اس سے کہ صفت بہ صفت کذب کیا جائے مولا اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے یعنی ذرہ بھر صحت نہیں ہے۔ جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے تو وہ قطعاً کافر ہے، ملعون ہے اور مخالف ان و حدیث کا اور اجماع امت کا ہے، وہ ہرگز مومن نہیں۔ البتہ یہ سیدہ اہل ایمان سب کا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے فرعون، ہامان، ابولہب اور جہنمی فرمایا ہے۔ ہرگز ہرگز اس وعدہ کے خلاف نہ کرے گا لیکن اگر جنت دینا چاہے تو عاجز نہیں قادر ہے اگرچہ اپنے اختیار سے ایسا نہ کرے گا۔

فقہ ربی رشید یہ حصہ اول مطبوعہ کراچی ص ۱۷۱

**وال نمبر ۲۰:** قادیانی جو نبوت اور مسیحیت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ ان سب سوالوں کے جواب دو تاکہ لوگوں نے جو شبہات پیدا کیے ہیں ان کا ازالہ ہو سکے۔

**جواب:** جب سے مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس وقت سے ہمارے تمام علماء دیوبند اس پر کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ (راز مکتدا)

**ناظرین!** یہ بیس سوالات وہ ہیں جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء نے حضرات علماء دیوبند کو ان کا عقیدہ معلوم کرنے کو بھیجے تھے۔ یہ اس مسئلہ کی بات ہے جب کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بڑی چالاکی سے علماء دیوبند کے متعلق وہاں سے کفر کا فتویٰ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جھوٹا ہتھان، پھر عرب کی پاک سرزمین میں جا کر پھر فریب اور دھوکا ان بزرگوں سے جو حرمین شریفین میں دین کے خادم ہیں یہ سب ایسی نازیبا حرکتیں ہیں کہ عالم دین تو کہاں، ایک ادنیٰ مسلمان بھی ایسی جرات کرنے سے ڈرتا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ معمولی سے طمع دنیا میں آکر اتنا بڑا فراڈ بنایا کہ مسلمان قوم



کو ایک بسی پریشانی میں ڈال دیا۔ حضرات علماء حرم نور فراست سے تازہ  
خاں صاحب بنی اسرائیل کی نسل سے ہیں۔ یَحْيٰى مُؤَن اَمْكَلَحَ عَنْ تَوَاہِدِ  
ان کی آبائی میراث ہے۔ اس لیے انہوں نے اتنا تو کھ دیا کہ اگر یہ بات  
دیوبند نے لکھی ہوں تو وہ کافر ہیں ورنہ نہیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب  
یہاں پہنچتے ہی فتویٰ شائع کر دیا، اور جرہین کے علماء بعض وجوہات کی  
پرکھ گئے کہ یہ شخص جھوٹا تھا ہم سے فریب کر گیا۔ چنانچہ ایک سوالنامہ  
حضرات نے مرتب کر کے علمائے دیوبند کو بھیجا جس کے جوابات پہنچے  
ان بزرگوں نے تصدیق فرمائی کہ یہ عقیدہ خالص اسلامی ہے اس لیے حضرات  
دیوبند پکے مسلمان ہیں۔ یہ بیس سوال و جواب تقریباً وہی ہیں۔

یہاں پہنچ کر اس بات پر بھی ناظرین غور فرمائیں کہ عقیدہ کسی شخص کا وہی  
ہوتا ہے جس کو وہ بطور عقیدہ بیان کرے۔ کسی شخص کی عبارت سے وہ  
لینا جو مضمون کے ربط اور سیاق کے بھی مخالف ہوں، الفاظ بھی انہیں بے  
نہ کریں، اور پھر اسے عقیدہ قرار دینا کس قدر ظلم ہے؟

## بریلویوں کی بلیک مارکیٹ

سب سے بڑا جال جس میں اردو خاں لوگوں کو بہت جلد پھانس لیتے ہیں  
چند جھوٹ ہیں، چند ہتھان اور ہتھیں ہیں جو خاص انگریزی سکیم کے ماتحت بنائی  
اور تیار کی گئیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے سرکاری محکمہ سمجھاتے ہی سب  
سے پہلے حضرت شاہ اسماعیل شہید کو فتویٰ کا نشانہ بنایا۔ برسوں تک یہی مشق  
جاری رہی۔ جب کفر کی مشین بے کار ثابت ہوئی اور ملک میں کوئی تحریک نہ  
ہو سکی تو اکابر دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید  
نگوہی پر مشق ستم شروع ہوئی۔ ۱۲۶۱ھ میں ایک کتاب المحتمل المستند  
کی جس میں ان حضرات کو ختم نبوت کا منکر اور خداوند تعالیٰ کو جھوٹا کہنے والا  
ظاہر کیا۔ مگر چونکہ ان کی فتویٰ بازی رسوائے زمانہ اور بدنام ہو چکی تھی۔ اس لیے

لیا ہوتا کوئی سنے کو بھی تیار نہ تھا۔ حضرت خاں صاحب نے فتوے کا یہ  
دیکھ کر ایک نیا جال بچھایا۔ ۱۲۶۲ھ میں انہی بزرگوں کی عبارت میں تراش  
کر، توڑ مروڑ کر، کچھ گھسیٹ کر ایک فتوے مرتب کیا اور قیمت آزمائی  
کے لیے حج کو روانہ ہوئے۔ حضرات علماء مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو جھوٹے  
لوگوں اور منکر کی آہوں سے ایک سخت فریب میں مبتلا کیا۔ خوشامد اور مکاری  
کا کام نکالنا ایک خاص فن ہے اور ان لوگوں کو آتا ہے۔ حجاز میں جا کر  
دوب پر و یگینڈا کیا۔ ہندوستان مرتد ہو چکا ہے۔ مرزا قادیانی اور اسی خیال  
کے علماء دیوبند ختم نبوت کا انکار کر رہے ہیں آپ حضرات مدد فرمائیں، ورنہ  
اور مسلمانوں کا دین و ایمان بگڑ چکا ہے۔ المدد! المدد! اسے دین کے شیروں  
سات! الفیث! اسے لشکر محمدی کے شہسوارو!

حضرات علمائے دیوبند کی عربی کتابیں اس وقت تک عرب میں نہیں پہنچی تھیں  
اور زبان سے وہ نادان قس تھے، اس لیے وہ فریب میں آ گئے۔ اکثر خاص  
وجہ فتویٰ دیا کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو وہ لوگ کافر ہیں۔ حج سے واپس آ کر  
بھرت کی عمارت، یہ جعلی فتوے حسام الحرمین کے نام سے  
شائع کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اس  
جال سے ہندوستان کے ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کو حرم کے نام پر اپنے  
مائدہ ملا لیا۔ انگریز مہادر کی خوشنودی کیوں نہ ہوتی، بارگاہ برطانیہ سے  
اعظم و انکھ لمن المشریین کی دل نواز صدا آنے لگی۔ عوام  
معلوم ہوا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی شاید اہل علم کے ہیں۔  
حضرات علمائے دیوبند نے بھی اپنے اپنے بیانات شائع کرنے کی ضرورت  
محسوس کی۔ چنانچہ المسحاب المدرار اور قطع التوین بطل البنان اسی دور  
کی یادگار ہیں۔ مدینہ منورہ میں چرچا ہوا کہ یہ شخص غلط بیانی کر گیا ہے۔ اس  
ناپید حضرات علمائے مدینہ منورہ نے چھ بیس سوالات کا ایک سوال نامہ دیوبند



بھیجا۔ جس کے جوابات ناظرین اسی رسالہ میں عقاید علمائے دیوبند کے  
میں مختصراً پڑھ چکے ہیں۔ یہ جوابات موصول ہونے پر علمائے دیوبند  
میں غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی۔ وہی علماء جنہوں نے حضرات علمائے دیوبند  
کو کافر کہا تھا اب انگریزی مولوی پر برسے لگے۔ اور بعض نے کہہ دیا  
الفاظ استعمال کیے "خدا اُس کا منہ کالا کرے" وغیرہ وغیرہ۔  
ناظرین! یہ دردناک اور افسوسناک قصہ ہے ہم نے یہاں  
عرض کیا ہے آئندہ صفحات میں غور سے پڑھیں :



## تہمت اول

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی طرف سے

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بائی دارالعلوم دیوبند پر

"ختم نبوت کے منکر تھے" مرزائی تھے

اس تہمت کی بنیاد کیا ہے؟  
خاں صاحب بریلوی نے حسام الحرمین کے ص ۱۱ پر حضرت  
مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کی مختلف جگہ کی لمبی عبارتوں  
کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر ایک جگہ لکھ دیئے ہیں اور اس تراش  
لراش میں اصلی مطلب کہیں سے کہیں جا پہنچا ہے۔ دیکھیے بریلویوں کی کمرگیری  
لکھتے ہیں :

"اور فرقہ قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس  
ہے اس نے اپنے رسالے میں کہا ہے :

بلکہ آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ  
کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی  
بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا  
عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے  
کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم  
یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں....."

یہاں پہنچ کر ایک فریاد ہماری جی سن لیجئے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو



ہم نے ہمیشہ اس خیال پر کہ مسلمانوں کی ایک بیہوشی بھالی جماعت ان کا مذہب  
 رکھتی ہے عزت کی نظر سے دیکھا ہے مگر یہاں پہنچ کر ہم ہر انصاف پسند انسان  
 کی خرافات، دیانت اور اخلاق کو اپیل کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ عبارت  
 بریلویوں کے بزرگ نے یہاں لکھی ہے یہ عبارت اس کتاب میں میرے سے  
 موجود ہی نہیں۔ البتہ یہ لفظ موجود ہیں۔ یہ تحذیر الناس کی عبارت نہیں  
 بلکہ کئی جگہوں کی مختلف مضامین والی عبارتوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں  
 جن کو اپنے مقام، موقع اور محل سے کاٹ کر جگہ بگہ چڑا کر ایسی کاریگری سے ایک  
 جگہ لکھ دیا ہے کہ پڑھنے والا یہی سمجھے کہ یہ ایک ہی مسلسل اور مربوط عبارت  
 ہے درمیان میں کوئی صفحہ یا سطر کا نشان بھی نہیں جس سے اس ٹھگلی کا پتہ چل  
 سکے۔ یہ کتنی اندھیر گردی ہے۔ اسی لیے تو ہم نے ان چیزوں کو بلیک مارکیٹ کے  
 عنوان سے درج کیا ہے کیا کوئی عبارت "بلکہ" کے لفظ سے شروع ہو سکتی ہے  
 اس عبارت کا پہلا فقرہ تحذیر الناس کے صراحت سے کاٹا ہے اور اس سے  
 بے دردی سے کاٹا ہے جس طرح زندہ جانور کے جسم سے بوٹی توڑ لی جائے  
 درمیانی حصہ ص ۲۵ سے چرایا اور اس صفحہ سے چرایا کہ لوگوں کی آنکھیں بند  
 کرنا چاہتے ہیں۔ آخری حصہ اس کے ص ۲ سے اٹھایا اور اس شان سے اٹھایا  
 کہ اٹھائی گوروں کو مات کر دیا۔

ناظرین! حیران ہونے کی بات نہیں، یہ تینوں فقرے اس ترتیب سے  
 گویں جوڑے گئے۔ پہلے ص ۱ پھر ص ۲ پھر ص ۳ کی عبارت اگر نہ رکھی جائے تو  
 فتویٰ کیسے تیار ہوتا؟ کیا ایسی کمینہ حرکتیں ایک مسلمان، ایک عالم دین کی شان  
 ہے؟ یہ دھوکا منڈی! یہ فریب گر طعشاید مرزا قادیانی نے بھی نہ بنائی ہو۔  
 اسے اہل انصاف مسلمانو! تحذیر الناس کھول کر دیکھو اور ادھر حرام الخ میں  
 دیکھو۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر یہ عبارت تحذیر الناس میں موجود ہے، تو  
 قرآن کریم میں یہ مضمون بھی موجود ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام

کئے اور جو کہ فرماں گے۔ اور جو کہ فرماں گے وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں  
 گے۔ اور اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد تو یہی ہے کہ ایماندار  
 جنت میں جائیں گے اور کافر جہنم میں۔ مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب  
 نے یہاں علامہ دیوبند کی عبارتوں کو قصاب کے چھڑے سے کاٹنا شروع کیا اور  
 ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے تو اب ترتیب مضمون کا سوال ہی نہیں پیدا  
 ہوا۔ اب تو محالہ الخطب کی طرح ابیدھن کا ڈھیر لگانا مقصود ہے۔ کسی کتاب کا  
 کٹا کٹا ہوا حصہ دوسرا وہاں سے جو مطلب برآمد ہوگا اس کو مصنف  
 نے بدلتا دکھاؤ۔ عجیب انصاف ہے۔ **يَا قَوْمِ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ**  
**اَشْهَدُ**

تحذیر الناس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی  
 دہلوی دیندے اس کتاب میں مسند ختم نبوت کو جامع اور وسیع علمی معیار پر  
 قائم ہے جس کو ممکن ہے کہ اہل بدعت آج تک سمجھ بھی نہ سکے ہوں۔ آپ فرماتے  
 ہیں: نبوت کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ پر ختم ہونا، اس کی دو  
 اہم باتیں ہیں۔ ختم نبوت زمانی اور ذاتی۔ ختم زمانی کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ  
 الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ کا زمانہ آخری زمانہ ہے  
 مسند امام اہل اسلام کا معتقد ہے۔ اس کو حضرت مولانا نے اسی کتاب میں بابجا  
 واضح فرمایا ہے۔ چنانچہ تحذیر الناس کے ص ۱ پر فرماتے ہیں۔

سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمت زمانی ظاہر ہے اور تسلیم  
 عام خاتمت بدلت التزانی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل انت  
 نبی بمنزلہ ہاسون صن موصی الہ لا نبی بعدی او کہا  
 مال، جو بظاہر بطریق مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں  
 دل سے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد  
 ہوا۔ گواہ الفاظ مذکور بہ سند متواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر



معنی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تو اتر اعداد و کمات فرائض و وتر وغیرہ۔ یاد ہو کہ الفاظ حدیث مشعر تو اتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر کافر ہوگا۔ اس عبارت میں ختم نبوت زمانی کے پانچ دلائل ہیں،

- ۱۔ خاتم کو زمانی اور ذاتی سے مطلق مانا جائے تو خاتمیت زمانی دلالت مطالب سے ثابت ہوگی۔

۲۔ لفظ خاتم القیین بطور عموم مجاز دونوں معنوں پر دلالت کرے۔

۳۔ ایک معنی پر خاتم القیین کا لفظ مطابقی دلالت کرے دوسرے پر التزامی

۴۔ خاتمیت زمانی متواتر المعنی حدیثوں سے ثابت ہے۔

۵۔ خاتمیت زمانی اجماع امت سے ثابت ہے۔

نتیجہ یہ نکالنا کہ خاتمیت زمانی کا منکر کافر ہے۔ اتنی وضاحت کے بعد لوگ رضائی اور مرزائی، مولانا کو ختم نبوت زمانی کا منکر کہتے ہیں انہیں خرم آئی چاہیئے۔ دوسری عبارت اس سے بھی واضح ہے۔ تحذیرات اس کے صراحت پر فرماتے ہیں

در صورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جائے تو اس سے کوئی مقصود بھی ہوگا

جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جائے۔ سو حرکت سلسلہ نبوت کے

یہ نقطہ ذات محمدی منتہی ہے۔ یہ نقطہ اس سابق زمانی اور سابق مکانی

کے لیے ایسا ہے جیسا نقطہ اس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت

کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان، زمین و زمان کو شامل

ہے..... منخلہ حرکات حرکت سلسلہ نبوت بھی

یعنی سب وجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

وہ حرکت مبدل بہ سکون ہوئی، البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور

زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

آگے پلے صراحت کی جو عبارت مولوی احمد رضا خاں صاحب نے لکھی ہے اس کے آگے کی عبارت یہ ہے اگر ذرا سی آنکھیں کھولتے تو یہ عبارت نظر آ سکتی تھی:

”بلکہ بنا خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخیر زمانی اور تدریب

مذکور (یعنی تدریب مدعیان نبوت مرزا قادیانی وغیرہ) خود بخود لازم

آتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے؟

سید مولانا محمد قاسم نے اپنی کتاب مناظرہ عجیبہ میں بھی اس مسئلہ کو واضح فرمایا

ہے۔ شروع میں فرماتے ہیں:

”حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب

کے نزدیک مسلم ہے، اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ

اقل الحکومات ہیں؟

اسی کتاب کے ص ۳۹ پر فرماتے ہیں:

”خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے، ناحق تہمت کا البتہ کچھ علل

نہیں؟

ص ۵ پر فرماتے ہیں:

”خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں، بلکہ یوں کیئے کہ منکوں کے لیے

انکار کی گنجائش نہ چھوڑی، افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے

والوں کے پاؤں جمادیئے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے، پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا؟

ص ۶۹ پر فرماتے ہیں:

”ہاں یہ مسلم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے؟

ص ۷۲ پر فرماتے ہیں:

”بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال

نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھنا ہوں؟

حضرت مولانا کی سب سے آخری تصنیف ”قبلہ نما“ ہے اس کے

ص ۱ پر فرمایا:



”آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے چونکہ دین حکمانہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہوگا وہی شخص سردار ہوگا۔ کیونکہ اسی کا دین آخر ہوتا ہے جو سب کا سردار ہوتا ہے۔“

یہ حوالے ایک منصف مزاج و مدد دل رکھنے والے مسلمان کے لیے کافی ہے زیادہ میں۔ اتنی عبارتوں کی موجودگی میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کا مطالبہ کہ گو یہ دھوکا دینا کہ یہ شخص ختم نبوت کا منکر ہے کس قدر ظلم، بددیانتی اور فریب کاری ہے۔

ہاں تو خاقیت زمانی کافی واضح ہو چکی۔ خاقیت مکانی یا ذاتی یا مرتبی ہے کہ اصل اور ذاتی نبی فقط آپ ہیں۔ باقی تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت عرضی اور غیر ذاتی ہے۔ عرضی اور ذاتی کے لیے سورج کی مثال لیجئے۔ دنیا میں ڈنڈا کئی قسم کی ہیں اگر سب کا اصل سورج ہے۔ یہاں تک کہ چاند اور ستارے می سورج کی روشنی سے چمکتے ہیں اور سورج کی روشنی خداوند تعالیٰ نے اس کے اندر پیدا کی ہے۔ وہ کسی دوسری چیز سے روشنی حاصل نہیں کرتا بلکہ سب چیزوں کو روشن کرتا ہے۔ اسی لیے سورج کی روشنی ذاتی ہے اور باقی تمام روشنیاں عرضی اسی طرح نبوت کے تمام کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست عطا ہوئے ہیں اور باقی تمام انبیاء کو آپ کی ذات سے عطا ہوئے ہیں۔ ہر فیض و فضل کی بارش سب سے پہلے آپ پر ہوئی۔ اور آپ کے واسطے تمام انبیاء مستفید ہوئے۔ گو تمام انبیاء حقیقتاً نبی ہیں مگر کمالات نبوت میں آپ کا واسطہ ضروری ہے۔

تو اصل وجود آمدی از نخست

وگر ہر چہ باشد ہمہ فیض تست

ہر نعمت چھوٹی ہو یا بڑی، روحانی ہو یا جسمانی ازل سے اب تک ساری کائنات پر حضور کی وساطت سے باذن اللہ تقسیم ہو رہی ہے۔ تمام روشنیاں سورج کے

”میں پیدا ہوتی ہیں مگر سورج کے ارادہ اور اختیار کا اس میں کچھ دخل نہیں۔“

اسی طرح تمام علوی و سفلی عوالم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اور کمالات اصل وجود اور اصل نبوت ہے۔ جو چیز زمان اور مکان کی اصل ہو اس کے وقت اور زمانہ کی تقدیم و تاخیر کو معیار فضیلت قرار دینے کی کیا ضرورت باقی رہی۔ یہ ایک صوفیانہ اور محققانہ بحث تھی جس کو جاہل بریلویوں نے بچوں کا مشغلہ بنا دیا۔ شعر مراد رس کہ برد؟

حضرت مولانا قاسم نانوتوی کا مطلب یہ ہے کہ حضور کی خاقیت زمانی تو ہمارے خود مسلم ہے اور خاقیت ذاتی وہ دراصل الوری منتہائے کمالات ہے جو کون و مکان اور زمین و زمان کا اصل الاصول اور سر الاسرار ہے۔

تزییت بس شگرت دریں جا پہنچ ہاں

کز آشنائے عالم جاں پُرس این مقام

بے شک حقیقت محمدیہ جو وقت اور زمانہ کی اصل و بنیاد ہے تقدیم تاخیر بلکہ نام عارض جماعتی سے بالاتر ہے۔ ایسا بلند و برتر مرتبہ اور مقام ہے کہ اگر بالفرض کوئی آپ کے بعد بھی آجاتا تو یہ مرتبہ پھر بھی آپ ہی کا تھا کیونکہ خاقیت ذاتی اور ربی کا مطلب یہ ہے کہ تمام درجات کمالات و مراتب آپ کی ذات پر ختم ہیں۔ اب کی بار میں جن کو بنگا ڈکر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ایک کر دکھایا ہے۔ ان کو اسی صورت میں دیکھیے۔ پہلی عبارت یوں ہے:

”عرض اختتام اگر بایں صحنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا

رفاعت ذاتی تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص

نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی

اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی



رہتا ہے۔

بچھلا مضمون بتا رہا ہے کہ یہاں خاتیت مرتبی اور ذاتی کا بیان کیا گیا ہے مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے علمائے عرب کو بلکہ سے اگلی مباحثہ کا سٹ کر دکھا دی اور یہ ظاہر کیا کہ یہ لوگ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ جو شخص ان سے مضمون پڑھتا آتا ہو اس کو یہاں ذرہ بھر شبہ نہیں پڑھتا بلکہ حضور کی اہمیت بیان دیکھ کر جھوٹے لگتا ہے اور اگر صرف جلی حروف میں لکھی ہوئی عبارت کے بجائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی مرزائی نے لکھی ہے۔

دوسری عبارت جس کی ایک بوٹی تو ذکر علمائے عرب کو دکھا رہے ہیں اصل میں یوں ہے:

”اگر خاتیت معنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت سمجھے۔ جیسا کہ اس پہچان ہے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں مانع نبوی نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد فارجمی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی۔ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“

اس عبارت میں مولوی احمد رضا خاں صاحب نے یہ کاریگری کی کہ جتنا حصہ جلی تلم سے کھا ہوا ہے وہ تو کھ دیا۔ اور پہلا حصہ جس میں اتصاف ذاتی کے لفظ میں وہ چھوڑ دیا۔ اب علمائے عرب کی جانب سے کچھ بھی نہیں کہا صاحب مندر میں چھبک آئے ہیں۔ ہائے افسوس! یہ

دنیا میں رہا دین کا پردہ سے کر  
گمراہ کیا نام خدا کا لئے کر

خلاصہ یہ کہ ص ۱۱ اور ص ۲۹ کی عبارت میں خاتیت زمانی کا ذکر ہی نہیں ہے بلکہ آپ کی شان والا شان کا بیان ہے۔ خاں صاحب نے ان عبارتوں کا چھٹا حصہ کاٹ لیا اور دونوں کو ملا کر ایسا پیوست کیا کہ تاکہ کا نام بھی نہیں بولانا۔ ام اصول تو یہ فرما رہے ہیں کہ خاتیت زمانی کا تو چکر اسی ختم ہے۔ سب مسلمان قائل ہیں، اب اسی آیت خاتم النبیین والی سے اگر خاتیت ذاتی بھی ہو تو مطلب یہ نکلے گا کہ آپ کے درجہ تک کوئی نبی نہیں پہنچ سکتا۔ اگر اس میں آپ کے بعد کوئی نبی بنتا تو وہ بھی آپ کے زیر سایہ ہونا ضروری ہے۔ خاتم زمانی بھی میں اس لیے ہرگز ہرگز آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا۔

یہاں بریلویوں کو اعتراض ہے کہ بالفرض کیوں کہ؟ حضرت میلانا نے ان کے لئے جگہ اگر بالفرض کا لفظ لکھا ہے۔ قرآن کریم اللہ حدیث شریف میں ایسے فرض لکھے بالفرض بے شمار ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ فِیْهِمَا الْإِیْقَةُ . . . . . (الآیۃ)

ترجمہ: اگر بالفرض زمین و آسمان میں خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خدا ہوتا تو زمین و آسمان خراب ہو جاتے۔

خیر فرماتے ہیں:

”وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِیلِ . . . . . (الآیۃ)

ترجمہ: اگر بالفرض ہمارا سچا رسول کچھ بناوٹی باتیں کرنے لگے تو ہم اس کو داہنے یا تھ سے پکڑیں اور اس کی رگ گردن کاٹ دیں۔

کیا اس فرض میں کچھ واقعی نقصان ہے؟ کیا خداوند تعالیٰ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کچھ بدظنی ہو جی سکتی۔ سوا اللہ! نہجئے جس لفظ پر آپ مولانا محمد قاسم کو کا فر بنا رہے ہیں، وہی لفظ حضرت امام مجدد الملت ثانیؒ نے بھی لکھا ہے۔

”اگر فرضاً در این امت پیغمبر سے مبعوث سے شد اسوائے حق تعالیٰ“

عمل سے کر دہ۔ مکتوبات شریف دفتر اعلیٰ ص ۱۳۸ مکتوب ص ۱۸۸



ترجمہ ۱۔ اگر بالفرض اس اُست میں کوئی پرہیز پیدا ہوتا تو فقہ حنفی پر عمل کرتا۔

اب بتائیے حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کو اس فرض نبی کا مذہب بھی رہے ہیں۔ اب ہم بریلویوں سے پوچھتے ہیں کہ وہی الفاظ جن کی وجہ سے حضرت مولانا قاسم العلوم کو کافر کہا ہے وہی بلکہ اس سے بڑھ کر امام مجدد الف ثانیؒ کے الفاظ ہیں جلدی کیجئے، ان پر فتویٰ لگائیے، ہم منتظر ہیں کہ مشین چلنے کی آواز کب آئے۔ حساب الحرمین کی عبارت کا تیسرا حصہ تحذیر الناس کے حصہ سے چڑایا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے :-

بعد حمد و صلوة کے قبل عز من گزارش یہ جواب ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہیئے تاکہ ہم جواب میں کچھ وقت نہ ہوسو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ لیکن اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم و تاخیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ہے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ کئے وقت اپنی عادت نہ چھوڑی، عربی میں جو ترجمہ کر کے علمائے حرم کو پیش کیا ہے اس میں بالذات کا لفظ حذف کر دیا۔ لکھتے ہیں،

”مع انہ لا فضل فیہ اصلاً عند اہل الفہم۔“

یہ ترجمہ کتنا غلط ہے۔ مولانا قاسم العلوم کا مطلب تو یہ ہے کہ زمانہ نبوت آگے پیچھے ہونے میں جو فضیلت ہے وہ بالذات نہیں بالفرض ہے۔ انہوں نے بالذات کا لفظ انگریز کی تفواہ میں ڈال دیا اور ہنود اعراض کرنے والے بن گئے۔ اب ہم بطور خلاصہ لکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم دارالعلوم دیوبند کی عبارت میں تیرہ حریب کیے۔ زبردست کیجئے :-

پہلے حصہ کی عبارت کا روشن پہلو اڑا کر اس کا ایک ٹکڑا پیش کیا۔

پھر یہی ظلم ص ۲۵ کی عبارت پر کیا۔

پھر یہی ظلم ص ۲۵ کی عبارت پر کیا۔

پھر یہ تمیغوں کاٹے ہوئے فقرے اس طرح لکھ کر علمائے عرب کے سامنے پیش کیے کہ اب تک کوئی نشان صفحہ اور سطر کا نہیں ہے بلکہ پہلی دونوں عبارتوں میں کیر کا نشان بھی نہیں ہے۔ ایک مسلسل عبارت ظاہر کی۔

پہلے حصہ ۲۵ پھر ص ۲۵ کی عبارت نکلی تب کھر کا فتویٰ لیا، یہ بے دھنکی ترتیب بتا رہی ہے کہ کتنے پا پڑ بیلنے پڑے ہوں گے۔

۱۔ عربی بناتے وقت بالذات کا لفظ انگریز کے کھاتے میں ڈال دیا۔

۲۔ اردو عبارت میں پہلے حصہ کی عبارت اگر بالفرض سے اگراڑا دیا۔

۳۔ ص ۲۵ کی عبارت سے درود شریف کا نشان اڑا دیا۔

۴۔ پھر کا لفظ ہضم کر گئے اس بہانہ سے مفروضیت کو کم کرنا چاہتے ہیں۔

۵۔ ص ۲۵ کی عبارت سے سو کا لفظ اڑا دیا۔

۶۔ درود شریف کا نشان اڑا دیا۔

۷۔ ”آپ کا زمانہ سابق انبیاء کے زمانہ کے بعد“ اتنا فقرہ کھا گئے۔

۸۔ ہوگا۔ یہ لفظ بھی ہضم کر لیا۔

یہ تیرہ جھوٹ کیوں بنائے؟ علمائے حرمین شریف کو دھوکا دینے کے لیے۔

۹۔ ”یا کرہ“ اس پاک سرزمین میں جس کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”ومن یردد فیہ بالحادی بظلم نزل قد من عند اب التعلیم۔“

ترجمہ: جو شخص مسجد حرام میں ظلم سے شرارت سے ٹیڑھی راہ بنانا چاہے ہم

اسے دوزخ کا عذاب پہنچائیں گے۔

کیوں اتنا بہتان اور جھوٹ موٹ افسانہ بنایا؟ تاکہ علمائے عرب علمائے

دیوبند پر کھر کا فتویٰ دینے پر مجبور ہو جائیں۔



کیا ضرورت تھی؟ انگریز کی نمک خواری نے مجبور کیا تھا۔

انگریز بہادر نے کیا قدر دانی کی؟ یہ بریلویوں کی تاریخ کے باب میں یہ ایک قہمت کا بیان ہے۔

## اضافہ جوابات پیر غ ہدایت

چراغ سنت کا اصلی موضوع غیر اللہ کی نذر و نیاز تھا۔ یہ مسئلہ علماء اور فقہائے اخلاف کی محترم اور مشہور کتابوں سے ایسا مضبوط قلعہ بن چکا ہے کہ طرف بریلوی علماء نظر اٹھانے کی جرأت بھی نہ کر سکے۔ رہا "نذر اولیاء" مصنف کو جب علی کو تاہیوں کا علم ہوا تو جواب لکھنے کی بجائے المدد بھولی کر، المدد یا رضوان پکارنے لگے اور رسالہ رضوان جو اشک و دلہیہ لیے اٹھا تو مسئلہ نذر و نیاز کو وہ بھی ہضم نہ کر گیا۔ کیونکہ غیر اللہ کی نذر و نیاز حرام ہونے پر بحوالہ ائق سے تمام اُمت کا اجماع نقل کیا ہے۔ حنفی فقہ کے تمام فتاویٰ ان پر پورے ہیں۔ شرمندگی کا یہ عالم ہے کہ سر جھکا کر اس کو مال کو کھائے جاتے ہیں اور جواب دینے سے عاجز ہیں۔ افسوس کہ چراغ کے جلوب میں مولوی عبداللہ صاحب کی توقعات پر پانی پھرتے ہوئے اس کے مسئلہ سے رسالہ رضوان بھی پہلو بچا کر نکل گیا اور کوئی مدد نہ دے سکا۔ رضوان تو صرف وہی فرسودہ مسئلے استعمال کر رہا ہے جو ان کے پیش رو صد سال میں بنا کر مجلسازی سے چلا گئے تھے۔ لیکن مسئلہ نذر و نیاز پر تو نظر نہ کیا جھانکے کے سوا آج تک کوئی بریلوی عالم کچھ نہ لکھ سکا۔ اصل میں مشکل یہ ہے کہ ان کے بزرگ جس راہ پر ان کو ڈال گئے ہیں اس راہ میں علمی تحقیق اور حجت کا سخت قحط ہے۔ لیکن کھاؤ بیو کی بڑی بھرمار ہے۔ اور علمائے حق کو بدنامی کے کچھ ایسے اوچھے، ننگے، اسٹی اور بودے ہتھیار بریلی سے تیار ان کو طعنے سے عوام تو جال میں پھنس جاتے ہیں۔ لیکن اونچی سطح کے بریلوی علماء خود حیران

ہیں۔ چنانچہ تحقیقاتی عدالت میں تو بعض قابل ذکر بریلوی علمائے حق کو کافر کہنے سے صاف صاف انکار کر دیا جیسا کہ اخبارات شاہد ہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی پر فتوے بازی تو ہو چکی۔ اب بریلویوں کی ایک جماعت جس کا مرکز حزب الاضافہ ہے صرف اس لیے لکیر پیٹے جا رہی ہے کہ حضرت نانوتوی سے اگر کفر کا فتوے ہٹ گیا تو حضرت بریلوی کافر نہ رہیں گے۔ چراغ سنت میں آپ مولانا نانوتوی کی دس عبارتیں چڑھ چکے ہیں جن میں ختم زمانی کا صاف صاف انکار اقرار کیا اور منکر کو صاف نفی میں لایا لیکن بے چارہ رضوان ان صریح عبارتوں سے آنکھیں بند کر کے جانتے ہیں کہ اور جن عبارتوں میں خاتمیت مرتبی کا ذکر ہے ان کو گول ہول مار رہا ہے کہ یہی کوشش کرتا ہے کہ وہ ختم زمانی کے منکر ہیں۔ اس بے انصافی کا کیا فائدہ؟ اور ایسے جھگڑالو سے فیصلہ کی کیا توقع۔ لیکن ناظرین کی تریب کے لیے رضوان کے چند دھوکے اور فریب یا جہالت اور تکفیری کارنامے بیان کیے جاتے ہیں۔ رضوان لکھتا ہے:

سارے تیرہ سو برس سے بھی زیادہ پیشتر سے اب تک کے تمام اگلے پچھلے اولیاء و علماء و عوام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ یہ آریہ کریمہ میں خاتم النبیین کے صرف ہی معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں اور یہ شخص اس ضروری دینی معنی کے خلاف کوئی اور معنی اس لفظ کے بتائے وہ ہرگز مسلمان نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کے حکم سے کافر مرتد اپنے دین ہے۔ (چراغ ہدایت ص ۱)

رضوان کی خدمت میں عرض ہے کہ "صرف یہی معنی ہیں" کی کوئی دلیل صریح پیش کریں۔ اور ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ ایک دلیل بھی اس پر نہیں دے سکتے۔ اگر صریح کوئی دلیل ہے تو پیش کریں اور ایک تفسیری قاعدہ یاد رکھیں



کہ قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام سے صحیح ثابت بھی ہو جائے تو اس کو برحق مان لینے کے باوجود مفسرین کے دوسرے اقوال بھی اسی آیت کے متعلق مل جاتے ہیں۔ اس کی سببوں میں پیش کر سکتے ہیں اور دوسرے تفسیری اقوال کو اس مرفوع یا ماثور تفسیر کے خلاف بریلوی جاہلوں کے سوا کس کی مجال ہے۔ آپ کا یہ اصول اگر درست مان لیا تو بڑی بڑی معتبر تفسیر کا دینی ذخیرہ کفریات کا مجموعہ قرار پائے گا۔ من ذالک۔ اب بتائیے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے جب ختم زمانی کو تسلیم کیا ہے اور اس کے منکر کو کافر بھی کہہ دیا ہے۔ تو اس کے بعد اگر کلام الہی دوسرا معنی بھی سمجھا ہے جو پہلے سے مخالفت نہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے سے لازم و ملزوم ہیں جیسا کہ چراغ ہدایت ص ۹ پر آپ بھی مان گئے تو آپ اس معنی کو پہلے کے مخالفت کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ آپ ہی بتائیں کہ ختم زمانی اور میں خلافت اور اختلاف کس طرح ہے؟ اگر اختلاف نہیں ہے تو یہ مرتد بدلہ دینے کا شوق؟ یہ بھی بتائیں کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم مرتبی سے منکر ہیں؟ جہاں تک میرا خیال ہے تمام مسلمانوں کا اجماع عقیدہ ہے کہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مرتبہ سب سے بلند سب سے آخری اور سب مراتب کا ہے۔ لیکن رضوان میاں آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ ختم زمانی کے تو آپ بھی قائل ہیں ختم مرتبی کا افکار ضرور کرنا ورنہ مرتد بے دین بن جاؤ گے۔ کیونکہ تمہارا عقیدہ کہ تم زور سے رہے ہو یہی ہے کہ ختم زمانی اور مرتبی دونوں ایک دوسرے کے ہیں۔ عقلی نقل اور کشفی دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ کارخانہ قدرت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام وہی ہے جو مادی دنیا کے بشی نظام میں سورج کا مقام ہے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے تحذیرات اس کا موضوع بحث جرت یہی بات ہے اس مسئلہ کو آپ نے علمی تحقیر اور خداداد ذہانت سے اپنے رسالہ ابوہریرہ میں لفظوں میں بیان فرما دیا۔ فرماتے ہیں:

اس میں یہ ہے کہ انما فی وجود و کمالات و وجود مخلوقات کی جانب اگرچہ نزاع خداوندی ہی سے ہوتا ہے مگر یہ شہادت آیت السبجیٰ اولیٰ اور آیت خاتم النبیین چنانچہ تقریرات بالا کے واضح ہو چکا اور یہ شہادت دیگر آیات و تائید تحقیقات ارباب مکاشفات و دہ سب انہما فیضان بواسطہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ہوتا ہے جیسے شب کو بواسطہ قمر افاضہ نور آفتاب ہو کرتا ہے۔ (ابوہریرہ میں حصہ دوم ص ۱۲)

یعنی ہر قسم کے کمالات، انعامات وغیرہ اللہ کی جناب سے مخلوق پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہوتے ہیں۔ اور چونکہ نبوت یعنی پیغمبری بھی انعام ہے اس لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو نبوت بھی آپ کے واسطے سے ملی۔ اور یہ ہے کہ آپ نبی الانبیاء یعنی تمام نبیوں کے بھی نبی ہیں۔ آپ بالذات نبوت کو نبوت ہیں اور دوسرے انبیاء بالعرض۔ آپ کی نبوت دوامی اور قدیمی ہے اور اس کی حادث عرضی۔

اس مسئلہ حقیقت اور پاکیزہ ترین مضمون میں ایڈیٹر "رضوان" کو ایک بڑا کفر نظر آیا ہے، فرماتے ہیں:

"مولوی قاسم کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرنے کے بجائے یہ ہونے چاہئیں کہ حضور اکرم ذاتی طور پر مستقل نبی ہیں اور دیگر انبیاء عرضی طور پر نبی ہیں۔ بھر یہ بات بھی خیال میں رہے کہ مولوی قاسم یہاں عرضی اور ذاتی کے معنی یہ نہیں کرتے کہ اور انبیاء کو حضور کے طفیل اور صدقہ سے ملی ہے بلکہ عرضی اور ذاتی کے معنی ان کے ہاں یہ ہیں کہ حضور کی نبوت دائم ہے اور دیگر انبیاء کی عرضی چنانچہ سب پر تحذیرات سنیں انکھتے ہیں: علاوہ بریں حدیث کثرت قبیلاً و آدم بین النساء و الطیئین بھی اسی جانب مبثر ہے کیونکہ فرق



قدیم نبوت و حدوث نبوت باوجود اتحاد نوعی خوب جب ہی چسپاں ہو سکتا ہے کہ ایک جایہ وصف ذاتی ہو اور دوسری جاعرضی اور فرق قدوم و حدوث اور دوام و عروصی فہم ہو تو اس حدیث سے نظام ہے، یہاں مولوی قاسم نے خود واضح کر دیا کہ حضور و وصف نبوت کے ساتھ موصوف بالذات اور دیگر انبیاء بالعرض۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور کی نبوت قدیم ہے اور دیگر انبیاء کی حادث، حضور کی نبوت دائم ہے اور دیگر انبیاء کی عارضی کہ کچھ دن رہ کر فنا ہو جائے گی۔  
(چراغ ہدایت ص ۹۴)

ناظرین! اس عبارت میں ایڈیٹر رضوان کی درجہ بندیوں سے ایک  
 امر ہی ہے، یا تو عین دشمن ہے جس کی آنکھوں پر نقشب اور کبوتر کی پٹی باندھ  
 ہے اور اگر ایسا نہیں تو سخت جاہل ہے۔ ہر یلوی جماعت میں اگر کوئی اہل علم  
 ہے تو اُس نے چراغ ہدایت میں یالذات اور بالعمرین کی یہ تشریح دیکھ  
 لیا ہوگا اور ۹۹۹ تو مطمئن ہیں کہ ایڈیٹر رضوان نے چراغ سنت کا جواب  
 ذرا ہر یلوی منطق دیکھیے:

”موصوف بالذات وہ ہستی ہے جس کی کوئی صفت خود اپنی ذات سے بیزگمی کے واسطے حاصل ہوئی ہو۔ اور موصوف بالعرض وہ ہستی ہے جس کی کوئی صفت خود اپنی ذات سے نہیں بلکہ کسی دوسرے کے واسطے حاصل ہوئی ہو۔“ (چراغ ہدایت ص ۸)

”انصاف اور ذوقِ بوجھِ ثبوت کے معنی اپنی ذات سے خود بخود نبی ہونا۔“  
(چراغِ ہدایت ص ۱۲)

۱۸۲ "اپنی ذات سے خود بخود نبی ہیں" (۱۰۰ ص ۸۲)  
 ۱۸۳ "بالعمرین وہ چیز ہے جو عارضی ہو کہ کچھ دن رہ کر فنا ہو جائے گی" (۱۰۰ ص ۸۳)  
 ۱۸۴ "چراغ ہدایت" (۱۰۰ ص ۸۴)

ناظرین! خدا را انصاف! بلا مبالغہ میہاں پہنچ کر بار بار خیال آیا کہ ایسے علم نفس کا جو اس خاموشی کے سوا کیا ہو سکتا ہے، جو شخص منطق کی الفبا، قواعد و اوقات ہے۔ وہ حضرت مولانا قاسم العلوم کی ذات پر کفر کا فتوے جمارا یا للعلماء

ملا میں غرض ستم العلوم ص ۱۱۲ پر فرماتے ہیں: الذاتی فی اللغۃ ما کان  
مربوباً إلی الذات - فی الاصطلاح هو ما لیس بعارض - ذاتی  
اصطلاح منطق میں اس وصف کو کہتے ہیں جو عارض نہ ہوئی ہو۔ اس تعریف کی بنا  
پر ذاتی ہو وصف نبوت کے معنی یہ ہوں گے کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم سے نبوت کی شان سے آراستہ ہے آپ پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرا کہ آپ  
موجود میں آئے ہوں پھر نبوت ملی ہو، جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدائن جلد

رُوحِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس ارواح کی دنیا میں بھی ثابت  
 تھی۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا، میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام رُوح  
 اور جسم کے درمیان تھے۔ . . . . . اگرچہ علم الہی میں تمام  
 انبیاء کی نبوت ثابت تھی اور ہونے والی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی نبوت ملائکہ اور ارواح میں ظاہر تھی اور دوسرے انبیاء کی  
 نبوت پردہ میں تھی۔ بلکہ کہتے ہیں کہ آنحضرت کی رُوح اس جہان  
 میں تمام انبیاء علیہم السلام کی رُوحوں کی اساذ تھی اور علوم الہیہ کا  
 ان پر فیضان فرما رہی تھی۔ . . . . . پس آپ اس جہان میں بالفعل  
 نبی تھے یعنی آپ کی نبوت ظاہر باہر تھی اور باقی انبیاء کی نبوت صرف اللہ  
 کے علم میں تھی ظاہر نہ تھی۔

شفاء شریف میں یہ مضمون لکھیں ہے :

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ



علیہ وسلم کی روح مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو سو سال پہلے خداوند تعالیٰ کے سامنے ایک نور کی صورت میں تھی یہ نور جب اللہ کی تسبیح بیان کرتا تو تمام فرشتے تسبیح پڑھتے۔ (ص ۱۶۱)  
 رضوان میاں اب سمجھ چکے ہوں گے کہ انصاف ذاتی کا معنی یہ ہے کہ ذات پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرا کہ آپ بالفعل نبی نہ ہوں پھر نبوت عارض ہوئی ہو بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے ہیں بالفعل نبی ہیں۔  
 عارض کا لفظ کہتے ہیں کہ عارض کا معنی عارضی نہ سمجھنا بلکہ بریلوی منطق اور بریلوی علمیت میں تک پہنچتی ہے۔ ہمارے تصور کے ایک عالم میں ایک بریلوی عالم نے نفسیات کا معنی نفسانیت سمجھا تھا۔

شرح مطالع میں ذاتی اور عرضی کے بہت سے معنی لکھے ہیں جن میں صرف دو لکھے جاتے ہیں:

الخاص ان یکون دائم الثبوت للموضوع وما لا یدوم  
 العرضی - السادس ان یحصل لموضوعہ پلا واسطۃ  
 مقابلیہ العرضی۔

ترجمہ: ذاتی اور عرضی کا پانچواں معنی وہ ہے کہ جو چیز اپنے موضوع کے لیے ہمیشہ ثابت ہو وہ ذاتی ہے اور جو چیز دوامی نہ ہو وہ عرضی ہے۔  
 یہ ہے کہ جو چیز موضوع کو بلا واسطہ ہو وہ ذاتی ہے اور جو کسی واسطہ سے حاصل ہو وہ عرضی ہے۔

دیکھو رضوان میاں! ذاتی عرضی کے معنی اچھی طرح سمجھ لو اور کسی کو کافرت سے پہلے کچھ پڑھ لو۔ اب پوری طرح یہ بات ثابت ہو چکی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں اس لیے کہ نبوت آپ پر عارض نہیں ہوئی اور اس لیے کہ سب سے پہلے آپ کو نبوت ملی اور دوسرے انبیاء کو بعد میں ملی۔ دوامی دائمی نبوت بھی نبوت آپ کی ہے کیونکہ دوام کے معنی ہیں کسی چیز کا تمام اوقات

ہم موجود رہنا۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء علیہم السلام سے بہت پہلے نبوت ملی چکی ہے اس لیے دوام بھی آپ ہی کی نبوت کو حاصل ہے اور کسی کی کو حاصل نہیں۔

اور بقول رضوان جس کو نبوت ملی وہ حضور کے وسیلہ اور واسطہ سے

ملی ہے۔ (چراغ ہدایت ص ۸۵)

چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو نبوت آپ کے واسطہ سے ملی ہے اور آپ کو کسی واسطہ سے نہیں ملی اس لیے آپ کو نبوت ذاتی حاصل ہے اور دوسروں کی عرضی۔

نوٹ: حضرت مولانا قائم کے ارشاد میں قدم و حدوث سے مراد قدم اضافی ہے نہ کہ حقیقی مطلب یہ کہ آپ کی نبوت بہ نسبت دوسرے انبیاء کے قدیم ہے۔  
 ایڈیٹر رضوان کو اللہ ہدایت دے کہ عرضی کے معنی عارضی لکھا ہے اور ذاتی کے معنی خود بخود۔ بجا رہ ان اصطلاحات کو روزمرہ اردو کے عادات سمجھا جیسا کہ مثال مشہور ہے کسی منطقی نے اپنی زوجہ کو خط لکھتے وقت دائرہ مطلقہ کا لفظ استعمال کیا۔ وہ یہ سمجھی کہ تجھے ہمیشہ کے لیے طلاق دے دی ہے۔ کسی مولوی کے پاس فتویٰ لے گئی شاید وہ مولوی بیچارہ حزب الاحناف کا سنیافتہ تھا اس نے فتویٰ دے دیا کہ تجھ کو دائمی طلاق ہو گئی ہے۔

بریلوی منطق میں ذاتی نبوت کے کیا عجیب معنی تیار ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات سے خود بخود نبوت حاصل ہے، اللہ نے نہیں بخشی اور عرضی کا معنی یہ ہے کہ عارضی ہے ایک دن ختم ہو جائے گی۔

حضرت خیال فرمائیں کہ ضاحک انسان کے لیے اور ماضی حیوان کے لیے عرضی ہے تو آپ کے نزدیک اس کے معنی یہی ہوں گے کہ نفع انسان کا ہونا اور حیوان کا چلنا ایک دن ختم ہو جائے گا۔ افسوس!



ناظرین! یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایڈیٹر رضوان ذاتی اور عرضی کا فرق عام فہم لفظ نہ سمجھنے کی وجہ سے اس جگہ مولانا قاسم پر کفر کا فتوے دیتا ہے لکھتا ہے "بس یہ ہیں وہ سنے معنی جو کسی مفسر نے نہیں کیے اور یہ معنی بجائے خود کفر ہے" (جہانِ ہدایت ص ۹۲)

نیز یہ کہنا کہ نبوت تمام انبیاء کو آپ کے واسطے سے ملی ہے کفر ہے نیز لکھتا ہے:

"حضور کے لیے وصف نبوت اصلی ماننا اور سب کے لیے عارضی ماننا یقیناً گمراہی ہے۔ کیونکہ اس طرح سے ہر نبی مستقل طور پر نبی نہیں رہتا" (جہانِ ہدایت ص ۹۵)

ناظرین! یہ جاہل عارضی کے لفظ برابر ایسا مطمئن ہے کہ ہر جگہ عرضی کے معنی عارضی سمجھتا ہے۔ اچھا تو یہ نیا کفر جسے مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ایجاد کیا تھا۔ آئیے سب سے پہلے ان پر ہی چپکا دیں۔ مجدد بریلوی اپنے رسالہ حبذا اللہ صدقہ کے ص ۳۲ پر لکھتے ہیں:

"اور نفوس متواترہ اولیاء کرام و ائمہ عظام و علمائے اسلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی روزِ ازل سے اب تک اور اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے اب تک، مومن یا کافر، مطہر یا ناجس، فرشتہ یا انسان، جن یا جہنم، بلکہ تمام ماموئے اللہ میں جسے جو کچھ ملی ملتی ہے یا ملے گی اس کی کلی انہی کے صبا ئے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے، یا کھلے گی۔ انہی کے ہاتھوں پر ہی بٹی ہے اور بٹے گی۔ یہ ہر الوجود اور اصل الوجود ہیں۔"

اس عبارت میں مولوی احمد رضا خاں صاحب خاتیت مرتبی کا مفہوم بیان کر رہے ہیں، یعنی تمام ظاہری، باطنی، روحانی، جسمانی نعمتیں جن میں نبوت بھی شامل ہے

آپ کے ہاتھ سے آپ کے واسطے سے ملی ہیں۔ اور جب اصل الوجود مان لیا تو تمام انبیاء علیہم السلام بلکہ تمام مخلوق کے وجود بھی آپ کے فروغ میں اور آپ اصل ہیں۔ رضوان کا دعویٰ ہے کہ مولانا قاسم نالوثی سے پہلے ذاتی اور اصلی کا لفظ کسی نے نہیں لکھا تھا اس لیے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات کا ایک حوالہ ملاحظہ ہو:

قال الشيخ ابو عثمان الفاضل فلكه یكن داع حقیقی من الا ابتداء الى الاستواء الالهة الحقیقة الاحمدية السی - الخ

ترجمہ: شیخ ابو عثمان فرغانی نے فرمایا ابتداء سے انتہاء تک حقیقی نبی کو ملی نہیں بغیر حقیقت احمدیہ کے جو تمام انبیاء کا اصل ہے اور سارے انبیاء اس حقیقت کے اجزا اور تفصیلات کے درجہ میں ہیں، اس لیے وہ تمام انبیاء علیہم السلام بحیثیت جز اپنے کل کے خلیفہ ہونے کے طور پر آپ کے پوتن اجزا کو دعوت دیتے رہے اور آپ کی دعوت کا درجہ یہ ہے کہ کل اپنے جمیع اجزا کو اپنی نیکیت کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ وَمَا ارْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً بَلَنَّا فِيْهِمْ اِسْمَعُوْنَ کا اشارہ موجود ہے۔ سارے انبیاء اور رسول اور ان کی تمام امتیں اور سب اگلے پچھلے کافہ للناس کے نقطہ میں داخل ہیں۔ آپ اصلی نبی ہیں اور تمام انبیاء اور رسول آپ کے تابع ہو کر مخلوق کو حق کی طرف دعوت دیتے تھے اور سب کے سب آپ کے نائب اور خلیفے تھے اور تفصیلاً بروہ میں یوں ہے:

جسے معجزے انبیاء علیہم السلام نے کر آئے آپ کے نور سے ہی ان کو ملے بے شک آپ بزرگی کے آفتاب ہیں اور باقی انبیاء بزرگی کے ستارے ہیں جو اندھیلوں میں لوگوں کے سامنے آفتاب کی روشنیاں ظاہر کرتے رہے۔

(نوٹ: وضاحت کے لیے دیکھو فتوحات مکتبہ بانیہ - (مطالع المسرات ص ۱۸) (شرح احمد داغ) ناظرین! یہ کتاب اتنی معتبر ہے کہ فتاویٰ ثانی بحث درود شریف میں اس کو سند



قرار دیتا ہے۔ اس عبارت میں بتلایا گیا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم حقیقی نبی ہیں۔ انبیاء کا اصل میں اور کئی ہیں۔ تمام انبیاء آپ کے اجزاء اور تفصیل کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ کے خلیفہ اور نائب ہیں۔

فرمائیے رضوان صاحب! کیا فتویٰ دیں گے آپ علامہ فارسی پر ایہ تو مولانا کا سہ سے بہت آگے بڑھ کر بول رہے ہیں۔ اس عبارت میں تمام انبیاء علیہم السلام کے استقلال پر زور نہیں پڑتی تو وہاں یہ خطرہ کیسے پیدا ہو گیا؟

داعی کے لفظ سے بھی رضوان شاید یہ سمجھ کر بے ادبی ہے حضرت مولانا ابوالکلام نے اہمال میں کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں لفظ مصلح استعمال کیا ہے جس پر رضوان نے شور مچا دیا کہ ان کی نبوت کا انکار ہے۔ خدا کے بند سے تمام انبیاء علیہم السلام کو مصلحین کہا جاتا ہے۔ اور ہارون علیہ السلام کے حق میں خاص و اخصیج قرآن میں موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلح اعظم ہونا مسلم ہے۔ ”جَعَلَ اللّٰهُ الْبَالِغَةَ“ کا مطالعہ کیا کرو لفظ اصلاح کا معنی معلوم ہو۔ اور قرآن مجید تو انبیاء کے حق میں صراحہ کا لفظ بھی استعمال کرتا ہے۔ اگر صالح کہنا ہوگا کا انکار نہیں تو مصلح کہنا کس طرح انکار ہے۔ دیکھو چراغ ہدایت ص ۲۷۰ غفل اور انصاف کی بہت ضرورت ہے۔

داعی نبی اور نبی الانبیاء کی مزید تحقیق کے لیے دیکھو بندہ کا رسالہ ”الصلوة والسلام بحث در محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کے بعد رضوان نے چند اصول لکھے ہیں دیکھو چراغ ہدایت ص ۲۷۰۔

(۱) کا جواب گزر چکا ہے۔

(۲) رضوان یہاں پھر اسی بریلوی ذہنیت پر اتر آیا کہ خاقیت زمانی اور مرتبی کا فرق کیجئے بغیر مطلق خاقیت کا مفالطہ دے رہا ہے۔ حسام الحرمین میں بالیہ بریلویت نے جو طرز استدلال قائم کی ہے وہ یہی ہے۔ اب جو مطالعہ لکھتے کے حوالہ سے خاقیت مرتبی ثابت ہو چکی ہے۔ دیکھیں رضوان کدھر جاگتا ہے!

برہنہ مستقل نبی ہے۔ سب کو نبوت بلکہ ہر نعمت خداوند تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ نبوت تمام انبیاء پر برابر صادق آتی ہے۔ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے۔ تحذیر اناس کی جو عبارت آپ نے چراغ ہدایت ص ۹۲ پر لکھی ہے اس میں اتحاد نوعی کا لفظ اس کی صریح دلیل ہے۔ کیونکہ ایک نوع کے تمام افراد میں حقیقت متحدہ پائی جاتی ہے۔ نکل و عکس کے الفاظ سے اگر استقلال کی نفی ہو جاتی ہے تو کلیت اور جزئیت نبی حقیقی وغیر حقیقی نائب اور خلیفہ کے الفاظ جو علامہ فارسی نے لکھے ہیں ان کے متعلق کیا رائے ہے؟

۴۔ نبوت کی قسمیں کس نے کی ہیں؟ آپ کی ہوش قائم نہیں۔ حضرت مولانا قاسم نے انصاف کو ذاتی اور عرضی کہا ہے۔ موصوف بالذات اور بالعرض یا انصاف ذاتی وغیرہ الفاظ اگر سمجھ میں نہیں آئے تو مولانا دیدار علی صاحب کی قبر پر مراقبہ فرمائیں۔ سنا ہے وہ بڑے علامہ تھے۔ مدرسہ نعمانیہ والوں نے ایک دفعہ بھول کر انہیں صدر مدرس بنا دیا تھا کسی پٹھان طالب علم نے حدیث کا سبق پڑھتے ہوئے پوچھ لیا حَسْبُكَ بْنُ مَرْثُومٍ کیا صیغہ ہے؟ آپ کو صیغہ تو نہ آیا اٹھ کر گھر آگئے اور یہ بالذات بالعرض کا لفظ تو ایسا تیرھا ہے کہ بریلی سے چل کر لاہور تک معتمہ بن گیا ہے۔ مجدد بریلوی مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جب تحذیر اناس کی عبارت رگزار اہل فہم جانتے ہیں کہ تقدیم و تاخیر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں) کا ترجمہ عربی میں کر کے ترین شریف کے علماء کے پاس بھیجا تو کمال بددیانتی سے بالذات کا لفظ کھاتے گئے یا سمجھ نہ سکے اور ترجمہ عربی میں یوں کیا:

مَعَ اَنْتَ لَا فَضْلَ فِيْهِ اَصْلًا عِنْدَ اَهْلِ الْفَضْلِ۔

دیکھو ترجمہ کرتے وقت بالذات کا لفظ لگا کر شریف میں ڈال دیا۔ حالانکہ الذات عربی لفظ ہے اور یہاں اس کی شدید ضرورت ہے۔ کیونکہ بالذات کی نفی



کے جواب لکھیں۔ پھر جب ملزم ہی باطل نہیں تو لازم کیسے باطل ہو گیا؟ بالکل بالکل بالظن یعنی بغرض محال اگر کوئی دوسرا نبی دنیا میں پیدا ہو جائے تو آپ کا مرتبہ پھر بھی قائم ہے اور چونکہ خاقیت زمانی بھی اس کو لازم ہے اس لیے اس سے ہے کہ کوئی دوسرا نبی پیدا ہو۔ خوب سمجھ لیں قبر میں کام آئے گا۔ بالظن سے متعلق جتنی مثالیں ہیں وہ اب خاقیت مرتبہ ثابت ہونے کے بعد صحیح ثابت ہو گئی ہیں۔ لیکن اگر مثبت مثال ہی درکار ہو تو حاضر ہے۔

لو کان بعدی نسباً لکان عمنی (حدیث)

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی ہو تو حضرت عمرؓ ہوتا۔



## تہمت دوم

حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر

مولوی احمد رضا خاں بریلوی حسام الحرمین ص ۱۲۰، ۱۲۱ پر لکھتے ہیں:-  
ایک فتویٰ مولانا رشید احمد گنگوہی کے دستخط اور مہر والا میں نے  
اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو بیٹی وغیرہ میں بار بار معرود کے چھپا  
اس میں صاف لکھ گیا کہ جو شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بالفعل عیب مانے  
تو اسے کافر کج فاسق بھی نہ کہنا چاہیئے۔

یہ ہے تہمت کا خلاصہ مضمون۔ پچھلی تہمت میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ مولوی  
احمد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا قاسم العلوم کو کافر بنوانے کے لیے تیرہ بہتان  
لاسے۔ اب یہاں ایک اور بزرگی دیکھیے: ع

خود کوزہ و خود کوزہ گرد خود گل کوزہ

آپ ہی ایک فتوے لکھا اور اس پر مولانا رشید احمد کا نام لگا دیا۔ اور خود  
اس پر کفر کا فتویٰ اور رد لکھ کر شائع کر دیا۔ فرماتے ہیں:-

”بار بار معرود کے چھپا“

یہ تردید اور رد لکھنے والے جو خیر سے آپ خود ہیں تو پھر:- ع  
جو چاہا ہے آپ کا حُسن کر شتم ساز کرے

فرماتے ہیں:-

”یہ فتویٰ لکھا ہوا نہیں نے آنکھوں سے دیکھا ہے؟“

بجا ہے! جب لکھ کر سامنے رکھا ہو گا تو دیکھا بھی ہو گا۔ حضرت علمائے



دیوبند کے عقاید دیکھنے کے لیے نہیں ہیں۔ قلمی فتوؤں کا سہارا لینے کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے؟ فتاویٰ رشیدیہ تین جلدوں میں چھپا ہوا موجود ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ جو شخص کہے کہ خداوند تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے وہ کافر ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ: یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی جو ایسی بے بنیاد، خود ساختہ تہمتوں کو پرپس میں لانے کی جرات بھی کرتے ہیں اور لگی کو پیر میں خالص جھوٹ کا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ ان کا جواب ہمارے پاس صرف یہی ہے:

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ



## تہمت سوم

حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری

”شیطان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

بڑا عالم مانتے تھے معاذ اللہ! حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا علم شیطان سے گھٹایا“

پہلے چند اصول اچھی طرح سمجھ لیں:

۱۔ علم کی دو قسمیں ہیں۔ اور یہ تقیم بریلویوں کو بھی مستمم سے کتاب خالص الاعتقاد کے ص ۲۱ اور ص ۳۲ میں یہ تقیم موجود ہے:

علم ذاتی اور دوسری عطائی

علم ذاتی وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا نہ ہو۔ عطائی جو عطا ہو۔

علم ذاتی صرف خداوند تعالیٰ کے لیے ہے۔ علم عطائی درجہ بدرجہ سب کے لیے ہے، اگر کوئی شخص کسی نبی یا ولی یا فرشتہ کے لیے علم ذاتی ثابت کرے تو شرک ہوگا۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب ملفوظات حصہ سوم ص ۳۱ مطبوعہ بریلی میں

ہے۔

علم جب کہ مطلق ہو لا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو یعنی علم غیب، غیب کا علم، تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔



حالات، بود و باش اور زندگی کے اصول، سمندر کی چھیلیوں کی تعداد اور کت، خوداک کی مقدار وغیرہ۔ ان چیزوں کو علم دین سے کوئی تعلق نہیں مل گھٹیا درجے کے اور ادنیٰ درجے کے علوم ہیں، ان کو علم نہیں

## پانچواں اصول

علم میں جس علم کی تعلیم کی گئی ہے وہ فقط علم دین ہے۔ انسانی کمال کا علم ہے۔ انگریزی یا دوسری زبانیں، جادو یا شاعری حقیقتاً علم نہیں ہیں۔ اور انی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح بخاری باب العلم میں فرماتے ہیں:-  
لا یطلق الا علیٰ حللہ الشرعیۃ .....  
علم شرعی کو کہا جاتا ہے۔ اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی شخص علم دین سے توفیق اہل تفسیر و حدیث و فقہ پر خرچ ہوگی۔

## چھٹا اصول

علم انسان کے لیے باعث کمال نہیں اور جن کو حاصل کرنے کا ضروری حکم نہیں ہے۔ جانوروں کے حالات، سمندروں اور جنگلوں کے حالات، ہر شخص کے گھر پر علم میں ایک معمولی آدمی ایک بزرگ سے زیادہ واقفیت حاصل کر سکتا ہے۔ علم میں کمال حاصل کرنا نبی کے لیے ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت امام محمدؒ کا کتبہ حکم دفتر دوم میں فرماتے ہیں:  
ہر عالم و حاکم باعتبار صنعت خود بر عالم دو فنون فضیلت وارد  
از غیر اعتبار عاقل است

ہر عالم اور حاکم اپنے کاروبار کے اعتبار سے ہر بہت بڑے عالم پر فضیلت  
یہ فضیلت قابل اعتبار نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ جولاہے کو اپنے کام کی واقفیت

اس کی تشریح حاشیہ کثاف پر میر سید شریف نے کر دی ہے۔  
حق ہے۔ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی ہونا  
ہے۔ یہ نکتہ ناظرین یاد رکھیں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ برہین قاطعہ میں  
گمراہ کرنے کا علم عطائی ثابت کیا گیا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کا انکار کیا گیا ہے کیونکہ ہر ذرہ کا علم ہونا اور محفل میلاد جہاں جہاں  
کا تشریف لے جانا کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں۔ اس لیے جو  
نہیں ہے وہ ذاتی ہوگی اور علم ذاتی کسی مخلوق کے لیے ماننا کفر ہے۔

## دوسرا اصول

کائنات کے ہر ذرہ کے متعلق خداوند تعالیٰ کے معلومات پیدا  
ہیں اور مخلوق کی کوئی صفت بے انتہا نہیں اس لیے کہا جائے گا کہ علم  
ذرہ کا بھی علم عظیم نہیں۔  
مولوی احمد رضا خاں صاحب نے الدولة النکیۃ کے  
مضمون بیان کیا ہے۔

## تیسرا اصول

عقیدہ قائم کرنے کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے اور انکار کے  
دلیل کا نہ ہونا کافی ہے۔ فاضل بریلوی نے یہ بات بھی ابناء المصطفیٰ میں  
کی ہے۔

## چوتھا اصول

معلومات کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو دین سے تعلق رکھتے ہوئے ہوں  
دوسرے دنیاوی۔ جیسے زید، عمر، بکر کے عام حالات اور واقعات انہیں



کی وجہ سے عالم دین پر کچھ فضیلت نہیں ہے۔ اسی طرح نبیوں کی کوئی اپنی اپنے تفرقہ کاموں کی ولایت انبیاء پر فضیلت کا باعث نہیں ہے۔ امام نازی تفسیر کبیر ص ۱۹۵ جلد ۵ میں فرماتے ہیں :  
 - يجوز ان يكون غير النبي فوق النبي في العلم  
 لا تتوقف نبوته عليها -

ترجمہ : جائز ہے کہ جو شخص نبی نہیں وہ نبی کے بڑھ جائے اسے جس پر نبوت موقوف نہیں ہے۔

## ساتواں اصول

جو باتیں دین سے تعلق نہیں رکھتیں ان کے نہ جاننے سے انبیاء اور ائمہ کی شان میں کچھ کمی نہیں آتی، نہ ان کے کمال میں کچھ فرق آتا ہے بلکہ ایسا عموماً مایہ دہانی ہے۔ علامہ قاضی عیاضی شفاء شریف میں فرماتے ہیں :  
 "وہ معلوم نہیں کا تعلق دنیوی باتوں سے ہو ان میں سے بعض کو علم اور بعض کو غلامی واقعہ جاننے سے انبیاء کا معصوم ہونا ضروری ہے۔" سے لے کر ہو سکتا ہے کہ انبیاء کو بعض دنیوی باتوں کا علم نہ ہو اور بعض دوسرے مسائل میں نیک سمجھ میں آئیں ؟  
 اگے فرماتے ہیں :

"اور یہ بات ان کے لیے عیب نہیں کیونکہ ان کی توجہ آخرت اور اس کی خبروں، شریعت اور اس کے قوانین سے وابستہ ہے اور دنیاوی کام اس کے برعکس ہیں۔ لیکن دنیا والے ظاہری زندگی کو ہی مانتے ہیں۔ اور آخرت سے غافل ہیں ؟ لا اس لیے دنیاوی معاملات کی پہچان دنیا والوں کو ہی زیادہ ہو سکتی ہے" (شفاء شریف ص ۱۵۵)  
 یہ کتاب اہل بدعت کے نزدیک بہت معتبر ہے۔ تقریباً ہر وعظ میں ان

## آٹھواں اصول

اگر بعض جزئی واقعات کا علم کسی ادنیٰ درجے والے کو ہو اور اعلیٰ کو نہ ہو یا کو اتنی کو ہو اور سب کو نہ ہو تو اس وجہ سے وہ ادنیٰ اعلیٰ کے افضل اور بڑا عالم نہیں بن جاتا۔ افضل اور عالم ہونے کا دار و مدار دینی علوم میں اور دینی علوم میں انبیاء کے کون بڑھ سکتا ہے ؟ پھر حضور سرور کائنات سے بڑا عالم کون ہو۔

## نواں اصول

قرآن کریم، حدیث شریف میں ایسی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ میں کئی دنیاوی واقعات ایسے گزرے ہیں جن کی اطلاع دوسرے لوگوں کو ہو گئی کیونکہ وہ واقعہ ان سے متعلق تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی تو پوچھنے کی ضرورت پڑی، یا قرآن نازل ہوا مثلاً صحیح بخاری شریف کتاب التفسیر میں ایک روایت ہے کہ آپ نے نہ بدین ارقم کو کسی واقعہ میں بلکہ مقرر کیا مگر سورۃ منافقوں کی آیات نے انہیں سچا ثابت کیا۔ سورۃ توبہ میں ہے بعض لوگ جو تمہارے ارد گرد بدوی رہتے ہیں منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ سرکش منافق ہیں۔ آپ ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔ دیکھیے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقوں کا علم نہیں ہے مگر خود ان منافقوں کو تو اپنا حال معلوم ہے۔

قرآن کریم کی رو سے شعر آپ کے شایان شان نہیں اور آپ کے علاوہ کافر مسلمان شاعر موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ بعض گھٹیا چیزیں بھی شایان رسالت سے متعلق



نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کو معلوم نہ ہو اور دوسرے شخص کو معلوم ہوں۔ صحیح مسلم ابو داؤد شریف میں ہے کہ ایک حبشی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہ پایا تو دریافت کیا کہ وہاں عرصہ کیا گیا اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ فرمایا تم مجھے اطلاع کیوں نہ دیا۔ پھر فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ۔ چنانچہ آپ نے اس کی قبر پر جا کر نماز پڑھا۔ پڑھی۔ اگر ہر داکھ جو دنیا میں گزر رہا ہے اس کی آپ کو خبر ہوتی تو اطلاع دینے کی شکایت کیوں فرماتے؟ قبر کا پتہ کیوں فرماتے؟ نیز سنن نسائی میں زید بن ثابت صحابی سے مروی ہے کہ آپ نے ایک نئی قبر دیکھ کر فرمایا اے اللہ! یہ کیا ہے؟ یعنی کس کی قبر ہے؟ صحیح بخاری اور سنن اربعہ میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ اُحُد میں دو غنیمتوں کو ایک میں لے کر آئے وقت پوچھتے، ان دونوں میں سے زیادہ قرآن سیکھنے والا کون ہے؟ جب بتایا جاتا تو اسے پہلے اُتارتے۔

مسند امام احمد اور ہذا میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک غزوہ میں آپ کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا۔ فرمایا یہ کہاں کا بنا ہوا ہے؟ عرض کیا گیا فارس کا بنا ہوا ہے۔

ابوداؤد اور جامع ترمذی میں ابیہض بن جمال سے مروی ہے کہ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ مقام مارب میں جو نمکین پانی کا چشمہ ہے وہ تم کو عطا فرمایا جائے۔ درخواست منظور ہو گئی جب وہ پہلے تو ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے ان کو کیا دے دیا؟ آپ نے ان کو ایسا پانی دے دیا جو آسانی سے نمک بن سکتا ہے۔ یہ بات معلوم فرما کر آپ نے اس صحابی سے وہ پانی کا چشمہ واپس کر لیا۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ بیت الخلاء شریف لے گئے اور میں نے آپ کے لیے پانی کا

دیا۔ جب باہر تشریف لائے تو فرمایا پانی کا برتن کس نے رکھا ہے؟ عرض کیا میں نے رکھا ہے۔ خوش ہو کر دین میں سمجھ کی دعا دی۔

ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں بخاری میں مبتلا تھا کہ مسجد میں پڑا تھا کہ آپ نے آکر پوچھا کسی نے دوسری جوان یعنی ابوہریرہؓ کو کہا ہر؟ میں دفعہ پوچھا۔ ایک شخص نے عرض کیا حضورؐ وہ یہ ہیں، بخاری میں مسجد کے ایک کونے میں پڑے ہیں۔ پس آپ میری طرف پہلے اور قریب آئے ہاتھ مبارک مجھ پر رکھ دیا۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں عبدالرحمن ابن الزہر سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے سال جب کہ میں نوجوان تھا میں نے دیکھا کہ آپ لوگوں سے خالد بن ولید کا گھر سے گئے۔

ناظرین! ایسی مثالیں قرآن کریم اور حدیث شریف میں ہزاروں ہیں۔ آپ بوقت ضرورت لوگوں سے دنیاوی باتیں پوچھ لیتے تھے۔ تم کون ہو؟ کیا نام ہے؟ کیا ہے؟ فلاں شخص کا گھر کدھر ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ بریلوی روایت ہے کہ آپ کو ہرزہ کا عالم قرار دیتے ہیں تو یہ پوچھ پانچہ کیوں ہے؟

ناظرین! یہ تو اصول مسئلہ اور نہایت مفید ہیں۔ بہت سے اختلافی مسائل حل ہو گئے ہیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں اصل بات تک پہنچیں۔ مولوی عبدالمجید صاحب رامپوری کی یہ گستاخی ہماری نظر میں ہرگز قابل معافی نہیں۔ مثال میں کچھ نہایت اہم پابندی توبہ توبہ حضور پاکؐ کا علم شیطان کے علم سے ثابت کر رہے ہیں۔ یہ نہ سوچا کہ شرعی مسائل ایسے بھتہ سے اور ناقص قیاسات سے پاک ہیں۔ اس تو قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس الہی کے سوا کوئی چیز ایک جہ کی قیمت رکھتی۔ ان گزشتہ صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے۔ مسئلہ دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت مولانا فیصل احمد رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا کہ ماری زمین کی ہر







## جواب

مولانا تھانوی نے جواب میں لکھا۔ میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ رکھنا بھی نہیں گورا۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا، جیسا اخیر میں عرض کر دیا گا۔ جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس کو خارج الاسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

ناظرین! یہ عبارت چھپ گئی تھی۔ سب بریلویوں نے اس سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ اگر خدا کا خوف نہیں تو دنیا کی شرم کریں کہ جن لفظوں سے تم انہیں کا فر بناتے ہو ان کو وہ بھی کفر یہ کہتے ہیں تو پھر اختلاف کس بات کا ہے؟ حضرت مولانا اثر علی تھانوی نے بسط البنان میں اپنی عبارت خود واضح کی ہے جس کا خلاصہ ہم بھی عرض کریں گے۔ یاد رہے کہ بعض مخلص افراد نے حضرت مولانا اثر علی تھانوی صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت اگرچہ بے غبار ہے لیکن خدا سے ڈرنے والے دکاندار مولوی جن الفاظ سے بچارے عوام کو دھوکا دیتے ہیں اگر وہ الفاظ بدل دیئے جائیں تو عوام پریشانی سے بچ جائیں۔ تو آپ نے مشورہ دینے والے کو دعادی اور دلی مسرت کے ساتھ اس مشورہ کو قبول فرمایا اور عبارت کو اس طرح بدل دیا:

”مطلق علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں۔“

یہاں سے لے لیا لفظ بھی اڑا دیا۔ زید، عمر، بکر، دیوانہ اور جمیع حیوانات اور بہائم کا لفظ بھی اڑا دیا۔ یہ واقعہ ماہ صفر ۱۴۲۴ھ کا ہے۔ گویا بیس بتیس سال سے یہ عبارت بدل دی گئی تھی۔ مگر ہمارے اہل بدعت کی دکان اس پہلی عبارت سے چمکتی ہے۔ اس سے وہی پرانا ایڈیشن لیے پھرتے ہیں۔ اس وقت سے آج تک حفظ الایمان اس ترجمہ کے ساتھ کئی بار چھپ چکی ہے بلکہ یہ پورا واقعہ تفسیر المنون کے نام سے

لکھا ہے۔ اس کے بعد جمادی الاخریٰ ۱۴۵۴ھ میں حضرت مولانا محمد منظور نے ترمیم دلائی کہ شروع سے لفظ علم غیب کا حکم کیا جاتا بدل دیا جائے۔ اس حکم کے عمل معنوں سے واقف نہیں ہیں۔ لوگ حکومت کے معنی سمجھتے ہیں۔ آپ نے یہ تجویز بھی منظور فرمائی۔ چنانچہ رجب ۱۴۵۴ھ کے رسالہ ”الفرقان“ میں اس کی اشاعت بھی ہو چکی ہے۔

چنانچہ ان دو ترمیموں کے بعد اب یہ عبارت اس طرح ہے:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا اطلاق کیا جانا اگر قبول نہ یہ صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے بعض غیب مراد ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء کو بھی حاصل ہیں تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے؟

حضرت مولانا تھانوی کی انتہائی شرافت اور امن پسندی ہے کہ عبارت کو بدل دیا ورنہ بعینہ اسی مضمون کی عبارت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے دادا پیر خباب کدوہ شاہ صاحب کی کتاب خزینۃ الاولیاء کے صفحہ ۱۵ پر ہے۔ اور اس سے صاف قرعہ عبارت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے حقیقی دادا مولوی ریاض علی صاحب کی کتاب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ صحیح صادق سینا پور کے صفحہ ۳ پر ہے۔ پہلے پانے کفر کی خبر لیں۔

اصل بات کیا تھی۔ بریلوی حضرات کو یہ مرض شرک کا یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے مخصوص ناموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونا چاہتے ہیں چنانچہ کئی جاہل حضور کو عالم الغیب بھی کہتے ہیں۔ اس بات میں شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو خداوند تعالیٰ نے غیبی علوم عطا فرمائے ہیں۔ اور حضرت مولانا اشرف علیؒ یہاں علم غیب کا ذکر نہیں فرما رہے بلکہ عالم الغیب کہنے کی تردید ہو رہی ہے۔ علم غیب کے متعلق حضرت مولانا کا عقیدہ یہ ہے: آپ کی مشہور و معروف



تصنیف ہو اور النوادر کے صنف کی عبارت ملاحظہ ہو:

”اللہ تعالیٰ نے علوم غیب میں سے بعض مخلوق کو بعض علوم عطا فرمائے ہیں جن میں سے سب سے زیادہ حضرات انبیاء علیہ السلام اور ملائکہ کو پھر ان سب سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم عطا فرمائے ہیں خصوصاً علوم تشریعیہ یعنی علوم شریعت کے ایک ایک جزو کا۔ اسی طرح علوم تکوینیہ مناسبت منصب نبوت کی ایک ایک جزئی کا علم آپ کو عطا فرمایا گیا ہے اور بعض نہیں عطا فرمائے بعض علم عطا ہوئے ہیں اور بعض نہیں عطا ہوئے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے؟“

رواضح رہے کہ فاضل بدایونی نے بھی دولتِ مکیہ کے ص ۹ پر اس بات

تسلیم کیا ہے

آگے فرماتے ہیں:

”اور بعض روایات جو نبیات کا عطا ہونا نہ ہونا مختلف فیہ ہے۔ مثلاً قیامت کا علم یعنی وقت مقررہ قیامت تک پیش آنے والے واقعات کا تفصیلی علم۔ ظاہر نصوص اس کی نفی کرتی ہیں اور جمہور اہل حق کا یہی اعتقاد ہے اور بعض نے بعض روایتیں جو ثابت نہیں، یا اس مطلب کے لیے ناکافی ہیں اسے دلیل پکڑ کر حضور علیہ السلام کے لیے اس کو ثابت کر کے جمہور سے اختلاف کیا ہے مگر یہ اختلاف بدعت کی حد سے نہیں بڑھا۔ یعنی ان لوگوں کو بدعتی کہا جائے گا فرقہ کہا جائے۔“

..... ۱۶

یہاں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت مولانا علم غیب عظمیٰ کے قائل ہیں حفظ الایمان میں علم غیب کی بحث نہیں عالم الغیب کہنے کی بحث ہے۔ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اس عبارت کے آخری فقرہ کو چھوڑ دیا ہے جو اس میں

آخری فقرہ کاٹ دیا اور بات کو اپنی جگہ سے دورے گئے۔ اس ساری عبارت

”تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے؟“

یہ آخری فقرہ کاٹ دیا اور بات کو اپنی جگہ سے دورے گئے۔ اس ساری عبارت کو یوں کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ ایسا صرف تشبیہ کے لیے آتا ہے یہاں معاذ اللہ حضرت تھانوی نے حضور کے علم کو جانوروں اور دیوانوں کا کہا ہے۔ یہ لفظ ایسا چونکہ اردو زبان کا لفظ ہے اس لیے یہاں اردو کے ماہرین کا حوالہ کافی ہو گا۔ واضح ہو کہ امیر مینائی نے جو اردو ان کے معلم استاد اور سند ہیں، امیر اللغات جلد ۵ ص ۳۰۲ میں لفظ ایسا کے پانچ معنی لکھے ہیں۔

۱۔ اس قسم کا۔ اس شکل کا۔ کہتے ہیں ایسا قلمدان ہر شخص نہیں بنا سکتا۔

۲۔ اس قدر۔ اتنا۔ کہتے ہیں ایسا مارا کہ ادھٹوا کر دیا۔

۳۔ مانند۔ ہم نے تم ایسے بہتیرے دیکھے ہیں۔

۴۔ اس طرح۔ یوں۔ کہتے ہیں ایسا سنا ہے کہ آج ان دونوں میں چل گئی۔

۵۔ مدح و ذم میں مبالغہ۔ کہتے ہیں ایسا وقت قسمت سے ملتا ہے۔

یہ پانچ معنی ہیں۔ صرف ۵ ہیں ایسا یعنی جیسا ہے باقی چار تشبیہ اور

مانند کا معنی نہیں دیتے۔ مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب کو جب کفر کہنا

ہی منظور تھا، تو ان کی نظر میں ایسا کے اور معنی ہی نہیں۔ کہتے ہیں خداوند

ایسا قادر ہے کہ جو چاہے کرے۔ کیا یہاں بھی مانند کے معنی ہو سکتے ہیں؟ خداوند

تعالیٰ ایسا تو ہے۔ جیسا کہاں سے لاؤ گے؟

داغ کا شعر ہے

جلوے میری نگاہ میں کون و مکان کے ہیں

مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں



کسی نے کہا ہے ۔

وصل بیت خود سر کی تمنا نہ کریں گے  
ہاں ہاں نہ کریں گے کبھی ایسا نہ کریں گے

حضرت یہ ایسا یہاں مطلق بعض کو بیان کر رہا ہے اور قاعدہ ہے کہ جب ہر  
کے مقابل ہو تو وہاں ایک اور ننانوے دونوں پر بعض صادق آتا ہے یہاں  
علم کی عبارتیں ہمارے اردو خواں لوگ کیا جانیں !  
ناظرین ! ہم اس عبارت میں مزید تشریح کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ  
مولانا عقانویؒ نے دو دفعہ تبدیل کی ہے ۔ اب تبدیل شدہ عبارت پر احوال  
ہو تو بتائیں !



## تہمت پنجم

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ

سب سے بڑے الزام اور بہتان حضرت شاہ اسماعیل شہید دہلوی پر لگاتے  
ہیں کہ تعلق بندہ کا مستقل رسالہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم چھپ چکا ہے  
تمام اعتراضات کا جواب موجود ہے جو تقویت الایمان پر کئے گئے صرف  
باقی ہے جو صراط مستقیم پر لگایا۔ یعنی مفتی احمد یار صاحب جامع الحق ص ۴۷

۱۔

دوبند یوں کا عقیدہ ہے نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانا اپنے

کمر سے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے ۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے کوکبہ شہابہ میں اس عبارت کو کفریہ  
قرار دیا ہے ۔ اس لئے مناسب ہو گا کہ صراط مستقیم کی متعلقہ پوری عبارت  
میں ترجمہ کر دیا جائے تاکہ عبارت کا مطلب معلوم ہو سکے ۔ فرماتے ہیں :-

اہل کشف یہ نہ سمجھیں کہ نماز کے اندر اپنے پیر کی طرف برزخ

یا کہ متوجہ ہونا یا اردوچوں اور فرشتوں کی ملاقات کو نماز میں تلاش کرنا

اسی نماز کو حاصل کرنا ہے جو مومنوں کی معراج ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ جو بزرگ نماز میں پیر کی صورت کو سامنے سمجھ کر اس کو سجدہ

یا اردوچوں اور فرشتوں کی ملاقات نماز میں ڈھونڈتے ہیں یہ اعلیٰ قسم کی

۲۔

ہیں بلکہ یہ توجہ بھی شرک کی ایک شاخ ہے اگرچہ پوشیدہ قسم کا شرک  
ہو اور یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ عجیب و غریب مسائل کا حل ہو جانا یا فرشتوں



کا نماز میں نظر آنا بڑا ہے بلکہ اپنے ارادہ کو اصرار متوجہ کرنا اور اس نیت میں اس مقصد کو شامل کر لینا یعنی اس نیت سے نماز کی کرا نکشاف ہو گا، باخلاص لوگوں کے اخلاص کے مخالف ہیں لیکن بلا ارادہ ان چیزوں کا نظر آ جانا ایک قسم کا انعام ہے۔ اللہ کے حضور میں پوری طرح متوجہ ہونے والوں کو مزید عطا کی وجہ سے عطا ہوتا ہے۔ پس بیان کا کمال ہے جو مثالی ہے۔ میں مجسم بن کر سامنے آ گیا۔ اور ان کی نماز ایسی عبادت ہے کہ کاپہل آنکھوں سے نظر آ گیا۔ ہاں اپنی ضرورت کی دعائیں اس عقیدہ سے کہ حاجت روائی صرف اللہ کا کام ہے نماز کا کمال ہے۔ اور اپنے جی میں اپنی ضرورتوں کا مشورہ کرنا نماز کے اندر بہترین دوسو ہے۔ اور جو بات حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ میں لشکر کی تیاری کی تدبیر فرماتے پس اس قصد سے دھوکا نہ کھانا۔ بکار پاکاں راقیاس از خود میگیر گر چہ اندر روشن شیر و طیار پاک لوگوں کا معاملہ اپنے جیسا نہ سمجھو اگرچہ لکھنے میں شیر اور شیر کی ایک ہے حضرت خضر علیہ السلام کے لئے بے گناہ لڑکے کو قتل کرنا بڑا ثواب تھا دوسروں کے لئے بڑا گناہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا وہ مرتبہ تھا کہ نماز میں لشکر کی تیاری خلل نہیں ڈالتی تھی بلکہ نماز کو مکمل کرتی تھی بلکہ نماز کو مکمل کرتی تھی کیونکہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل پر الہام ہوتا تھا۔ لیکن جو شخص نماز کو خود اپنے ارادہ سے کسی دنیاوی کام کی طرف توجہ کرتا ہے اس کا معاملہ دوسرا ہے جس شخص کو یہ مقام حاصل ہو وہ سمجھتا ہے۔

ہاں اس اصول کے مطابق کہ نماز میں بعض اندھیراں یعنی دوسو سے بھی سے بڑھ کر ہیں۔ زنا کے دوسو کی نیت اپنی بوی کے ساتھ عطا

اور دوسو آ جانا اچھا ہے۔ اور نماز میں اپنی پوری توجہ کو خداوند تعالیٰ سے ارادہ بٹھا کر اپنے پیارے دوسرے قابل عظیم لوگوں کی طرف خواہ سب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہوں پھر دنیا اپنی گائے یا گدھ کی صورت پر متوجہ ہونے سے بہت بڑا ہے۔ کیونکہ بزرگوں کا خیال عظیم اور بزرگی کے ساتھ دل کے مرکز سے چٹ جاتا ہے لیکن اپنے گدھے اور گائے کا خیال کر نہ تو اتنی دلچسپی رکھتا ہے اور نہ عظیم بلکہ اپنی گائے اور گدھے کا خیال ذلت اور حقارت کے ساتھ آتا ہے اس لئے دوسو آنا بڑا نہیں ہے۔ اور جب نماز پڑھنے کا مقصد اور تہ عا غیر اللہ کی عظیم اور بزرگی ہو تو شرک تک پہنچ جاتا ہے۔ حاصل کلام اس عبارت کا مقصد اس دوس کا فرق بیان کرنا ہے۔ انسان کو باخبر رہنا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ کی ضروری سے پیچھے نہ بیٹھے اگرچہ کوئی رکاوٹ بھی ہو۔

گائے اور گدھے کے لفظ کے متعلق آگے فرماتے ہیں :-

گائے اور گدھا ایک مثال ہے خواہ ہاتھی ہو یا اونٹ۔

اصل عبارت فارسی میں یوں ہے :-

از دوسو زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہترست و صرف ہمت ہوئے

شیخ و امثال اس از معظین گو جناب رسالت مآب باشند بخدیں مرتبہ

استغراق و صورت کا و خود داست۔۔۔۔۔ الخ

مولوی احمد رضا خاں کو کتبہ شہابیہ میں اس عبارت کو کفر یہ ۲۵، ۲۹ قرار دیتی ہے

اللہ صے ہو کہ اس عبارت کی تشریح اردو میں یوں کرتے ہیں :-

مسلمانو! خدا را ان ناپاک خیطانی کھوں پر غور کرو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے کسی

فاجشہ زندی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا خیال کرنے سے بھی

بڑا ہے۔



ناظرین غور فرمائیں اس کلام مجتہد نے صرف تہمت کا ترجمہ کیا ہے  
 ہے جانا، اور یہی اندھیر گردی آج تک ہریلوں میں جاری ہے کہ صرف  
 خیال لانا یا لے جانا کرتے ہیں۔ اور فاحشہ کا لفظ لطف لینے کے لئے اس  
 ساتھ لگا دیا حالانکہ مراطہ مستقیم کے لفظ یہ ہیں۔ اپنی زوجہ کی جماعت  
 و سوسائز سے بہتر ہے۔ لیکن یہ جھوٹا مجدد الفاظ کو بگاڑنے میں قوم کو سہارا  
 کتنا دیر ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت مولانا شبیر نے خیال لانے کا لفظ  
 لکھا ہے۔ بلکہ صرف تہمت کا لفظ لکھا ہے۔ صرف تہمت دو لفظ ہیں دونوں کی  
 صرف کے معنی عربی زبان میں گردانیدن یعنی پھیرنا اور بٹانا ہے۔ دیکھو منتخب  
 ۴۰۳ اور تہمت کے معنی ہیں قصد دل یعنی دل کا ارادہ اور مقصد و کھوٹا  
 ۴۰۵ انتہی اور ب ۳۱۵ واضح رہے کہ تہمت صوفیہ کرام کی ایک مشہور اصطلاح  
 اس لیے شیخ الاسلام ہروی رحمۃ اللہ علیہ کی مستند و معتبر کتاب منازل السائرین  
 اس کی شرح مدارج السالکین سے تہمت کی تشریح بیان کی جاتی ہے :-  
 (بَابُ الْهَمَّةِ) الْهَمَّةُ مَا يَكُونُ الْإِنْبِعَاتِ لِلْمَقْصُودِ صِرْوًا  
 ترجمہ یعنی تہمت بندہ کی وہ حالت ہے جو خالص مقصود کی طرف شوق  
 قبضہ جمالی ہے۔ یعنی اپنے مقصود کے سوا دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونا اس  
 اختیار میں نہیں رہتا۔ (منازل السائرین ص ۱۰)

اس کتاب کی مشہور شرح مدارج السالکین میں یوں لکھا ہے :-  
 وَالْهَمَّةُ فَخْلَةٌ مِنَ الْهَمِّ وَهُوَ مَبْدَعُ الْإِرَادَةِ وَلِجَنِّ  
 حَصَوُهَا بِنَهَايَةِ الْإِرَادَةِ فَالْهَمُّ مَبْدَعُهَا وَالْهَمَّةُ  
 نَهَايَتُهَا۔

(مطلب) ارادہ کو ابتدائی حالت میں ہم کہا جاتا ہے اور انتہائی حالت میں تہمت  
 کہا جاتا ہے ص ۱۰

معلوم ہوا کہ تہمت بندہ کے دل کی وہ کیفیت ہے جس میں خداوند تعالیٰ کی

دل کی توجہ انتہائی درجہ کو پہنچ جائے اور خالص ہو جائے کہ اس کے سوا کسی  
 طرف نہ ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

الْمُرَادُ أَنَّ هَمَّةَ الْعَبْدِ إِذَا تَلَقَّتْ بِأَمْحَى تَعَالَى طَلِبًا  
 مَادِقًا خَالِصًا فَحَصْنًا قَبْلَكَ هِيَ الْهَمَّةُ الْعَالِيَةُ .....  
 صَاحِبُ لِهَذِهِ الْهَمَّةِ سَرِيعٌ وَصَوْلُهُ وَظَفَرُهُ يَطْلُو بِهِ صِيبَ  
 ترجمہ مراد یہ ہے کہ بندہ کی ساری توجہ جب خالص اور صرف خداوند تعالیٰ  
 کی طرف ہو اور کسی مخلوق کی طرف نہ ہو تو یہی تہمت عالیہ ہے۔ اور اسی تہمت یعنی توجہ والا  
 نفس جلدی اپنے مقصد کو حاصل کرتا ہے۔

اب یہ بات واضح ہو گئی کہ تہمت کا ترجمہ خیال نہیں ہے بلکہ انتہائی توجہ جو خداوند  
 تعالیٰ کے لئے خاص ہو جائے اور مخلوق سے بالکل غفلت ہو جائے اسے صوفیہ کرام  
 کی اصطلاح میں تہمت کہتے ہیں۔ اور صرف تہمت کا معنی ہے ایسی کامل توجہ کو خدا  
 وند تعالیٰ سے ارادۃ ہٹا کر بندہ کی طرف لگانا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب  
 عرف تہمت کا معنی لکھتے ہیں خیال لانا۔ اب یہاں حیرانی ہے کہ مولوی صاحب کو جہل  
 کہا جائے یا متعصب ضدی و دونوں لفظ مناسب حال ہیں۔

### اصل بات

جہل صوفیوں کی ایک اصطلاح ہے تصور برزخی یعنی نماز میں اپنے پیر یا حضور  
 علیہ السلام کا تصور اس طرح باہر دھتے ہیں کہ آپ کے سامنے کھڑا آپ کی ناز پر پڑھ  
 رہا ہوں۔ آپ بطور بندہ اور ظل اللہ میرے سامنے ہیں۔ میں آپ کو رکوع اور  
 سجدہ کر رہا ہوں۔ یہ عبادت آپ کی کر رہا ہوں۔ ان جاہلوں کی کوشش یہ ہے  
 کہ نماز میں خداوند تعالیٰ سے توجہ بالکل پھر جائے اور خداوند تعالیٰ کی یاد آجی جائے  
 تو کوشش کر کے اپنی توجہ ہٹا کر سیر یا حضور علیہ السلام کی طرف لگاتے ہیں۔ چنانچہ نماز  
 کے تمام الفاظ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ وَغَيْرِہ کو جو خداوند تعالیٰ کی تعریف اور حمد و  
 ثناء ہے پیر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق کرتے ہیں۔ یہی صرف تہمت ہے



اور یہی بڑی ذہنیت ہے جسے علامہ شہید بدترین وسوسہ اور شرک فرما رہے ہیں  
کیا کوئی مسلمان اس بات پر خوشش ہے کہ نماز کو اس طرح بگاڑا جائے۔ ہاں ہاں  
کی اور بات ہے۔ مولانا شہید نے کس قدر بات کو صاف کیا فرماتے ہیں:-  
”ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود سے شود یہ شرک نہ کشد“

ترجمہ: جب نماز کا مقصد غیر اللہ کی تعظیم اور بڑائی ہو جائے تو شرک بن جاتا ہے  
بریلوی حضرات فرماتے ہیں کہ ایسی نماز بھی شرک نہیں ہے تو آخر شرک کیا چیز ہے؟  
ہاں ایک بات باقی ہے وہ یہ کہ تصور شیخ کی صورت بھی ہے جسے صوفیہ کرام  
کی زبان میں رابطہ کہتے ہیں یہ بہت بڑی نعمت ہے یعنی محبوب کے حالات اور  
وصاف سنتے سنتے بوجہ غلبہ محبت اکثر تصور ان کا بلا ارادہ اور بلا قصد سامنے  
رہتا ہے اور یہ صورت بعض اوقات نماز میں بھی بلا اختیار سامنے رہتی ہے اس کو  
حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں بیان فرمایا ہے دیکھو ص ۴۲ یہ بلا اختیار  
کیغیت ہے بڑے اولیاء اللہ نے اسے تسلیم کیا ہے شاذ لیہ سلسلہ میں اس کی طرف  
زیادہ ہے۔ دیکھو مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۲۹، ص ۳۰، ص ۳۱، ص ۳۲  
ایسے بالکل لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار سوتے جاگتے ہر وقت حال  
رہتا ہے۔ بندہ کے رسالہ حیات النبیؐ میں اس کا کچھ بیان موجود ہے۔ حضرت مولانا  
اسمعیل شہید بھی اس کے قابل ہیں چنانچہ اسی کتاب صراطِ مستقیم کے ص ۱۰ پر فرماتے ہیں  
”از انجملہ شدت تعلق است بر شہد خود استقلالاً“

لیکن پیر پرستوں کا عقیدہ تصور برزخی یقیناً مردود اور بڑبا ہے اسی کو علامہ شہید  
نے نکالتے اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر فرمایا۔ کیونکہ یہ لوگ نماز  
میں اپنی پوری توجہ کو خداوند تعالیٰ سے پھیر کر پیر یا حضور علیہ السلام پر ارادہ لگاتے ہیں  
اور ان کو اپنے ارادہ سے مہموم قرار دیتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ  
دہلوی نے اسی بدعتی تصور کو اپنی تفسیر میں رد فرمایا ہے۔ دیکھو اقسام شرک ص ۱۰  
فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اُنْدًا اَدًا (الایۃ)

معلوم ہوا کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا اور لانا مذہب پاک  
میں میں تصور برزخی بنا کر آپ کا خیال لانا شرک ہے۔  
ناظرین! ہم معافی کے خواستگار ہیں کہ بیک مارکیٹ کی یہ دکان ذرا علمی اصطلاحات  
کھری ہوئی تھی ممکن ہے یہاں آپ کو کھوٹا کھڑا پہچاننے میں دقت پیش آئی ہو۔  
مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے کارنامے آپ نے دیکھ لئے۔ اب ہم آپ کو بیک  
مارکیٹ کی ایک اور دکان پر لے جاتے ہیں۔ یہاں سفید جھوٹ اور سیاہ بہتان دونوں  
سایت واضح نظر آئیں گے۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب کے استاد گرامی ہیں فقیہ قادری  
الہ آبادی کا ت سید احمد ناظم مرکزی انجمن حزب الاخاف ہند لاہور۔ انہوں نے حضرت  
امام ربانیؒ کے مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات شریف کا ایک خلاصہ بنام چالیس ارشادات امام  
ربانیؒ شہار اور مینٹ کی شکل میں شائع کیا ہوا ہے۔ یہ اشتہار عوام بریلویوں کی جھٹکا  
میں لکھے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ اس اشتہار میں حضرت مجددؒ کے مکتوبات پر جو  
حکم کیا ہے اس کا کچھ نمونہ دیکھئے تاکہ دودھ دودھ اور پانی پانی کی مثال صادق آئے۔

## طوفان نمبر ۱

پنفلٹ کے ص ۱۰ نمبر ۱ میں مکتوبات شریف سے ایک حدیث نقل کی ہے جس  
میں بہت زیادہ جھوٹ تو نہیں بولا صرف مابین نہیں کا لفظ کاٹ کر بنا دیا۔ ہاں  
اور نہیں میں کتنا فرق ہوتا ہے یہ تو آپ سمجھتے ہیں بس سید صاحب نے اتنا  
کام کیا ہے۔ سید صاحب فرماتے ہیں:-

”موجود سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ  
سے عرض کی اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَاَنَا وَمَا بَيْنَا لَكَ تَرَكْتُ لِحُجَّتِكَ  
ترجمہ یہ کیا ہے:-

اے اللہ تو ہے اور میں ہوں اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں



نے تیرے لئے چھوڑ دیا۔

ناظرین! اس عبارت اور اس کاریگری میں وہی بریلوی ذہنیت کا ردِ اصل جھگڑا ہمارا ان سے یہی ہے کہ انبیاء کو خداوند تعالیٰ کے سامنے مقابلہ اور میں لاتے ہیں۔ مکتوبات شریف میں حدیث قدسی کی اصلی عبارت یہ ہے۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ وَمَا آتَا ..... ۱

اے اللہ تو ہے اور میں نہیں ہوں یعنی تیرے سامنے میری ہستی کچھ نہیں ہے۔ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عبدیت سے واقف ہے وہ اس سے سمجھ سکتا ہے کہ حضور پر نور اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب میں یہ جرأت کب کر سکتے تھے کہ خداوند! تو بھی ہے اور میں بھی کچھ ہوں۔ میری بھی کچھ ہستی ہے۔

یہ بات اب تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ لوگ توحید کے دشمن کیوں بن گئے یہاں سید صاحب نے نہیں کا لفظ نکالتے کہ ہاں بنا دیا۔ حدیث بگاڑی وہ بھی قدسی۔ پھر امام مجدد الف ثانیؒ کو بدنام کیا۔ یہ سب بے بنیاد تو نبیائے جا رہے ہیں جب تحریر اور تصنیف میں یہ علانیہ فریب میں تو تقریر کا کیا حشر ہوگا؟ ان کی تو ہمیشہ جہلام سنتے ہیں۔ وہاں ان کو دل کھول کر جھوٹ بولنے کا موقع ملتا ہے۔ جب بات پھسکی ہونے لگتی ہے تو جھٹ قرآن کی کوئی آیت پڑھ دیتے ہیں۔ کوئی شعر پڑھ دیا۔ کسی بڑے عالم کا نام لے لیا۔ فلاں علامہ فلاں کتاب میں یوں فرماتے ہیں۔ یہ معمولی غلطی نہیں ہے جس کا بدل چاہئے مکتوبات شریف میں صاف لفظ دیکھ لے۔

ادھر سید صاحب کا اشتہار بھی دیکھ لے۔ انصاف اور طلبِ حق شرط ہے۔ سید صاحب کی یہ جرأت دیکھ کر ہم حیران رہ گئے اور قصورِ شہر کے ایک اہل علم نصیحت کرنے گئے۔ عرض کیا سید صاحب یہ صاف کس طرح ہضم کر گئے؟ فرمایا بھائی کیا نام، کیا نام وہ اسے ایک کلمی نسخہ ہے ہمارے پاس وہ صحیح ہے باقی سب دنیا کے نسخے غلط ہیں۔ ہمارے دوست نے عرض کیا سید صاحب جس کتاب کے صفحات کا حوالہ آپ نے دیا ہے اس میں جب ایسا نہیں ہے تو آپ کو غلط کہنے کا

باقی تھا؟ اچھا لائیے صحیح نسخہ۔ وہ کیا نام چاہیاں نہیں ملتیں۔ وہ اسے کہاں گیا کلمی لائبریرین؟ ہمارے دوست اڑ گئے کہ دیکھ کر جاؤں گا۔ آخر ہزار بہانہ کے بعد کلمی نسخہ آیا تو اس میں بھی صاف لکھا تھا، آنکھیں زمین میں گر گئیں اور دبی زبان سے کہا بھائی غلطی ہو گئی ہے۔ ہمارے دوست نے کہا اگر غلطی مان لی ہے تو اسے شائع کیجئے تاکہ لوگ گمراہ نہ ہوں مگر اصلی بریلوی وہی ہوتا ہے جو پکا ضدی ہو۔ سید صاحب کو اپنی غلطی شائع کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ یہ حضرت بریلویوں کے کرتا وھرتا ہیں۔ ان کے کثرتِ یہ ہیں چھوٹے چھوٹے مدی نالوں کا کیا کہنا جب سمندروں کا یہ حال ہے۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب کو مرکزِ حزبِ الاخاف میں شاید ہی جھوٹ کے سمندر نظر آئے ہوں۔ ہم حیران ہیں کہ بندگی اور خدائی کے تعلق میں میں اور تو کی گنجائش ہی کہاں ہے؟ یہاں سید صاحب بریلویوں کا اصول ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دیکھو حضور نبی کریم خداوند تعالیٰ کے سامنے کس طرح اکڑ کر بولتے ہیں اے خدا تو بھی ہے اور میں بھی ہوں۔ اصل حدیث یوں ہے۔ اے خدا تو ہے اور میں نہیں ہوں۔ تیری شانِ جلالت کے سامنے میں سرتاپا عبدیت ہوں۔ انانیت ہی تو ابلیس کا جرم ہے۔

۱۔ اے آفتابِ خضر! معرفت ہے تو!  
کتنے ستارے اور تیری محفل میں کچھ نہیں

## طوفانِ نمبر ۲

بریلویوں کی بلیک مارکیٹ ناظرین کے لئے اچھے خاصے لطائف بتا کر رہی ہے مگر دراصل یہ خوش طبعی کا سامان نہیں رونے کا مقام ہے۔ سید صاحب اسی پمفلٹ کے نمبر ۱ میں مکتوبات جلد سوم نمبر ۱ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمدؒ نے فرمایا ہے:-

”حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت کسی بشر کی خلقت کی طرح



نہیں، بلکہ عالم ممکنات کی کوئی چیز بھی حضور کی خلقت سے کچھ ثابت نہیں رکھتی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔

مکتوبات شریف کی اصل عبارت یہ ہے:

”باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ سائر افراد انسانی نیست بلکہ مخلوق بیسج فردی از افراد عالم مناسبت نہ دارد کہ او صلی اللہ علیہ وسلم با وجود نشاء عنصری از نور حق جل و علی مخلوق گشتہ است۔“

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش تمام افراد انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ کائنات کے کسی فرد سے بھی آپ کی پیدائش کچھ مناسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ آپ جسم عنصری یعنی آگ، پانی، مٹی، ہوا کا مادی جسم رکھنے کے باوجود اللہ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔“

واضح رہے کہ دنیا کے ہر جسم کا اصل یہی چار چیزیں ہیں۔ اب یہاں بشر کا لفظ تو ہے ہی نہیں انسان کا لفظ ہے۔ چونکہ ان کو ہر جگہ بشر سے کہہ لے انسان کی بجائے بشر کا لفظ لکھ دیا۔ مطلب یہ نکالنا چاہتے ہیں کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ حضور علیہ السلام کو بشر نہیں مانتے۔ مگر یہ نہ سوچا کہ حضرت مجددؑ نے مکتوبات میں کتنی جگہ بشریت کا صاف صاف اقرار کیا ہے۔ دیکھئے مکتوب ۳۱، دفتر اول ص ۱۱۱ میں حضرت امام مجددؑ فرماتے ہیں:

”اے برادر امیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاں علوشان بشر تو دو بدایع حدوث و امکان تقسم بشر از خالق بشر چو دیبا بد ترجمہ: اے بھائی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر بلند شان کے باوجود بشر تھے اور حدوث و امکان کے داغ سے داغدار تھے۔ بشر خانی بشر کے متعلق کیا معلوم کر سکتا ہے؟“

آگے چلئے جلد اول ص ۳۲۹ میں فرماتے ہیں:

”مے بینی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام با عامہ در نفس انسانیت برابرند و در حقیقت و ذات ہمہ متحد۔ تفاضل باعتبار صفات کاملہ

آمدہ است۔“

ترجمہ: کیا تو نہیں دیکھتا کہ انبیاء علیہم السلام نفس انسانیت میں عام لوگوں کے ساتھ برابر ہیں، اور حقیقت اور ذات میں سب ایک دوسرے سے متحد ہیں ایک دوسرے سے افضل ہونا صفات کاملہ کی وجہ سے ہے۔

اہل بدعت اس لفظ پر غور فرمائیں۔ تم لوگ غلط و غلطوں میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیتے ہو۔ امام مجددؑ نے خوب فیصلہ فرمادیا کہ حقیقت اہل ذات میں سب ایک ہیں۔ نفس انسانیت میں عام لوگ نبیوں کے ساتھ برابر ہیں۔

مکتوب ۲۹، دفتر اول ص ۲۱ میں حضرت امام مجددؑ فرماتے ہیں:

”حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم را با لکھ و جہلام ہے فرماید با تبار بشریت خود کا قال سبحانہ و تعالیٰ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ آيَاتٍ لِّفَهْمِ لَكُمْ اذ برکت تاکید بشریت است۔“

ترجمہ: خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تاکید کیساتھ حکم فرمایا ہے کہ اپنی بشریت لوگوں پر ظاہر کریں۔ حبیب کہ فرمایا کہ میں تو تم جیسا بشر ہوں مثلاً لکم کا لفظ تاکید کے لئے لایا گیا ہے تاکہ شک شبہ نہ رہے۔“

دیکھئے امام مجددؑ کیا تفسیر بیان فرماتی ہے؟ کچھ دیوبندی سے معلوم ہوتے ہیں۔

مکتوب ۳۱، دفتر دوم ص ۶۲

”حضرت عمرؓ نے یہ سمجھا ہو گا کہ یہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم



سے اذر دے بغیریت بلا ارادہ زبان پر جاری ہوا ہے۔  
مکتوب ۹۶ دفتر دوم ص ۱۶۹، منہ ۱ امام مجتہد الف ثانی فرماتے ہیں کہ  
دشمنوں نے جو کاغذ، قلم، ادوات طلب کرنے والی حدیث اور حضرت  
عمرؓ کے قول اھجر استفہمولا پر اعتراض کیا ہے اس کا  
جواب معلوم کرنے کے لئے پہلے چند اصول معلوم کر لو۔ ہر اصول  
مستقل جواب ہے۔

## اصول نمبر ۱

اول یہ کہ تمام منطوق و معقول یعنی جو لفظ آپؐ زبان سے بولتے اور  
جو کچھ عقل سے سمجھتے تھے سب کے سب وحی نہ تھے اگر آپؐ کی  
سب باتیں وحی ہوتیں تو آپؐ کی بعض باتوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے  
اعتراض نہ ہوتا اور بعض باتوں کو معاف کرنے کی گنجائش نہ پیدا ہوتی۔ خدا  
وند تعالیٰ نے فرمایا ہے خدا نے آپؐ کو معاف کر دیا، کیوں ان کو  
اجازت دی تھی؟ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى عَفَى اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ  
یعنی اگر ہر بات وحی سے ہوتی تو کسی بات پر اعتراض اور معافی نہ ہوتی۔

## اصول نمبر ۲

اجتہادی اور عقلی معاملات میں فَاَعْتَبُوا يَا اُولِي الْاَبْصَالِ  
اور شَاوِذْهُمْ فِي الْاَمْرِ کے مطابق تو صحابہؓ کو آپؐ سے گفتگو کی  
اجازت تھی اور رد و بدل کی گنجائش تھی۔ کیونکہ سوچ بچار اور مشورہ  
کا حکم جو قرآن نے دیا ہے رد و بدل کے سوا اس کی کوئی صورت

نہیں ہو سکتی و مطلب یہ ہے کہ اگر ہر بات آپؐ کی وحی الہی سے  
ہوتی تو وحی کے مقابلہ میں مشورہ کی کیا حیثیت ہے؟  
فرماتے ہیں:-

بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے اور فدیہ لینے میں جو اختلاف ہوا تھا،  
حضرت عمرؓ نے قتل کا مشورہ دیا تھا اور آپؐ نے حضرت صدیقؓ  
اور دوسرے صحابہؓ کی رائے سے فدیہ لے کر کافر قیدیوں کو چھوڑ  
دیا، وحی حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق نازل ہوئی جیسو علیہ الصلوٰۃ  
والسلام نے فرمایا اگر اس بات پر عذاب نازل ہوتا تو عمرؓ فاروق اور  
سعد بن معاذؓ کے سوا کوئی نہ بچتا کیونکہ سعدؓ کی رائے حضرت عمرؓ  
کے ساتھ تھی

## اصول نمبر ۳

میسر اصول یہ ہے کہ بھول جانا پیغمبر کا جائز ہے بلکہ ایسا واقعہ ہوا  
ہے۔ ذوالیدین صحابی کی حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام  
نے چار رکعت والی نماز فرض میں بھول کر دو رکعت پر سلا پھیر دیا،  
صحابی نے عرض کیا، کیا نماز کم ہو گئی یا آپؐ بھول گئے؟ آپؐ نے  
دو ٹہروں سے پوچھا ذوالیدین صحابی کی سچائی ظاہر ہونے پر آپؐ  
نے نماز پوری کی، اور سجدہ سہو کیا۔ ہر گاہ کہ ندرستی اور فراغت کی  
حالت میں آپؐ کا بھول جانا از روئے بشریت جائز ہے تو فرض  
الہوت میں بلا ارادہ درد کے غلبہ کے وقت بوجہ بشریت کے بھول  
جانا کیوں جائز نہ ہو گا؟

لیجئے ایسے مسئلہ بشریت ہے اس کو یاد رکھئے۔ ناظرین! یہ ارشادات میرزا غلام



سمجھیں، جب حقیقت محمدیہ پر نظر پڑتی ہے تو بشریت سے انکار کر بیٹھتے ہیں اور طغی قفل کے لوگ جب بشریت کو دیکھتے ہیں تو حقیقت محمدیہ کو بھول جاتے ہیں اور بعض گستاخ یہاں تک کہ کہہ رہے ہیں کہ ہم میں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کیا فرق ہے؟ فرق بہت زیادہ ہے مگر انکھیر رہے۔

## طوفان نمبر ۳

سید صاحب لاہوری اسی شہنشاہ کے نمبر میں فرماتے ہیں:-  
مکتوب نمبر ۱۸، دفتر اول ۱۳۴۵ میں حضرت امام ربانیؒ نے فرمایا ہے کہ انبیاء و اولیاء کی پاک روجوں کو عرش سے فرخ تک ہر جگہ برابری نسبت ہوتی ہے کوئی چیز ان سے فوق نہ دیکھ سکتی۔  
مکتوبات شریف کھول کر دیکھئے تو اصل عبارت یہ نکلی:-  
"روح نسبت با مہم اسکنہ با وجود لامکانیت برابرت ماوراء عرش لغرض معنی دیگر است، تا این جانہ رسی نتوانی دریافت"

ترجمہ: روح کے لیے لامکان ہونے کے باوجود تمام جگہوں سے ایک جہاں تعلق ہے۔ روح کو عرش سے باہر کی چیز کہنا دوسری بات ہے جب تک تو اس مقام پر پہنچے نہیں سمجھ سکتا۔  
نہایت واضح بات ہے کہ جو چیز زمان و مکان میں محدود ہو اس کے لئے دوری اور نزدیکی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لامکان ہونا بر روح کی صفت ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي اس دلیل ہے شیخ برعلی سینا نے اشارت میں اس کو خوب واضح کیا ہے مگر سید صاحب نے جو جھوٹ کا سن میں حاضر ناظر کا مسئلہ ثابت کر کے لئے یہاں انبیاء و اولیاء کا لفظ بڑھادیا کیا جھوٹ سے بھروسہ نہ ثابت کرنا بیہودوں کے جماعتی نظام میں داخل ہو چکا ہے؟

افسوس! یہ دنیا میں رہا دین کا پردہ لے کر گمراہ کیا نام خدا کا لے کر۔ سید صاحب یہاں انبیاء و اولیاء کا لفظ حضرت مجدد نے نہیں لکھا اور مطلق روح کی بات ہو رہی ہے تو آپ نے علم غیب نگلی اور حاضر ناظر کے لئے یہ پاڑ کیوں بیلا؟ اور جناب سید صاحب یہ عرش سے فرخ تک کا لفظ بھی تو آپ نے ہی بڑھایا ہے۔ کیا یہ مجرم بھی معافی کے قابل ہے؟

## طوفان نمبر ۴

اسی اشتہار کے نمبر ۳ میں سید صاحب لکھتے ہیں:-  
مکتوب نمبر ۱۸، دفتر اول ۱۳۴۵ میں امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:-  
مسلمان کہلانے والے بد مذہب کی صحبت کھلے ہوئے کافر کی صحبت سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔  
اصل کتاب کے الفاظ یہ ہیں:-

"یقیناً تصور فرمائیں کہ فساد صحبت بتدریج زیادہ از فساد صحبت کافر است"

ترجمہ: یقیناً جاننے کے بعد بدعتی کی صحبت کا لگاؤ کافر کی صحبت سے زیادہ ہے۔  
یہاں پھر وہی بریلوی ذہنیت کا فرما ہے۔ امام ربانیؒ نے بدعتی کا لفظ فرمایا ہے بدعتی کون ہوتا ہے؟ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور امام مجدد الف ثانیؒ کے حوالے گزر چکے ہیں۔ جہاں نام لے کر پیر پرستوں کو بدعتی اور مشرک کہا ہے۔ سید صاحب کو اس آئینہ میں اپنی صورت جو نظر آئی تو بڑی بھڑکی سے پیچھے ہٹے اور بدعتی کی بجائے بد مذہب کا لفظ جلدی سے لگا دیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ امام مجدد بھی کیسے بزرگ ہیں بروقت ان کے کانوں پر مارتے ہی رہتے ہیں بجائی بات یہ ہے کہ بدعت کے دشمن نہ ہوتے تو مجدد کس طرح ہوتے۔ مجدد تو بدعت کو توڑنے کے لئے ہی آئے ہیں۔ خیر سید صاحب نے ایک بات کام کی تباہی۔ بدعتی کا معنی ہے بد مذہب ہے دین بد دین خوب جزاک اللہ! قدا یصدقی الکذب۔

## طوفان نمبر ۵

یہاں سید صاحب نے دل کھول کر جھوٹ بولا۔ ناظرین پہلے حضرت امام مجددؒ



کی اعلیٰ عبارت کہیں، پھر سید صاحب کا قبوٹ خدا کی پناہ بہت بڑا ہو گا۔  
مکتوب علیہ دفتر ۳ یہ خط مرزا حسام الدین احمد کے خط کے جواب میں امام  
لکھا ہے۔ مرزا حسام الدین کا سوال یہ ہے جس کو حضرت امام مجدد سوال کی  
میں لکھتے ہیں۔ لکھ رہے ہیں:-

”دیگر باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن  
بصوت حسن و در قضاہ لغت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است  
تحریف و تغیر حروف قرآن است و التزام رعایت مقامات لغت و ترویج  
صوت باطنی اہل ان یا تعین مناسب آں کہ در شعر نیز ظہر مباح است  
اگر بر نیچہ خوانند کہ تحریف در کلمات قرآنی واقع نشود و در قضاہ خواندن  
شرائط مذکورہ متحقق نہ گردد و آں را ہم لغرض صحیح تجویز نمایند چہ مانع است  
ترجمہ: دوسرا جو مولود خوانی کے متعلق آپ کے خط میں درج تھا کہ صرف  
ایک آواز سے قرآن پڑھنے اور لغت و منقبت کے قسیدے پڑھنے  
میں کیا ہرج ہے؟ منع چیز تو یہ ہے کہ قرآن کے حروف بدلے  
اور لگاڑے جائیں۔ اور راگ کے مقامات کا خیال رکھنا اور آواز کو بھیر  
کر اور راگ کے طریقہ پر راگ کے مناسبہ الی بجانا کیونکہ ایسا اگر عام  
شعروں میں بھی مباح نہیں ہے چہ جائیکہ لغت و منقبت ہو۔ اگر مجلس ہوا  
ہو اس طرح پڑھا جائے کہ قرآن کو کلمہ کی تلاوت میں حرف نہ بگمیں  
اور لغت کے اشعار میں بھی راگ کے اصول نہ ہوں اور اس محفل مولود  
کو صحیح غرض کے لئے تجویز کریں یعنی اس میں کوئی مشہد کا نہ بھیدہ  
نہ ہو تو کیا ہرج ہے؟

نوٹ: واضح رہے کہ یہ قیام کی رسم حضرت امام مجدد کے زمانہ میں نہ تھی بعد کی پیداوار  
ناظرین: اس عبارت کو غور سے پڑھیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام  
الف ثانی کے مبارک زمانہ میں بیہوش بہت زبردل پڑھتی۔ برقی اوگ میلاد کی محفل

حضرت امام ربانی کسی سورت میں اجازت نہ دیتے تھے، مطلقاً منع فرماتے  
حضرت علماء دیوبند تو خاص خاص شرائط کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔  
ایک علماء دیوبند میں ہم نے لکھ دیا ہے۔ مگر امام مجدد الف ثانی بیہوش کی  
یہی اڑاتے ہیں دفتر اول کے ایک مکتوب میں عجیب انکشاف فرمایا انہی مرزا  
الدین نے ایک خط لکھا تھا کہ آپ مولود کی محفل کو سختی سے بند کرتے ہیں  
ہاں بعض لوگوں نے میلاد کی محفل کو مباحی تو رست خواب میں ان کو حضور علیہ  
الوہ والہ کی زیارت نصیب ہوئی اس لئے اب یہ چھوڑنا مشکل ہے حضرت امام  
دعوت کرتے ہیں کہ خواب کا کچھ اعتبار نہیں۔ حضور کی شکل تو شیطان نہیں بنا سکتا۔  
ان آپ کی اصلی صورت تو فقط صحابہ نے دیکھی ہوئی سختی ہمارے دماغ شیطانی  
ات سے محفوظ نہیں ہیں اس لئے میلاد کی محفل بالکل چھوڑ دو۔ ورنہ  
ہمارا ہمارا پیری مریدی کا تعلق ختم ہے۔ یہ مضمون مکتوبات شریفہ کے دفتر  
۱۱ مکتوب علیہ ۲ میں منقل ہے نظریں ترجمہ کر کے پڑھیں۔ ہمارے زمانہ  
کے مجددی غور فرمائیں کہ آج کل کے مجددی پیران کو کدھر لے جا رہے ہیں۔  
معلوم ہوا اسی خط کے جواب میں مرزا حسام الدین نے پھر لکھا ہے کہ اگر میلاد  
کی محفل میں قرآن کریم راگ میں نہ پڑھا جائے اور لغت بھی راگ میں نہ پڑھی  
جائے تو پھر مولود کی محفل میں کیا ہرج ہے؟ منع تو راگ ہے۔ دیکھئے آج  
جو لغت خواں بھیریں اور ملہا رہے جانتا ہوں اس غریب کو کون پوچھتا ہے اس میں  
کوئی شک نہیں کہ بریلوی جاہل تحقیر کا شوق محفل میلاد اور مجلس کیا دھویں میں پورا  
کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کسی دن شہر میں اچھا راگی لغت خواں آجائے تو تحقیر  
بے رونق ہو جاتے ہیں۔ یہ نفس پرستی ہے اسے دین پرستی سمجھ رکھا ہے۔

ہاں تو حضرت مرزا حسام الدین حضرت مجدد سے پوچھتے ہیں کہ اگر محفل میلاد  
تمام غیر شرع راگ راگنی سے پاک ہو تو پھر کیا ہرج ہے؟ پورے ایک ہزار سال  
کی تجرید جس بزرگ کو خداوند تعالیٰ نے بخشی ہے اس کا جواب سنئے اور خوب غور سے



سنے فرماتے ہیں:

”مخدوم! بخاطر فقیر سے رسد تائیدیں باب مطلق نہ کنند بوالہوساں  
منوع سے گووند اگر اندک تجویز کنند بجز یہ بسیار خواهد شد۔ تلبیلہ  
الحی کثیرہ قول مشہور است۔“

ترجمہ: اے مخدوم! اسے بزرگ، فقیر کا خیال یہ ہے کہ جب تک یہ دروازہ  
مطلق بند نہ کریں بوالہوساں لوگ نہیں رکھیں گے۔ اگر عقوڑی سی چیز  
جائز کی جائے گی تو کھینچ کر بہت بنالیں گے۔ قلیل چیز کثیر بن جاتی ہے  
یہ قول مشہور ہے۔

ناظرین! یہاں مخدوم کے لفظ سے جواب شروع ہوتا ہے حضرت امام مجددؒ کی  
عادت ہے کہ مرزا احسام الدین احمد کو عموماً مخدوم کے لفظ سے مخاطب کرتے ہیں  
چنانچہ اس کی مثال دفتر اول ص ۳۲، ص ۳۳، ص ۳۴ ہے۔ دفتر دوم ص ۱۵۸، ص ۱۵۹  
دفتر سوم ص ۱۶۰ ہے۔ مگر سید صاحب نے جب دیکھا کہ یہاں محفل مولود پر امام مجددؒ  
کلمہ اچلا رہے ہیں تو پہلی عبارت سے سوالیہ نشان

”دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود“ اڑا دیا اور دوسری عبارت سے  
پہلا حصہ ”مخدوم! بخاطر فقیر سے رسد“ کھا گئے اور ساری عبارت کو مجدد صاحب کا فتویٰ  
قرار دیا۔ حضرت امام مجددؒ کے مکتوبات کی اصلی عبارت بھی آپ نے دیکھ لی ہے۔ اب سید  
صاحب کی چالاکی دیکھئے۔ اسی سفلٹ کے ص ۳ پر اس عبارت کو بجا رکھ کر ان لفظوں میں  
ظاہر کرتے ہیں۔

”مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت  
کی جائے۔ اور حضور اقدسؐ کی لغت شریف اور صحابہ کرامؓ کی بیعت  
مظاہرہ اور اولیائے اعلام رضی اللہ عنہم المنعم کی منقبت کے قصیدے  
پڑھے جائیں تو ہمیں کیا ہرج ہے۔ ناجائز بات تو یہ ہے کہ قرآن عظیم  
کے حروف میں تغیر و تحریف کر دی جائے اور قصیدے پڑھنے میں

الگنی اور موسیقی کے قواعد کی رعایت و پابندی کی جائے اور تالیف  
جائی جائیں، جس مجلس میلاد میں یہ ناجائز باتیں نہ ہوں اس کے  
ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ ہاں جب تک راگنی اور تال نمبر  
کے ساتھ گانے اور تالیاں بجانے کا دروازہ بند نہ کیا گیا۔ بوالہوساں لوگ  
باز نہ آئیں گے اگر ان نامشروع باتوں کی ذرا سی بھی اجازت دے دی جائے  
گی تو نتیجہ بہت خراب نکلے گا۔“

ہے کہ سید صاحب کا کارنامہ۔ یہاں سید صاحب نے مرزا احسام الدین کے  
سوال کو مجدد صاحب کا فتویٰ قرار دیا۔ ناظرین اس بھوٹ اور بنا کو کھولنے کے لئے خدا  
کے واسطے مکتوبات کا اردو ترجمہ خرید کر پڑھیں تاکہ سید صاحب کا بھول کھلے۔  
مرزا احسام الدین پوچھتے ہیں کہ محفل میلاد اگر ناجائز باتوں راگ وغیرہ سے پاک ہو  
تو کیا ہرج ہے آپ فرماتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ جب تک یہ دروازہ بالکل بند نہ کیا  
جائے نفس پرست باز نہیں آئیں گے۔ جھوٹا سا سوراخ کھول کر بڑا ہٹالیں اس لئے یہ  
بالکل بند کرنا چاہیئے۔ یعنی مولود کی محفل بالکل بند کر دو۔ یہ مجدد صاحب کا فرمان ہے کیونکہ  
اس میں جو خرابیاں اور بے ادبیاں ہوتی ہیں لوگ ان سے باز آنے والے  
نہیں ہیں۔

سید صاحب نے یہاں چھ سطر عبارت ساری کی ساری لگا کر دی۔ سوال جواب  
کے نشان حذف کر دیئے۔ اہل علم بریلوی غور فرمائیں کن کے پیچھے چلتے ہو؟ یہیں  
ہمارے یقین پختہ ہوتا ہے کہ حضرات علما و دلیوبند حضرت امام مجددؒ الف ثانیؒ کے سچے  
جانشین ہیں در نہ مولود کی محفل کو مجددی نظر سے نہ دیکھتے۔

نوٹ: ار مولوی عبدالعزیز صاحب سے متعلق عبارت حذف کر دی گئی کیونکہ

لے مولوی محمد سعید نقشبندی مجددی خطیب مسجد امان گنج بخش لاہور نے بھی مسلک امام  
ربانی میں سید ابوالبرکات کی طرح اس مکتوب کو لگا کر اسے اور کئی پرکھی ماری ہے  
اس بات کی پوری تفصیل ہم نے اپنی کتاب ”مرشد جیلانی کے ارشادات حقانی“ میں لکھی ہے۔ (پیرا آئی)







ترجمہ: ہم نہیں کیا ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے واسطے ہمیشہ زندہ رہنا کیا اگر  
مر جائیں گے تو کافر ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ انہیں ایسا نہیں ہے کیونکہ ہر جان  
والی ہے موت کو۔

اس کے علاوہ پارہ ۴ کے پچھلے رکوع کے شروع میں بھی آنحضرت صلی اللہ  
وسلم کے لئے موت کا لفظ آیا ہے۔  
قرآن مجید کے بعد امت کی بارگاہی ہے امت میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
کی شان میں سب سے پہلے موت کا لفظ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا  
ہے۔ حدیث کی تمام کتابوں میں یہ لفظ بڑی تعداد میں ملتا ہے۔ نمونہ کے طور  
پر چند حوالے دیکھئے:-

صحیح بخاری شریف کتاب الجنائز میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ  
کے حجرہ میں آئے چہرہ مبارک سے کہہ اٹھا کہ بوسہ دیا پھر رو کر کہا میرے ماں باپ  
قربان اسے اللہ کے نبی خداوند تعالیٰ آپ پر دو موتیں نہیں جت کرے گا۔ جو موت آپ  
پر لکھی ہوئی تھی وہ آپ پر وارد ہو چکی ہے۔

پھر حضرت صدیق اکبر نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ  
وسلم کی بندگی کرتا تھا۔ (وہ تو آج چھوڑ دیوے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک  
مر گئے ہیں، اور جو شخص اللہ کی بندگی کرتا تھا وہ جاری رکھے کیونکہ خداوند تعالیٰ زندہ  
ہے کبھی نہ مرے گا۔

واضح رہے کہ یہ روایت اور موت کا لفظ بخاری شریف میں کئی جگہ آیا ہے۔  
صحیح مسلم شریف کتاب الفضائل میں ہے مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ ۖ ۲۶  
ترجمہ: جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف  
۶۲ برس تھی۔

حدیث کی کتابوں میں یہ لفظ عام اور مستقل ہے۔ اگر اس میں کچھ ایسا ادبی ہو تو اسے  
بڑے بڑے بزرگ محدث اپنی کتابوں میں کیوں لکھتے۔ پھر ان حدیثوں کے راوی

الفاظ کی روایت کیوں کرتے۔ بندہ کے خیال میں حدیث اور تفسیر کی ایسی کوئی  
کتاب یقیناً نہ ہوگی جس میں حضور علیہ السلام کے لئے موت کا لفظ نہ آیا ہو۔ اب علما  
اس کے ارشادات دیکھئے۔ علامہ قاضی عیاض امام اہل سنت نے شفا شریف میں  
ایک فصل اس عنوان سے لکھا ہے:-

اور جان تو کہ ادب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور تعظیم آپ کی آپ کی موت  
کے بعد اسی طرح ضروری ہے جس طرح آپ کی زندگی میں ضروری تھی۔ اسی فصل میں  
فرماتے ہیں:-

یعنی آپ کا ادب اس حالت میں کہ آپ میت ہیں ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کی زندگی  
میں تھا۔ شفا شریف ص ۳۸ د ۳۹۔  
نیز فرماتے ہیں:-

”انبیاء کے جسم بشری صفتوں سے متصف ہیں۔ ان پر بیماری موت، فنا اور تمام  
انسانی صفات آتی ہیں۔“ (شفا شریف جلد دوم نمبر ۱۵۸)  
نیز امام اہل سنت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف جلد دوم باب ثانی کے شروع  
میں فرماتے ہیں:-

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے انبیاء اور رسول بشر سے ہیں (یعنی بشر ہیں)  
اور بے شک آپ کا جسم مبارک اور آپ کا ظاہر خالص بشر ہے۔ آپ کے  
جسم مبارک پر تبدیلیاں، دکھ درد، بیماریاں اور موت کا پیا لہ پینا اسی طرح  
جائز ہے جس طرح بشر کے لئے جائز ہے اور یہ سب چیزیں آپ کی شان  
میں کی نہیں کرتیں۔ ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا والوں پر  
لکھ دیا ہے کہ یہاں زندہ بھی رہیں گے اور مریں گے اور زمین سے  
نکلیں گے۔ خداوند تعالیٰ نے تمام بشر کو تبدیلیوں کے مقام پر پیدا کیا ہے  
بے شک آپ بیمار ہوئے۔ آپ کو گرمی سردی لگتی تھی، بھوک اور پیاس  
لگتی تھی، غصہ اور دل تنگی بھی ہوتی تھی، تمکین اور تکلیف بھی ہوتی تھی کمزوری  
اور بڑھاپا بھی آپ پر آیا، آپ گھوڑے سے گئے اور آپ کا پہلو پھیلا گیا کافرو  
نے پتھر مار کر آپ کے دانت مبارک شہید کر دیئے۔ آپ کو زہر بھی پلایا



نیز حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دفن سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جائے  
پس فرماتے تھے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور خداوند تعالیٰ سے دعا مانگو کہ اسے  
نیکوں کے جواب میں ثابت قدمی عطا فرمادیں کیونکہ اب اس سے پوچھا جا رہا ہے۔  
(مشکوٰۃ شریف باب عذاب القبر)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعید صاحب زادہ حضرت ابراہیمؑ اور عثمان بن مظعونؓ کی  
قبر پر پانی پھیرنے کا حکم دیا ہے (ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، حاکم، ۸۳)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ قبر پر پانی پھیرنے کے بعد سب لوگ کچھ دیر بیٹھ کر میت  
کے لئے گناہوں کی بخشش، اور منکر نیک کے جوابات پر ثابت قدمی کی دعا مانگیں اور یہ بیٹھا  
اتنی دیر تک ہو کہ جتنی دیر اونٹ ذبح کرنے، اس کی کھال اتارنے گوشت ہلانے اور  
بانتھنے پر لگتی ہے، کیونکہ اونٹ کی جان بھی دیر سے نکلتی ہے چہرہ اتارنے پر بھی بہت  
وقت خرچ ہوتا ہے، گوشت کاٹنا اور تقسیم کرنا بھی بڑا کام ہے درحقیقت مسلمان بھائی بہن  
یہ بہت بڑا احسان ہے ایک مسافر آج ہی نئی منزل اور نئی دنیا میں آیا ہے، شام کا وقت  
ہے دین اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایمان کی پڑتال اور تحقیقات درپیش ہے، مسلمان بھائی بہن  
کا آخری احسان اس پر یہ ہے کہ نہایت خاموشی تو جہ اور زاری سے اس کے واسطے دعا دلجاء  
کریں۔ کیونکہ میت پر نہایت خطرناک وقت ہے، کئی مہینے کے نیچے پڑا ہے ہماری آواز  
کسی مادی اور طبعی ذریعہ سے اُسے ہرگز نہیں پہنچ سکتی بلکہ خداوند تعالیٰ کے پہنچانے سے ہی پہنچ  
سکتی ہے اور خداوند تعالیٰ کی رحمت کو فقط سنت طریقوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے یہاں  
بدعات کو تراشنے اور ایجاد کرنے کی بجائے سنت کی پناہ لینا چاہیے اگر اپنے قیاس سے  
اپنی عقل کی ایجاد سے اذان یا کوئی اور بناوٹی کام کیا تو میت کی حق تلفی بھی ہوئی، اور سنت  
سے محرومی بھی ہوئی۔

استغفار اور دعا کے ساتھ میت کے سر اور پاؤں کی طرف سورۃ بقرہ کا اول، آخر پڑھنا  
بھی حدیث سے ثابت ہے، ان دونوں کا اس کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو شامی ص ۸۳  
کتاب الاذکار امام نووی ص ۱۱۱ اشعۃ المعانی شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۱۱

میت پر اذان کہنے کے لئے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اذان کے الفاظ سے میت کو جوابات  
العلم اور تلقین ہوتی ہے۔ وہ اذان کے الفاظ کا سورۃ بقرہ کے اول آخر سے مقابلہ کر  
دیکھیں۔

۱۔ اذان کے الفاظ قرآنی الفاظ نہیں ہیں، اور سورۃ بقرہ کے اول و آخر قرآن کریم کی ایسی  
ایات ہیں جن کے فضائل بے شمار ہیں۔

۲۔ سورۃ بقرہ کا اول آخر حدیث سے ثابت ہے اس پر برگزگان دین کا عمل بھی ثابت  
ہے۔ لیکن اذان کہنا نہ حدیث میں ہے نہ فقہ میں، نہ برگزگان دین کے عمل میں، ہاں  
بدعت سے ضرور ثابت ہے۔

۳۔ اذان کے الفاظ میں توحید و رسالت کا نہایت سادہ تصور ہے۔ لیکن سورۃ بقرہ کے  
اول و آخر میں ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام کے تمام بنیادی اصول، ارکان، اعمال، افعال  
کا پورا پورا تصور موجود ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس میں شک ہو تو اس دعویٰ کو جانچ  
کر کے دیکھیں، پھر اگر میت کو تلقین اور تعلیم ہی مقصود ہے تو ایسی جامع شافی کافی مبارک  
تعلیم سے کیوں محروم کیا جاتا ہے۔

۴۔ سنت کی روشن مثال کے مقابلہ میں بدعت کو سوچنا ہی کتنی جرات ہے؟۔  
۵۔ ہم سنت کی روشن مثال کے مقابلہ میں بدعت کو سوچنا ہی کتنی جرات ہے؟۔  
میت کو جوابات کی تلقین کا ایک طریقہ اور بھی ہے۔ جو کتاب الاذکار ص ۱۱۱ شامی  
اشعۃ المعانی ص ۱۱۱ پر درج ہے، شافعی مذہب میں اس کا زیادہ رواج ہے حنفیوں میں بہت  
تھوڑے لوگ اس کے قائل ہیں شامی کے تین درجہ نماز کا فیصلہ یہ ہے  
"مناسب یہ ہے کہ مروجہ تلقین نہ کی جائے"

بحوالہ النبی ص ۱۱۱ میں ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، شیخ عبدالحق محدث فرماتے ہیں۔  
تلقین میت بہت سے شافعیوں اور بعض حنفیوں کے نزدیک مستحب ہے، اشعۃ المعانی  
ص ۱۱۱۔

معلوم ہوا کہ حنفیوں میں اس کے قائل بہت کم لوگ ہیں، اور بندہ مؤلف عرض  
کرتا ہے کہ تلقین میت کی ضرورت اگر تسلیم بھی کر لی جائے تو سورۃ بقرہ کے اول و آخر



کے برابر تلقین کے الفاظ ناممکن ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم میں بھی تلقین کے اس سے زیادہ جامع معنوں کہیں نہیں ہے پھر دُنبًا لَا تُؤَلِّجُنَا سے جو دعا ملتی ہے انصاف سے سوچئے کہ وہ کس قدر حسبِ حاصل اور مناسب ہے مگر افسوس کہ لوگوں کو مسائل پیدا کرنے کا شوق لگ گیا ہے، ان کو قرآن کے الفاظ اور سنت طوائف میں کچھ نور بھی نظر نہیں آتا، یاد رکھو کہ بدعت کا ٹھکانا ہوا چراغِ اہل صراط پر کچھ جلنے لگا، اور فقہ حلال پر اطلاع حاصل ہونے کے بعد افسوس کے سوا کیا حاصل؟

واقع ہو کہ دفن کے بعد اذان دینا ایک نیا مسئلہ ہے، نہ حدیث میں، نہ فقہ حنفی میں، بزرگانِ دین کے مبارک زمانہ میں ان بدعتوں کا نام و نشان اور رواج ہرگز نہ تھا، چنانچہ کئی صدیوں تک تو قیصر پر اذان کا ذکر تک نہیں آتا، پچھلے زمانہ میں بعض غیر قابلِ ذکر شافعی لوگوں نے اس کو جاری کیا، اور فقہاء و اخلاف نے اس کو بدعت کا خطاب دیا چنانچہ حنفی فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ شامی ص ۳۵۳ میں ہے:-

«علامہ خیر الدین رمی نے بحر الرائق کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ میں نے شافعی مذہب کی کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ کہیں کہیں نماز کے علاوہ بھی اذان کہنا سنت ہے، جیسا بچہ کے کان میں اذان کہنا، غزوہ، مہنگی والا، مہذب ناگ بدخلق انسان یا جانور کے کان میں اذان کہنا، جنگ کے وقت، آگ لگ جانے کے وقت اذان کہنا بھی سنت ہے کسی نے یہ بھی کہا ہے:-

کہ میت کو قبر میں اتارنے کے وقت، اس قیاس پر کہ جب دنیا میں پیدا ہوا تھا اس وقت بھی بچہ کے کان میں اذان کہی جاتی ہے، لیکن علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو شرحِ عباب میں رد کر دیا ہے:- الخ

ظاہر ہے کہ یہ کتابیں شافعی مذہب کی ہیں ہم اس کے جواب دہ نہیں ہیں، پھر غور کیجئے کہ ہر ملیوی مذہب کا مسئلہ ہر لفظ سے شروع ہوتا ہے، قیل کسی گناہ شخص نے کہا ہے کہ میت کو قبر میں اتارنے کے وقت اذان کہی جائے لیکن علامہ ابن حجر نے شرحِ عباب میں اس کو رد کر دیا ہے۔

صراط نے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

حنفی مذہب میں تو اس اذان کا نام نشان ہی نہیں، شافعی مذہب میں بھی اس بدعت کا یہ حال ہو رہا ہے عند انزال العیت کا لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ شافعی مذہب میں یہ رواج تھا کہ میت کو اتارنے کے وقت اذان کہتے تھے۔ دفن کے بعد اذان کہنے کی بدعت آج تک اہل علم میں سے کسی کو نہ سوجھی۔ دین کی تمام کتابیں آج تک اس کے متعلق خاموش ہیں چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی ص ۳۴ میت کو قبر میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ پڑھنے کے بیان میں ایک تنبیہ بیان فرماتے ہیں:-

«احادیث میں جو الفاظ میت کو رکھتے وقت پڑھنے کے لئے وارد ہوئے ہیں، انہیں سے بند رہنے سے اس بات کا اشارہ لکھا ہے کہ میت کو قبر میں داخل کرتے وقت اذان کہنا جیسا کہ آج کل دستور بن گیا ہے سنت نہیں ہے اور علامہ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں صاف صاف لکھ دیا ہے، کہ دفن کے وقت اذان کہنا بدعت ہے، اور یہ بھی کہا ہے کہ جن لوگوں نے پیدائش کی اذان پر قیاس کر کے اسے سنت کہا ہے انہوں نے غلطی کھائی ہے»

اس کے بعد علامہ نے ایک زرین اصول بیان کیا ہے، جس پر غور کرنے سے ہر ملیویوں کے دل روشن ہو سکتے ہیں:-

«بعض علماء حنفیہ وغیرہ نے فرض نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کے وجہ سے رواج کے متعلق صاف صاف لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے باوجودیکہ مصافحہ کرنا سنت ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ خاص نماز فرض کے بعد مصافحہ کرنا

کہیں منقول نہیں ہے، تو اب اگر ایسا کام پابندی سے کیا جائے تو عام لوگ اس وہم میں پڑ جائیں گے کہ یہ سنت ہے، اس لئے نمازِ غائب پر حج ہونے سے لوگوں کو منع کیا گیا ہے جس کو بعض عبادت گزاروں نے



ایجاد کیا تھا کیونکہ یہ نماز خاص ان راتوں میں کہیں منقول نہیں ہے اگرچہ نماز بہترین چیز ہے۔

اب یہ سنئے کہ نمازِ رغائب کیا ہے، بحر الرائق ص ۵۳ میں ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الرغائب جو رجب کے پہلے جمعہ کی رات کو پڑھی جاتی ہے اس پر لوگوں کا جمع ہونا مکروہ ہے اور یہ بدعت ہے۔

واضح ہو کہ بہت سے لوگ مسجد میں جمع ہو کر رجب کے اول جمعہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان ۱۲ رکعت نفل دو دو کر کے پڑھتے تھے۔ اس زمانہ میں اس کا رواج چل گیا تھا سوچنا یہ ہے کہ علماء نے اس سے کیوں منع کیا؟ نفل عبادت کی ہر روز اجازت ہے، پھر منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک عام چیز کو کسی جگہ، یا وقت، یا مقرر تار میں پرمیتین کر لینا اور اس میں خصوصی تاثیر سمجھنا دین پر زیادتی ہے اس بنا پر ہر نماز کے بعد مصافحہ سے علامہ شامی منع کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج علماء حق و حق کے بعد اذان سے منع کرتے ہیں گو اذان میں اللہ کا ذکر ہے لیکن قبر پر قرآن پڑھنے اور دعا استغفار کا موقع ہے یہ رسم چھوڑ کر اذان و سلام جو رسم بھی نکالی گئی، دین کو دو نقصان پہنچیں گے، ترک سنت اور ایجاد بدعت۔

بھائی مسلمانو! قبر پر اذان پڑھنے کا ذکر حنفی کتابوں میں بس اتنا ہی تھا جو آپ نے دیکھ لیا بعض گناہ شافعی علماء نے اسے بخوبی کیا تھا جس کو شافعی علماء نے ہی بدعت کہہ دیا حنفیوں میں تو اس مسئلہ کا نشان ٹک نہیں ملتا اور شافعی علماء نے بھی صرف قبر میں رکھتے وقت اذان کہنے کو بدعت کہہا ہے دفن کے بعد اذان کہنے کا تو کہیں نام تک نہیں ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے رسالہ ایدان الاجر کی پہلی سطر میں اس بات کو تسلیم بھی کر گئے فرماتے ہیں:-

«بعض علماء دین نے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا» مگر افسوس کہ علماء ناقابل ذکر بلکہ نامعلوم ہیں ورنہ مولوی صاحب حسب عادت ان کے نام بعد القاب ضرور درج کرتے، پھر فرماتے ہیں۔

«علامہ ابن حجر مکی اور خیر الدین رملی نے ان کا یہ قول نقل کیا»

بجائے لیکن کس انداز میں ذکر کیا؟ ان لفظوں کو اردو میں بیان کرنے سے مولوی صاحب بھٹکتے ہیں کہ یہ سخت کمزور پہلو ہے یہ تلخ گھونٹ ایک خاص مذہب کے ساتھ گلے سے اتارتے ہیں کہ جس بات میں اپنی کمزوری ظاہر ہوتی تھی اُسے عمری میں بیان کیا تاکہ اہل علم کے اعتراض سے بھی بچ جائیں اور دو پڑھنے والے بظن بھی نہ ہونگے۔ فرماتے ہیں:- اَمَّا اَلَيْكَيُّ فَنَفِي فِتَاوَاةٍ وَفِي شَرْحِ الْعِبَادِ وَعَارِضٍ وَ اَمَّا التَّوْبَةُ فَنَفِي حَاشِيَةِ الْبَحْرِ الرَّائِقِ وَ مَوْضِعٍ۔

ترجمہ:- علامہ ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ اور شرح عباد میں ان گناہ بعض علماء کی تردید کر دی ہے یعنی شافعی مذہب کے جن علماء نے میت کو اتارنے وقت اذان کہنا سنت کہا ہے علامہ ابن حجر مکی نے ان کی دلیل کو تسلیم نہیں کیا ان کی تردید کر دی ہے اور رملی نے اس مسئلہ کو بیمار قرار دیا ہے۔

ناظرین! یہ عبارتیں آپ ابھی ابھی فتاویٰ شامی کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں۔ دیکھئے مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے زبان سے ملتے ہیں کہ دفن کے بعد اذان کہنے کا تو کہیں ذکر بھی نہیں۔ البتہ قبر میں اتارتے وقت بعض ناقابل ذکر لوگوں نے اسے سنت کہا۔ مگر علامہ ابن حجر مکی اور خیر الدین رملی نے تردید کر دی میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنا نامعلوم شخص نے سنت کہا ہے اور اس کی تردید میں یہ دو بڑے بڑے فقیہ موجود ہیں، خدا کے لئے دیکھئے یہ مسئلہ کتنا کمزور ہے مگر حیرانی ہے کہ مولوی صاحب اتنا اقرار کرنے کے باوجود مندر پھر مندر ہو جاتے ہیں

صخر جو شاخ نازک پر آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

جو بیس صفحات کا رسالہ ہے اس میں کوئی عبارت ایسی نہیں ہے جس میں دفن کے بعد اذان کہنے کا حکم ہو، تمام قیاسات ہیں وہ بھی مہمل، چند الفاظ میں رسالہ کا نمونہ دیکھ لیجئے۔ فرماتے ہیں۔



۱۔ قبر میں شیطان کے گمراہ کرنے کا خطرہ ہے اور اذان سے شیطان بھاگتا ہے اس لئے اذان کہنی چاہیے۔

جواب

موت کے بعد انسان سے شیطان اور نفس کی کشش ختم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء علوم الدین میں فرمایا ہے کیونکہ قبر آخرت کی منزل میں شمار ہوتی ہے۔

حدیث میں شہر شیطان سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا سے دل پر شیطان کا جو اثر لے کر آیا تھا اس سے خداوند تعالیٰ بچائیں اور اذان میں جو شیطان کو بھگانے کی تاثیر ہے، وہ اس صورت میں ہے کہ فرض نماز کے لئے اذان کہی جائے جیسا کہ حدیث میں ہے اِذَا اُذِّنَ لِلصَّلَاةِ... الخ

۲۔ حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ کو دفن کرنے کے بعد آپ نے دیر تک سُبْحَانَ اللہ پڑھا۔ صحابہؓ نے بھی آپ کی اتباع میں پڑھا پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور صحابہؓ نے بھی کہا اذان میں بھی اللہ اکبر ہے اس لئے اذان کہنا چاہیے۔

جواب: حضرت جابر کی حدیث میں تو اذان کا نام تک نہیں ہے صرف تسبیح اور تکبیر کا ذکر ہے کیا اذان میں تسبیح بھی آجاتی ہے اور حدیث پر غور کرنے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی گھنٹی اور تنگی دور کرنے کے لئے اصلی چیز تسبیح تھی جب حضرت سعدؓ پر آسانی ہوئی تو آپ نے خوشی میں اگر تکبیر فرمائی تھی حدیث کے لفظ یہ ہیں اِنْ سُبْحَنَّا طَعْمُ نَدَا تَعَدُّ كَبُوْا فَكَبَرُوْا ہم دیر تک سُبْحَانَ اللہ پڑھتے رہے پھر حضورؐ علیہ السلام نے اللہ کہا تو ہم نے بھی اللہ اکبر کہا۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کُنْ التَّكْبِيْرُ كَانْ بَعْدَ التَّسْبِيْحِ یعنی تکبیر تو قبر کھل جانے کے بعد کہی گئی تھی علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرح مشکوٰۃ میں یہی لکھا ہے اَنَّمَا كَبَرُوْا عِنْدَ دَوْنِ التَّسْبِيْحِ عَنْ سَعْدٍ اَيْ تَكْبِيْرٌ تَوَاسُوتٌ فرمائی تھی جب حضرت سعدؓ پر قبر کھل چکی تھی۔ اصلی چیز جس سے قبر کھلتی ہے وہ تو

تسبیح ہے جس میں آپؐ دیر تک مشغول رہے اہل بدعت نے اصلی چیز کو چھوڑ دیا اور تکبیر پر اذان کا حاشیہ چڑھا دیا حقیقت یہ ہے کہ تکبیر تو کسی عظیم الشان قدرت کو دیکھ کر بے اختیار زبان پر آ جاتی ہے معافی مانگنے کا لفظ تو سُبْحَانَ اللہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے نِيْزُ فَرَشْتُوْنَ نے کہا۔ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا بِاٰلَاٰتِكَ قُرْآنِ کریم میں یہ استعمال ہے عَرَاتِنِ سِیِّبَاتٍ تَحْمِيْ جَسَدٍ اَفْسَانٍ کر دیا۔

دلیل ۳۔ اذان میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ بھی ہے۔ اس سے میت کی تلقین بھی ہو جاتی ہے لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ کا حقیقی محل یہ ہے۔

جواب: میت کی تلقین اگر شرعی چیز ہو تو سلف صالحین کیوں اس سے محروم رہتے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں مَرُوْبِعَةُ تَلْقِيْنٍ سَلَفٌ مِّنْ نَّهْنٍ بَلْکَہُ یَہْدِیْ اَیْجَادُہُہٗ اِسْ لِّہٖ حَدِیْثٌ کُوْا سِیِّبَاتٍ مِّنْ نَّہْنٍ اَیْجَادُہُہٗہٗ تَلْقٰیْنِ کِیْ بَحْثٌ کُزْجِیْ ہُہٗ اِسْ کِیْ بَعْدَ مَوْلُوْیْ صَاحِبِ کِیْ کُوْنِیْ دِلِیْ اِسْ قَاطِلِیْ ہُہٗہٗ جِسْمِ قَبْرِہٖ اَذَانَ دِیْنِہٖ کِیْ سَاقِدُہٖ وِکَاوَا سَہٗ ہُہٗ ہُہٗ اِسْ لِّہٖ سِرْدِہٖ یَہْدِیْ بَحْثٌ خَمِیْ کِیْ جَاتِیْ ہُہٗ۔ اور بریلوی حضرات کی خدمت میں چند سوالات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حنفی فقہاء میں سے کسی قابل ذکر شخص کا نام لیں جو دفن کے بعد اذان کو جائز قرار دیتا ہو۔ اگر ایک شخص بھی نہ ملے تو خدا کا خوف کیجئے دین میں تعارف کرنے کا اختیار آپ لوگوں کو کہاں سے مل گیا۔

۲۔ ذکر کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ عام اذکار جو کسی وقت اور جگہ سے خصوصیت نہیں رکھتے۔

ب۔ خاص ذکر جو خاص ذکر قبور و شرائط خاص اوقات اور مناسک سے مخصوص ہیں ان میں خاص خاص شرعی ہدایات ہیں۔

آپ یہ بتائیں کہ اذان آپ لوگوں کے خیال میں عام ذکر ہے یا خاص؟ اگر عام ہے تو شریعت میں نماز عید، نماز جنازہ، نماز کسوف، نماز خسوف، نماز استسقاء وغیرہ کے لئے اس کی اجازت کیوں نہیں دی گئی اگر خاص قسم کا ذکر ہے تو اس کے ہرگز



استعمال کی اجازت آپ کہاں سے لائے ہیں؟

۳۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے قبر پر اذان دینے کو جائز، پھر مستحب اور مکہ کے لئے کھینے پر جتنے دلائل قیاس اور اکتل سے جو نیز کے میں ان دلائل کو اذان سے کوئی خصوصی تعلق نہیں ہے، بلکہ تمام عبادت میں جتنی بدعتیں جاری ہو سکتی ہیں ان سب بدعات پر یہ دلائل معمولی تبدیلی سے منطبق ہو سکتے ہیں پھر اذان کی کیا خصوصیت رہ جائے گی، مثلاً ایک بدعت پسند مولوی کہتا ہے کہ پانچ وقت کی نمازوں کے لئے اٹنے والے نمازی نماز شروع کرنے سے پہلے بلند آواز سے بل کر پچاس دفعہ درود اور سلام پڑھا کریں، جو نہ پڑھے گا وہ وبا بی اور تارک سنت ہے ایک اور مولوی صاحب پانچ نمازوں کے ساتھ چھٹی نماز تجویز کرتے ہیں کہ اس چھٹی نماز کی ہر رکعت میں دو رکعت اور چار سجدے کے جائیں ایک بدعتی صاحب یہ تجویز کرتے ہیں کہ ہر شخص قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے قرآن مجید کا ختم کرے ورنہ تارک سنت ہے ایک بدعتی صاحب اس بنیاد پر کہ نجاست اور غلاظت کے مقام پر شیاطین رہتے ہیں اور حدیث سے بھی ثابت ہے تو پاخانہ میں جاتے وقت لو کو حکم دیتے ہیں کہ جب تک میں پاخانہ میں ٹھہروں تم بلند آواز سے اذان کہتے رہو جیسا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس رسالہ میں بہت زور دیا ہے کہ اذان سے شیطان بھاگتے ہیں اس لئے یہ اذان بھی سنت ہوئی چاہئے۔ نیز صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جملہ سے پہلے اللہ کا نام لے کر شیطان سے بچنے کی دعا کرنی چاہئے۔ معلوم ہوا کہ اس وقت بھی شیطان کا خطرہ ہے اس لئے ایک بدعتی مولوی صاحب یہ نیا مسئلہ نکالتے ہیں کہ جمار سے پہلے شیطان کی شرارت سے بچنے کے لئے اذان بلند آواز سے کہنا چاہئے۔

اب ہم مولوی احمد رضا خان صاحب کا دین و مذہب رکھنے والوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ ان تمام مسائل کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ فاضل بریلوی نے قبر پر اذان کو جائز کرنے کے لئے جتنے دلائل قائم کئے ہیں وہ تمام کے تمام، یا اگر دلائل ان بدعات پر جاری ہو سکتے ہیں بلکہ ہر بدعت چونکہ دین کا لباس پہن کر آتی ہے اس لئے ان دلائل سے

ہر بدعت جائز ہو سکتی ہے۔ اگر قبر پر اذان جائز ہو سکتی ہے تو یہ تمام چیزیں بھی جائز ہونی چاہئیں اور جناب ان چیزوں میں ہرج بھی کیا ہے؟ شریعت میں ان کو منع بھی نہیں کیا گیا۔ قرآن حدیث اور فقہ ان مثال کی موجود شکل کے متعلق خاموش ہیں۔

۴۔ قبر پر اذان کی ضرورت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو آج دنیا میں نیا مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ تابعین، تبع تابعین مجتہدین، بزرگان دین کے سمر زمانہ میں یہ ضرورت پیش آتی رہی ہے آج تک بزرگان دین ان مبارک زمانوں کے دستور پر عمل کرنا دوجہان کی سعادت سمجھتے رہے۔ آپ لوگوں نے اس مندرجہ میں اگر کہ ہم بریلوی ہیں، سنت طریقیہ چھوڑ دیا ہے اس کی جگہ اذان اور سلام پڑھنا اچھا کر لیا ہے تو کیا یہ سنت تبدیل کرنا نہیں ہے؟ اور جو چیز سنت کو بدلتی ہے کیا اس کے بدعت ہونے میں بھی کوئی شک ہے؟ حضرت شیخ عبدالحق کا ارشاد بھی یہی ہے اور بات یہ ہے کہ جس معاملہ میں مخصوص ذکر اور عمل کا مخصوص طریقہ موجود ہو اس میں ایجابات کی ضرورت ہی کیا ہے؟ مشکوٰۃ شریف باب العطاس میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے سامنے ایک شخص نے چھیک لگائی پھر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ اللّٰہِ۔ حضرت ابن عمر نے اسے منع کرنے کے لئے فرمایا میں بھی کہتا ہوں یعنی دونوں لفظ اپنی جگہ پر درست ہیں، لیکن رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھیک کے موقع پر درود و سلام پڑھنا نہیں سکھایا، بلکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ خَالٍ کہنے کی تعلیم دی ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس موقع پر فرماتے ہیں صاحب شریعت کے پیچھے چلنا چاہئے اور کئی ایسے کام ہیں جو اپنی جگہ اچھے ہیں لیکن خاص موقع میں وارد نہیں ہوئے، اور سنت میں نہیں آئے، جیسا کہ زمانوں کے بعد مصافحہ کرنا وغیرہ اشعة العات صلیہ مدارج شریف میں اسی موقع میں فرماتے ہیں، درود شریف کی فضیلت میں کیا شک ہے، لیکن جیسا کہ ارشاد ہوا ہے وہی کام کرنا چاہئے۔ صاحب شریعت نے ہر چیز کا مقام اور موقع مقرر کر دیا ہے، وہ بات اسی جگہ کہنی چاہئے اور کرنی چاہئے جیسا کہ کوع میں قرآن پڑنا منع ہے



بریلوی حضرات غور فرمائیں جس موقع کے لئے ہماری شریعت میں تعلیم مومن ہو سکتی ہے۔  
جگہ یہ گستاخیاں کتنی بدنام معلوم ہوتی ہیں۔

۵۔ شریعت جس معاملہ میں خاموش ہو، اور اس کے متعلق ہمارے دین میں ہدایت ہدایت موجود نہ ہو، اس مسئلہ میں قیاس اور اجتہاد کی گنجائش بشرط اہلیت ہے۔  
لیکن جس مسئلہ کے متعلق حدیث میں خیر الہدیٰ ہڈی مٹھنا، اللہ علیہ وسلم یعنی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا سنت صحابہ کا عملی نمونہ ہو وہاں عقل کی ٹانگ اڑانا سنت کی بیگ نہیں تو کیا ہے۔

۶۔ موت کے وقت شیطان کے گمراہ کرنے کا واقعی اور شدید خطرہ ہے، آپ اس وقت اذان کیوں نہیں کہتے؟

۷۔ اعمال و افعال کی تاثیرات اور فوائد پر برگھن دین کو نہایت گہری بصیرت اور غور و فکر حاصل تھا۔ اذان کے یہ فوائد ان کی نگاہ میں کیوں نہیں آتے۔  
۸۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے رسالہ میں قبر پر اذان دینے کی اجازت کا ذکر تک نہیں اپنی انگلی اور تھمیں سے انہوں نے اس کو جائز کہنے کی کوشش کی ہے یہ ان کی ذاتی رائے ہے، کیا ایک شخص کی ذاتی رائے مذہب کی بنیاد بن سکتی ہے؟

۹۔ جب بھی آپ لوگوں سے ان باتوں کی کوئی سند دریافت کی جاتی ہے تو جواب یہ ملتا ہے کہ گو قبر پر اذان کہنا ثابت نہیں، لیکن یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ منع ہے، رسالہ انہما کے شروع میں منع کے دلائل جو حنفی فقہ کی معتبر کتابوں سے لکھے گئے ہیں، اس کے بعد آپ لوگوں کے پاس کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔

۱۰۔ اصل اشیاء میں حرمت ہے، یا اباحت، یا توقف، حرمت اور اباحت کے دلائل سخت متعارض ہیں، اس لئے یقیناً دونوں ساقط

وجہیں گے، اور دونوں کی عدم موجودگی میں توقف کے متعین ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ اور جب ثابت ہو گیا کہ اصل توقف ہے تو غیر قابل غور یہ امر ہے کہ اصل فی الاشیاء کے متعلق یہ اختلاف امور عادیہ کے متعلق ہے یا تعبیدی امور کے متعلق؟ اس مسئلہ کے متعلق حنفی فقہاء کی تشریحات پیش کریں۔ واضح رہے کہ کتاب الاعتصام میں امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ اختلاف تعبیدی امور میں نہیں ہے، کتاب الاعتصام

ص ۱۱۱

۱۱۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو عید کے دن، نماز عید سے پہلے نفل پڑھتے دیکھ کر منع فرمایا، اس شخص نے جواب دیا، اے امیر المومنین میں جانتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا (کیونکہ نماز اللہ کی عبادت ہے) حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا، میں جانتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کسی کام پر ثواب نہیں دیتے جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا نہ ہو، یا اس کی رغبت نہ دی ہو (اور چونکہ یہ نماز نفل عید کے دن نماز عید سے پہلے نہ آپ نے پڑھی ہے، اور بے فائدہ کام حرام ہے، تو شاید خداوند تعالیٰ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر عذاب دے۔ (مجمع البحرین)

اس روایت کی روشنی میں اذان قبر کے متعلق آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ ص ۳۶ پر ایک زیر اصول بیان فرمایا ہے کہ: "متا بعداری جس طرح کرنے کے کاموں میں ضروری ہے، اسی طرح چھوڑنے کے کاموں میں بھی ضروری ہے، پس جو شخص ایسے کام کو ہمیشہ کرے جسے صاحب شریعت نے نہ کیا وہ بدعتی ہوتا ہے۔"

بالکل یہی عبارت مرقاة شرح مشکوٰۃ حدیث اول کی شرح میں موجود ہے۔  
بھائی مسلمانو! غور کرو! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان بھی



اور دقین میت کا دستور بھی، پھر آپ کا اذان کو چھوڑ دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے لئے بھی اس کا چھوڑنا ضروری ہے، اور جو شخص، نہ چھوڑے گا وہی بدعتی ہوگا۔  
والسلام



## باب سوم

### بریلویوں کی تاریخ

یوں تو بریلوی طرز خیال تین چار صدیوں سے درہم سر بنا ہوا ہے چنانچہ امام مجددیؒ بھی اسکے شاکی ہیں مگر ایک سو سال سے یہ سازش منظم ہو کر سنت رسولؐ پر حملہ کر رہی ہے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کو بعض اتفاقات کی بنا پر آخر عمر میں تحفہ اثناعشریہ لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ یہ کتاب شیعوں کی تردید میں لاجواب ہے۔ سرکار اودھ بھی شیعہ تھے انکے تنخواہ دار سنی مولویوں کو حق نمک ادا کرنے کے لیے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے بعض عداوت پیدا ہونا قدرتی بات تھی مگر شاہ صاحبؒ کے علم و فضل کے سامنے ان کی دال نہ گلی حضرت شاہ صاحبؒ کے بعد ان کے بھتیجے شاہ اسماعیل شہیدؒ نے بدعت اور قبر پرستی کی بڑھتی ہوئی رفتار کے پیش نظر رسالہ تقویۃ الایمان لکھا۔ یہ رسالہ تلخ ضرور ہے مگر اُس وقت

کے تاریخی حالات شاہد ہیں کہ علامہ شہیدؒ کی یہی تلخ تصنیف بدعت کو لگام دینے کا باعث ہوئی ورنہ قریب تھا کہ تمام ہندوستان بھجاریوں کا مندر بن جائے۔ اس خاندان کے حاسد شیعہ پرستوں کو موقع ہاتھ آیا مگر تمام ہندوستان میں شاہ ولی اللہی خاندان کے علم و فضل کا طوطی بول رہا تھا۔ مجبوراً مولوی فضل حق خیر آبادی مرحوم کا تعاون حاصل کیا۔ یہ حضرت منطقی تو تھے ہی، اور علامہ شہیدؒ کے ہم عصر ہونے کی وجہ سے رقابت اور حسد میں بھی مبتلا تھے بل جھل کر ایک ہر دو گرام طے کر لیا۔ یہ جنگاری دہکتی رہی اور سنت کے مقابلے میں شیعہ پرستی منظم ہوتی رہی یہاں تک کہ انقلاباتِ زمانہ نے حضرات علمائے دیوبند کو علم و فضل، تقویٰ طہارت اور دینی خدمات میں خاندان ولی اللہی کا جانشین بنادیا۔ قاعدہ ہے کہ محبت اور عداوت وراثت میں تقسیم ہوتی ہے۔ ادھر انگریز بہادر نے ہندوستان میں قدم رکھتے ہی بھانپ لیا کہ یہاں کے مسلمان علمائے دیوبند سے وابستہ ہیں حضرات



علمائے دیوبند حریت اور آزادی کے علم بردار تھے۔ ان کا وجود انگریز کی رگ پر ہر موت کا نشتر تھا۔ یہ حضرات درس و تدریس، وعظ و نصیحت کے ساتھ خالص نظام کے بھی متواتر تھے اور اس کے باوجود حلقہ شاگردی وسیع ہونے کی وجہ سے تمام ہندوستان بلکہ روم شام، عرب و عجم، کابل قندھار، بخارا خراسان اور تبت بلکہ دنیا کے تمام گوشوں میں اسلامی انقلاب کے لیے وسیع عالمگیر منصوبہ اور یکپہن بنا تے اور چلاتے تھے۔ انگریز کی سیاست مشہور ہے۔ انگریز ہمیشہ قوت کی بجائے تدبیر سے کام لیتا ہے۔ حضرات علمائے حق کو بدنام کرنے پر تکیا کیا اور جب اسے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں ایک برائے نام جماعت ان کے مخالفین کی بھی موجود ہے تو انگریز بہادر نے ان سیاسی اور علمی یتیموں کے سر پر اپنا سایہ عاطفت اور دست شفقت پھیلا دیا۔ اب کیا تھا بریلویوں کے دارے بنارے ہو گئے، دولت کے دہانے کھول دیئے گئے۔ روپیہ اور بریس ان پر قربان ہونے لگا۔ حکومت کے علم سے وسیع مراعات ملنے لگیں۔ ہر جگہ سرکاری لوگوں نے یہی کام کرنا شروع کر دیا۔ ہر صوبہ میں ان کا باقاعدہ کام شروع ہوا چنانچہ لاہور میں سید ویدار علی شاہ صاحب اور بریلی میں مولوی احمد رضا خان اس محکمہ کے انچارج تھے۔ جہاد منسوخ کرنے کے لیے انگریز بہادر نے حضرت مرزا قادیانی کو اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور مجاہدین کی بدنامی کے لیے بریلوی مبعوث ہوئے۔ اسلام کے سینے میں یہ دونوں خنجر اس طرح پیوست کر دیئے گئے کہ اسلام انگریز کا یہ احسان کرم فرمائی کبھی نہ بھولے گا۔ سوئے اتفاق یہ بھی تھا کہ جاہل پیروں کی خدائی بھی نذر و نیاز، علم غیب اور حاضر ناظر کے عقیدہ پر کھڑی ہے اور پیر پرستی ہندوستان کی بہت بڑی پیداوار ہے۔ پیروں نے بھی بریلویت کو سہارا دیا۔ یہ کمزور یتیم جو مرض الموت میں مبتلا سمجھا جاتا تھا چند دنوں میں تندرست، شوخ اور جوان ہو گیا اور تمام سابقہ اہل البدع والاہواء کی طرح اس کا نعرہ بھی کلمۃ حق اُمید بھا الباطل کا مصداق تھا

انگریز نے حضرات علمائے دیوبند کو بہت زیادہ بدنام کرنے کے بعد جیل کی کال کو ٹھہرا دیا۔ انھوں نے اس شروع کر دیا۔ حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کے روحانی فرزند زبیب زندان ہونے لگے۔ خانہ تلاشی وارنٹ گرفتاری دیوبند میں رات دن کا مشغلہ تھا اور جب بھی کسی بندہ کو گرفتار کیا جاتا تھا، جیل سے رہائی اس وقت ہوتی تھی جب سول سرجن کی طرف سے مرض موت کا سرٹیفکیٹ میسر آتا۔ بریلوی مذہب نے جو ان ہوتے ہی انگریز بہادر کے اشارے سے مندرجہ ذیل خطوط پر کام کرنا شروع کیا:

- ۱۔ شیعیت اور افضیت کی روح کو اہل سنت میں عملاً و اعتقاداً داخل کرنا۔
  - ۲۔ مرجوع اور مجروح اقوال غیر معتد اور ضعیف روایات کی پناہ میں بدعت کے خنجر سے سنت رسول کو زخمی کرنا۔
  - ۳۔ اولیاء اللہ کی محبت کی آڑ میں انگریز دشمن سنت دوست حضرات علمائے دیوبند کو بھوٹ، پردہ پگنڈا، اشتہار بازی اور گالی گلوچ سے بدنام کرنا۔
  - ۴۔ سیاسی جمود پیدا کرنا، مسلمانوں کو سیاست سے دور رکھنا، ہر سیاسی جماعت پر نامور سپاہی اور دینی مفکر کو بے دریغ ایلا استثناء و کافر کرنا۔
  - ۵۔ اپنے پیر کے علاوہ ہر بزرگ کو بدنام کرنا، نفرت سے دیکھنا، پارٹیاں بنانا، قوم کو لڑانا۔
- ناظرین! بریلوی مذہب کے یہ پانچوں اصول دراصل اس مذہب کے ارکان خمسہ ہیں۔ سب سے پہلے نمبر کو سمجھئے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اس مذہب کی پیدائش کے اصلی اسباب اور محرکات میں سے ایک سبب شیعہ لڑائیوں کی تلک خواری بھی ہے۔ جو تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف کے بعد دہلوی خاندان سے مستقل بغض و عناد کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اس لیے بریلوی عقاید اور عمل میں شیعیت کا عنصر شامل ہونا لازمی اور ضروری تھا۔ چنانچہ آج جتنے مسائل ہمارے اور بریلویوں کے درمیان زیر بحث ہیں ان تمام مسائل میں شیعہ اور بریلوی ایک ہیں



متفق ہیں مثلاً علم غیب، حاضر ناظر، بشریت، نور کا مسئلہ، تیجا، پوتھا، پہلے سال کی تعیین، کھڑے ہو کر سلام پڑھنا، بلند آواز سے درود شریف پڑھنا اور سمجھنا، حضرت امام جعفر صادق کا کونڈا، اور نذر اولیاء کو جائز سمجھنا، دوسرے لیے پکارنا اور اعلیٰ مدد، تو شیعوں کا سلام ہے، شیعہ انبیاء کے علاوہ بارہ اماموں کو حاضر ناظر سمجھتے ہیں، ان کو سمندر کے قطروں، درختوں کے پتوں تک کا عالم سمجھتے ہیں، شیعہ انبیاء اور اماموں کو نور کہتے ہیں، اور اسی بنا پر بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ بریلوی واعظ اور بھی ترقی کر گئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا ماننے لگے ہیں۔ چنانچہ ایک لائبریری واعظ سید پیر صاحب نے سورہ حشر کی آخری آیات **هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** کا مصداق حضور کو قرار دیا ہے۔ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں قرآن بھی نور ہے، یعنی نور ہدایت۔ اور یہ مضمون قرآن میں کئی جگہ موجود ہے، مگر بریلوی حضرات نور کے معنی بشریت کے برعکس سمجھتے ہیں۔

تعیینات اور بدعی رسوم میں تو شیعہ اور بریلوی کا ایسا سمجھوتہ ہے کہ من تو شدم تو میں شدی کا نظارہ ہے۔ مجلس ختم ہوتے وقت اٹھ کر سلام پڑھنا یا سائیل اور یہودیوں سے شیعہ نے سیکھا تھا۔ اب شیعوں میں ضروری ہے اور بریلوی بھی نافذ نہیں کرتے۔ شیعوں کی سوزی اور مرثیہ خواں، ادھر بریلویوں کے فوت خواں ایک ہی پھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ ان کی حرکات، ناز و انداز، ادائیگی راگ کی مہارت، معرکہ بندی اور جال ڈھال بالکل ایک ہے۔ **إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ** اور مجلس کے اطوار تو اس قدر ملتے جلتے ہیں کہ آہ و آواز، جزاک اللہ انداز بیان، مبالغہ آمیزی، تبرا بازی، تہمت سازی اور دشنام طرازی میں دونوں ایک ہیں اصل میں دونوں ایک ہیں۔

شیعہ اور بریلوی مقررہ دورانِ تعزیر میں آرام لینے کے لیے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد حاضرین کو بلند آواز سے درود شریف اور مومنین صلوات پر مجبور کرتا

ہے اور یہ بھی ایک فیشن ہے۔ اور سب سے بڑی چیز نذر اولیاء کا مسئلہ ہے۔ شیعہ بارہ اماموں کی نذرین مانتے ہیں اور اس کو تبرک سمجھتے ہیں، ہر بات میں ان کو مالک مختار مانتے ہیں ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ دنیا کا نظام، بیعتن چلا رہے ہیں اور بریلوی بھی نذر اولیاء کے دلدادہ ہیں۔ بزرگوں کو نیاز پر مسجدوں میں جہاد ہوتا رہتا ہے۔ الغرضی! بریلویوں نے شیعوں کے تمام مسائل کو وہاں سے اٹھا کر اہل سنت کے سر پر دے مارا اور ہزرگانِ دین کی محبت کے پردہ میں شیعہ کی تمام رسومات کو اہل سنت میں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ نام کو اہل سنت بنتے ہیں اور کام شیعوں کا کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ جماعت شیعوں کی ایجنٹ ہے اور شیعیت اس سے پہلے بھی اسلام کی تاریخ میں اہل سنت پر بار بار ایسے چلے کر چکی ہے۔

۲۔ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ بریلوی مذہب کے دلائل طبقہ راجعہ کی حادثہ قصہ کہانی، داستان مذہب مجتہدین کے مخالف اقوال، موضوع روایات اور خوش آوازی ہے۔ حضرت امام مجددؑ نے کیا خوب فرمایا: کہ  
”بدعت کا سرچشمہ پیر اور بدعتی مولوی ہیں۔“

۳۔ حضرات علمائے دیوبند کی سیاسی اور دینی بصیرت، انگریز دشمنی، استقامت فی الدین، ہر کئی دفتر نگہ جا چکے ہیں۔ ان حضرات نے انگریز کے منحوس دور میں جین توکل و ثبات قدمی اور استقلال سے انگریزی ظلم و ستم کا مقابلہ کیا ہے وہ تاریخ اسلام کا ایک زریں باب ہے جس پر بلند نظر مورخین مہبت کچھ لکھ رہے ہیں۔ مگر چمکا ڈر کی آنکھ کیا دیکھے؟

ادھر بریلویوں کی ناز پروردگی، آرام طلبی، جاہ پرستی کا یہ حال ہے کہ شہانہ ٹھانڈ باٹھ سے گزارتے تھے۔ سنا ہے کہ اعلیٰ حضرت حقہ میں کستوریاں بھر کر پیتے تھے، مرتے مرتے بھی اُمت سے وسیع دسترخوان مانگتے ہیں۔ انگریز کے زمانہ



میں اگر کسی بریلوی نے اُنک بھی کی ہو یا کسی بریلوی کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھا ہو تو بتائیں۔ آج تک بریلوی جماعت کی طرف سے کوئی تنظیم یا اقامت دین کی کوئی کوشش وجود میں نہیں آئی۔ ہاں یہ خدمت ضرور کی کہ مسلمانوں کو کافر بنایا اور انگریزی دور میں ہندوستان کو دارالاسلام بنایا کتاب الامارۃ والجهاد میں جہاد کی ایسی شرائط بیان کیں جن سے جہاد کو منسوخ تو نہ کیا ختم کر دیا۔

۴۔ سیاسی جمہوریت: بیان ہو چکا ہے کہ بریلویوں نے آج تک کسی سیاسی تنظیم کا ساتھ نہیں دیا اور کوئی تنظیم جو ہندوستان کو انگریز کے آہنی پنجے سے آزاد کرنے کے لیے قائم ہوئی تو انگریز کو جاتا دیکھ کر بریلوی سٹیٹس، فتویٰ بازی کی، ہر ایک سیاسی جماعت سیاسی فرد، سیاسی لیڈر کو بلا تمیز کافر کہا اور سچ یہ ہے کہ حضرات علمائے دیوبند کو کافر کہنے کی وجہ بھی صرف یہی ہے۔ مفکر ملت علامہ اقبال کا سب سے بڑا گناہ یہی ہے کہ وہ حریت، آزادی اور خودی کے معلم ہیں۔ جھٹ مولوی دیدار علی شاہ صاحب نے ان پر کفر کا فتوے دے دیا۔ اس وقت پیش نظر بریلویوں کے چند رسائل ہیں۔ ان کی سیر سے ناظرین اندازہ کر سکیں گے کہ تقسیم ہند کے موقع پر بریلوی علماء نے کس دینی اور دنیوی تدبیر کا ثبوت دیا۔

ایک رسالہ ہے الدلائل القاطعۃ علی الکفر النیاشۃ دوبارہ کاٹھیاواڑ ایجوکیشنل مسلم کانفرنس جس میں مولوی احمد رضا خاں صاحب نے لے کر مولوی دیدار علی شاہ صاحب علماء ہند، کلکتہ، جبل پور، بہار، کانپور، سندھ حیدر آباد، سیتاپور، کاٹھیاواڑ، شاہجہان پور، رام پور، لاہور کے اسی بریلوی مقتدر علماء کے دستخط موجود ہیں، بالاتفاق لکھا ہے کہ اس مسلم کانفرنس میں شمولیت اور مالی امداد دینا حرام ہے اور اسی فتویٰ سے مسلم لیگ کی شمولیت حرام ثابت کی ہے۔

دوسرا رسالہ احکام نورانیہ شمس عیہ بر مسلم لیگ مصنفہ مولوی حشمت علی

رضوی ص ۱ پر لکھتے ہیں:

”کانگریس کھلے ہوئے کافروں کی جماعت ہے۔۔۔۔۔ اس کے

ہمنوا مثلاً جمعیت العلماء مجلس احرار وغیرہم اشرار کلم فی النار“

ص ۱ پر تشریح فرماتے ہیں:

”حسین احمد اچودھیا باشی، شبیر احمد دیوبندی اسلام سے دور

کفایت اللہ“

یعنی مولانا حسین احمد مدنی، علامہ شیخ الاسلام پاکستان محدث شیخ شبیر احمد

عثمانی دیوبندی۔ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی۔ آگے مسلم لیگ کے متعلق فرماتے ہیں:

”وہ اغراض و مقاصد جن کے لیے مسلم لیگ بنائی گئی ہے۔۔۔

وہی اصول شرعیہ و احکام اسلامیہ کے مضاد اور مخالف ہیں“

رذرا بتائیں تو مسلم لیگ کے اساسی دستور میں کون سی کفریات ہیں؟

اب نیے مسلم لیگ کا گناہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں:

”تھانوی کو لیگیوں کی تقریروں، تحریروں میں شیخ الاسلام کہا

جاتا ہے۔ حکیم الامت لکھا جاتا ہے۔ لیگ کے اجلاس میں

تھانوی کا پیغام خاص احترام اور اہتمام سے لیا اور سنا جاتا ہے“

ناظرین! یہ ہے مسلم لیگ کا گناہ۔ مگر انوس کہ بریلویوں کے فتوے دہرے

رہ گئے اور تھانوی کے فتویٰ پر پاکستان بن کر رہا۔ بریلوی اپنے گھر میں

میاں مٹھو جنتے رہیں۔ ایسی انقلابی تحریکوں میں ایسے کوڑے مٹھو انا عاقبت اندیش

کو تاہ نظر ملاؤں کے فتوے کون سنتا ہے؟ ہر جگہ تصور شہر تو نہیں ہے۔

اس کے بعد تیسرا رسالہ دیکھیے: ”مسلم لیگ کی زریں بخیرہ دری مصنفہ سید

اولاد رسول قادری برکاتی مارہروی سجادہ نشین مارہرہ شریف۔ ان کے جملے

الفاظ بھی نیے۔



فرماتے ہیں :-

”لیگی جب خود مختار سے کہتے ہیں کہ کیا حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی لیگ کے حامی نہیں ہیں؟ اور تو اور اکثر علمائے دیوبند لیگ میں موجود ہیں۔ اور جب لیگی جلسے میں حضرت مولانا اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ اور جب لیگ کی خاص کمیٹی میں اشرف علی تھانوی کو عملاً خصوصی امتیاز دیا جاتا ہے کہ وہ اس میں بذریعہ نمائندہ شریک ہو تو ۱۰۰۰۰۰۰“

دیکھئے ہندوستان کی پچیس کروڑ آبادی اپنی قسمت کا فیصلہ کر رہی ہے مگر بریلوی اسی علماء نہ کانگریس کا ساتھ دیتے ہیں نہ لیگ کا۔ نہ الگ اپنی تنظیم کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ کانگریز کی جدائی ناقابل برداشت ہے۔ دس کروڑ مسلمانوں کا مفاد ایک طرف اور اسی بریلوی مولویوں کا ایک طرف۔ خیر مان لیا کہ پاکستان حضرت تھانویؒ کے فتویٰ سے بنا ہے۔ اب اس دیوبندی کے پاکستان سے ہجرت تو کر جائیں، مگر جائیں کہاں؟ کانگریس کو بھی کھلے کافروں کی جماعت کہ چکے ہیں۔ مسلمان تو وہی تھا جو انگلیٹنڈ جا بسا۔

اس کے بعد ایک اور رسالہ دیکھیے الجوابات المستفیہ علیٰ منہاء الاستوالات التلیکیہ مصنفہ اولاد رسول مارہروی۔ یہ بریلویوں کے بڑے حضرت ہیں۔ فرماتے ہیں :

”جو لوگ ان مقاصد اساسیہ لیگیہ کو سمجھتے ہوئے ممبر نہیں گئے۔ وہ خود بد مذہب ہو جائیں گے؟“ (بالاختصار) ص ۱۱

اس سے معلوم ہوا کہ بریلوی مولویوں کے نزدیک پنجابی پیر صاحبان اور خواص و عوام دس کروڑ مسلمان جو لیگ میں شامل ہوئے سب کے سب بد مذہب ہیں۔ معاذ اللہ ایہ کیسی بکواس ہے۔ یہ لوگ کسی کو بے دین، بد مذہب کہنا مولوی سمجھتے ہیں۔ پیروں کا یہ حال ہے تو علماء پھر عوام کا کیا گناہ؟ کافر اور بد مذہب

کہنا ان کا عام مشغلہ ہے۔ آگے فرماتے ہیں :

”لیگ کے مقاصد اساسیہ ۱۰۰۰۰۰۰۰ جو صریح محرمات، فضیلات

بلکہ منجر بکفریات ہیں۔“ ص ۱۲

اسی رسالہ شریف کے ص ۱۲ تا ص ۲۲ پر درج ہے فتویٰ مبارکہ مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور یعنی مولوی محمد عبداللہ صاحب کے استاد کا اس میں نسید صاحب لاہوری فرماتے ہیں :

”لیگ کی حمایت کرنا، اس میں چندے دینا، اس کا ممبر بننا، اس

کی اشاعت و تبلیغ کرنا، منافقین و مرتدین کی جماعت کو فروغ

دینا ہے، اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔“

یعنی تمام لیگی، پیر بزرگ اور نیک و بد دس کروڑ مسلمان منافقین و مرتدین میں۔ یہاں بریلویت پوری برہنہ ہو کر سامنے آ رہی ہے۔ ان سب رسالوں میں قائد اعظم مرحوم کو نہایت نازیبا الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اس لیے بریلوی حضرات کے ہمارے تین سوال ہیں :

۱۔ کیا قائد اعظم مرحوم پر آپ کا وہی فتوے باقی ہے کہ قائد اعظم کئے

والے کی بیوی نکاح سے نکل گئی، یا فتویٰ بدل لیا ہے؟ اگر فتویٰ بدل

سکتا ہے تو پاکستان بنانے والے حقیقت میں علماء دیوبند اور مولانا تھانویؒ

ہیں۔ جیسا کہ حوالوں سے ثابت ہے۔ ان کی بھی جان چھوڑیے اور اگر نہیں

بدلا تو قائد اعظم دس کروڑ مسلمانوں نے کہا ہے۔ کیا سب مسلمان عورتوں کا

نکاح فسخ ہو گیا؟ نکاح کا معاملہ نازک ہے اس لیے جلدی جواب دیں۔

۲۔ جتنے مسلمان لیگ میں شامل ہوئے کیا سب مرتدین و منافقین ہیں؟

معاذ اللہ !

۳۔ مرتدوں کی حکومت میں رہنا کیسا ہے؟ بیہوشا تو حیرت و

ناظرین! یہ فتوے بازی یہاں ختم نہیں ہوتی۔ آگے چلیے شریعت پر



میاں غلام اللہ صاحب کے زیر اثر ایک کفر کی مشین گن تھی۔ جس کا نام ہے مولوی محمد طیب قادری، برکاتی، دانا پوری۔ بریلویوں میں ان کی اہمیت یہ ہے کہ سید صاحب کے اس فتوے پر ان کے دستخط بھی ہیں۔ ان محمد طیب صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے۔ تجانب اهل السنۃ اس میں بلا استثناء اور بلا تیز مولانا محمد علی، شوکت علی، علامہ اقبال، نظیر علی زمیندار سے لے کر کانگریسی، یلگی، اتحادی، خاکساری، احمدی، جمعیتہ العلماء، خلافتی، غرض ہر مسلمان کو کا فر کہہ رہے ناظرین ناگ بند کر کے یہاں سے گزر جائیں۔ یہ بریلوی سیاست کا سنا اس ہے۔ مجبوراً آپ کو دکھایا گیا ہے تاکہ بریلویوں کی حقیقت آشکارا ہو۔

ناظرین! بریلویوں کی فتویٰ بازی آپ نے دیکھ لی، کس قدر بے حقیقت اور فنسول ہے۔ اب یہ بات واضح ہو گئی کہ ان بے حقیقت لوگوں کا کسی کو کا فر کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سچے مسلمان ہیں۔ پس حضرات علمائے دیوبند کا مقام آپ کو معلوم ہو گیا۔

۵۔ یہ ایک بد زبان اور منہ بھٹ جماعت ہے۔ اپنے پیر اور اہل سلسلہ کے سوا ہر بزرگ کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہر پیر کے مرید الگ پارٹی ہے اور اس پارٹی نے اسلامی وحدت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ حضرت امام مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بانی خاندان دہلویہ کو خوب دل کھول کر بدنام کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت امام مجدد الف ثانی کو لیجئے مولوی احمد رضا خاں ان کا نام بہت نفرت سے بیٹے ہیں چہ جائیکہ کسی معزز لفظ سے یاد کرے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنی کتاب "الکوکبۃ الشہابیۃ" میں سترہ وجوہ سے مصنف تقویۃ الایمان کو کا فر ثابت کیا ہے۔ اس میں جس طرح فقہاء و محدثین کی عیادتیں نقل کی ہیں اسی طرح جا بجا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوبات متبرکہ سے بھی مدد لی ہے مگر حضور کا ذکر کس

پیرایہ اور کئی لفظوں میں کیا ہے۔ ذرا ملاحظہ ہو:

"تمام خاندان دہلی مصنف تقویۃ الایمان اور ان کے آباؤ اجداد کے آقا نے نعمت خداوند دولت و مرجع و منتہی و مفزع و ملجا و سید و مولیٰ جناب شیخ مجدد صاحب" (صفحہ ۵۲، ۵۳)

جس شخص نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور جو ان کے انداز تحریر سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ الفاظ کس مرض قلبی کے ترجمان ہیں۔ علاوہ ان میں یہ مقصد بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو اس کتاب کو دیکھے وہ یہ سمجھے کہ وہ ایسے لوگوں کے آقا اور ملجا و ماویٰ اور مرجع و منتہی ہیں جن کے ایک نہیں ستر کفریات فاضل بریلوی نے اس رسالہ میں مرتب کیے ہیں باقی مولوی صاحب کے شدت غیظ کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جناب نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے اہم گرامی کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ بھی نہ لکھا۔ ممکن ہے کوئی صاحب یہ تاویل کریں کہ ایک جگہ ہو گیا ہو گا۔ اس لیے دوسری جگہ بھی دیکھیے۔ ملاحظہ ہو ص ۴۲ سطر ۴: "جناب شیخ مجدد نے فرمایا" سطر ۴ ص ۹ "جناب مجدد صاحب" ص ۲۲ سطر ۱۵ "جناب شیخ مجدد" ص ۲۲ سطر ۱۶ "مکتوبات جناب موصوف" ص ۲۵ "جناب شیخ مجدد صاحب" ص ۲۶ "زیر بحث کفریہ ۲۸، ۲۹" اشارہ بسوئے خاندان دہلی "ان سب کے پیر سلسلہ جناب شیخ مجدد صاحب کی تصنیفات و تحریرات میں اہلی گہلی پھر ہی ہیں؟

نیز اپنے دوسرے رسالہ الیہا قوتہ الوساطہ کے ص ۱۰ پر لکھتے ہیں:

"تمام خاندان دہلی کے آقا نے نعمت خداوند دولت و مرجع و منتہی و مفزع و ملجا و سید و مولیٰ شیخ مجدد صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ۱۰۰۰۰"

پہلے مجھے مولوی احمد رضا خاں صاحب سے ایک گونہ حسن حقیقت تھی اور



اگر کوئی جزئی اختلاف ہوتا تو اس کو نظر انداز کر کے میں ان کی توفیر ہی کرتا تھا لیکن جب ان کی اس قسم کی تحریریں میرے سامنے آئیں تو مجھے افسوس ہوا اور میری ہمت کی کوئی انتہا نہ رہی اور اسی کو میں اس وقت ظاہر کرتا ہوں:

بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ ہوا بھی است

حالانکہ مولوی صاحب جب کبھی اپنے والیوں کو گوار کا نام مکھنے لگتے ہیں تو چار سطر پہلے سے القاب کا سلسلہ ہو جاتا ہے اور نام کے بعد بھی تین چار سطر دعائیہ جملوں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ ممکن ہے عام ناظرین کرام اس کو کوئی اہمیت نہ دیں۔ لیکن جو شخص مولوی صاحب موصوف کے انداز نگارش سے کچھ واقف ہے اور اس نے ان کی دو چار ہی تحریریں دیکھی ہیں اس کے لیے ضرور سوچنے کا مقام ہے کہ جو شخص ہر اس شخص کے لیے جس کی کوئی بھی عزت اس کے دل میں ہوتی ہے دو دو چار چار سطر کے مرتفع القاب لکھتا ہے وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی جناب میں کیوں اس قدر استکبار و انکار کا پہلو اختیار کیے ہوئے ہے۔ کہیں اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتوب خیریت میں بدعت اور اہل بدعت کا بڑا نام لگایا ہے۔

ناظرین! جب مجدد الف ثانیؒ کو دیوبندیوں کا بیرو بزرگ ظاہر کیا تو ائمہ اہل سنت اس نسبت سے سچا فرسے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں اس بزرگ کی برکات سے محفوظ فرمائیں۔ اب آپ سمجھ چکے کہ حضرت امام مجدد کے سچے جانشین حضرات علامائے دیوبند ہیں جو شاہ اسماعیل شہیدؒ کے نام پر بدنام ہیں۔ دہلوی خاندان یہی ہے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے چچا شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ عبدالقادر صاحب، شاہ رفیع الدین صاحب، شاہ عبدالغنی صاحب اور ان کے والد شاہ ولی اللہؒ مجدد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ مولوی محمد عمر صاحب نے بھی 'مقیات حقیقت' میں اس خاندان کو بہت برا بھلا کہا ہے، کیونکہ بدعت مولوی محمد عمر چھروی نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ جب حج کر کے دہلی آئے تو مشہور ہو گیا کہ شاہ ولی اللہؒ وہابی ہو گیا، کافر ہو گیا۔ 'مقیات حقیقت' (طبع اول) (دیوبند)

کامزاج ایک ہے۔ مزید اطمینان کے لیے ایک اور حوالہ دیکھیے۔ ملفوظات مولوی احمد رضا خاں حصہ سوم ص ۶۵، ۶۶

عرض! کیا حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی تفصیل بھی لکھی ہے؟

امرشاد: تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

پھر فرمایا: مکتوبات کی اول دو جلدوں میں تو ایسے الفاظ ملیں گے جن میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تو کیا گنتی۔ تیسری جلد میں فرماتے ہیں: "جو کچھ فیوض و برکات کا مجمع ہے وہ سب سرکار غوثیت سے ملے ہیں۔ نور القمر مستفاد من نور الشمس" اسی میں لکھا ہے۔

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو کچھ میں نے اگلی جلدوں میں کہا صحو سے کہا نہیں بلکہ زیادہ سُکڑ ہے۔ اب اگر کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے، ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا، خدا کے فرمانے سے کہا۔ تمام جہان کے شیوخ نے جو زبانی دعوے کیے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ ہمارا سُکر ہے اور ایسی غلطیاں دو وجہوں سے ہوتی ہیں: یا نادانانہ یا سُکر۔ سُکر تو یہی ہے اور نادانانہ

دیکھا آپ نے یہاں بھی وہی بے ڈھنگی پال۔ (ادھر مجدد الف ثانیؒ اُدھر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کیا ہندوستان بھر کے اس عہد اعظم کے لیے بریلویوں کے قلم سے رحمۃ اللہ علیہ بھی میسر نہیں۔ جب کہ دوسرے بزرگوں کے لیے سب کچھ ہے۔ افسوس کہ اس قحطی سے عبادت میں مولوی بریلوی نے تین ڈبل جھوٹ بوئے ہیں۔ سُکر غلبہ وقت کو کہتے ہیں یعنی سالک کی طبیعت بعض اوقات واردات الہیہ سے متاثر ہو کر بے خود ہو جاتی ہے اور ایسے راز کہہ جاتا ہے جن کا افشاء کرنا صحو یعنی باخود کی حالت میں جائز نہیں ہوتا۔ ان کلمات کو



شطح کہتے ہیں۔ اگر سکر زیادہ ہو تو شطح بھی زیادہ ہوتا ہے اور قابل تاویل ہو جاتا ہے مگر امام مجدد الف ثانیؒ کی عبارت جس کو مولوی احمد رضا خاں نے دل کھول کر لگا رکھا ہے اصل میں یہ ہے:

”ایں فقیر کہ ایں ہمہ دفاتر در بیان علوم و اسرار ایں طائفہ علیہ بنوشہ ظاہر باخاطر شامہ قرار یافتہ است کہ از روئے صحیح خالص نوشتہ است بے مزج سکر حاشا کہ آں حرام و منکر است“

ترجمہ: اسی فقیر نے یہ تمام دفاتر جو حضرات صوفیہ کرام کے علوم و اسرار کے بیان میں لکھے ہیں بظاہر متہارا خیال یہ ہے کہ خالص باتودی میں لکھے ہیں جس میں سکر یعنی بے خودی کی ملاوٹ بھی نہیں ایسا نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا حرام اور برا ہے۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مکتوبات شریف میں جو مکتوب صوفیہ کرام کے علوم و اسرار، احوال و مقامات کے متعلق لکھے ہیں۔ یہ خالص صحیح اور باتودی میں نہیں لکھے گئے کیونکہ خالص صحیح میں اسرار کو فاش کرنا گنہگار ہے اور اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر سمجھنا شرک ہے۔ بلکہ اس قسم کے مکتوبات لکھنے وقت صحیح خالص نہ تھا سکر کی کچھ ملاوٹ ضرور تھی چنانچہ فرماتے ہیں: ”بقیہ سکر در صحیح در زنگ نمک است کہ مصلح طعام است“ یعنی سکر کی اتنی تھوڑی ملاوٹ جو کھانے میں نمک کی طرح ہو۔ یہاں آپ نے سکر کی ملاوٹ بقدر نمک در طعام کا ذکر کیا ہے وہ بھی فقط ان مکتوبات کے متعلق جن میں اسرار صوفیہ کا بیان ہے مگر بریلوی خائن تاک میں رہتے ہیں۔ انہوں نے پاؤ کا پہاڑ بنا دیا، اور نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ چونکہ امام مجدد صاحبؒ نے جو کچھ لکھا ہے اس میں زیادہ سکر ہے اس لیے مجدد صاحبؒ کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں۔ یہ تین جھوٹ ہم بریلویوں کو کسی طرح معاف کرنے والے نہیں ہیں:

۱۔ ایں ہمہ دفاتر کا ترجمہ اگلی جلد میں کیا ہے،

۲۔ علوم و اسرار صوفیہ کا ترجمہ کرتے ہیں جو کچھ میں نے پہلی جلدوں میں لکھا ہے خواہ مسائل شریعت ہوں۔

۳۔ مزج سکر مع شریعہ در زنگ نمک در طعام یعنی سکر کی ملاوٹ نمک برابر کا ترجمہ کرتے ہیں زیادہ سکر ہے کیا کوئی بیوقوف کھانے میں نمک کے معنی کر سکتا ہے کہ نمک زیادہ ہے کھانا تھوڑا ہے۔

یہ تین ظالمانہ جھوٹ بنا کر یہ مضمون مرتب کیا کہ مجدد صاحبؒ نے جو کچھ لکھا ہے زیادہ بے ہوشی میں لکھا ہے۔ اس پر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اب اگر کوئی مجددی ان کے قول سے دلیل پکڑے، اس کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ یعنی مجدد صاحبؒ کی کوئی بات معاذ اللہ مسائل شریعت بھی قابل اعتبار نہیں ہیں۔ قصور کے مجددیوں کو دیکھو تو بریلوی مولوی نے تین جھوٹوں میں امام مجدد الف ثانیؒ کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔ کچھ خبر ہے آپ کو جو شخص ایسے بزرگوں پر اس بدینتی سے حملہ آور ہوتا ہے وہ علمائے دیوبند پر بہتان لگانے سے کیوں ڈرنے لگا؟ آگے لکھتے ہیں:

”ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحیح سے بتایا، خدا

کے فرمانے سے کہا۔ یعنی حضرت امام مجدد خدا کے فرمانے سے باہر

کی باتیں کرتے تھے، ہمارا پیر خدا کی باتیں بتاتا ہے“

یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ اسی مکتوب میں حضرت امام مجددؒ نے ارشاد فرمایا

کہ صاحب عوارف قدس سرہ حضرت شیخ محبوب سبحانی کے اس قول قدسی ھذا

علی رقبۃ کل و لپی کو سکر پر محمول کیا ہے۔ اور یاد رہے کہ حضرت امام مجدد

الف ثانیؒ علوم شرعیہ کے متعلق اپنی کامل باتودی کا ذکر دفعہ سوم منہ میں

کیا ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ



## فتویٰ مبارکہ سید العلماء حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

ناظرین کی مزید تشفی کے لیے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ کا ایک فتوے درج کیا جاتا ہے۔ یہ فتویٰ آمینہ مذہب بریلویہ کے نام سے مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی نے شائع کیا تھا۔ اس میں پنجاب کے اہل علم حضرات سے، حضرات علمائے دیوبند کے متعلق استفسار کیا گیا تھا، قطب الوقت حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف کے مفتی مولانا غلام محمد صاحب لکھتے ہیں:

”واضح ہو کہ علماء مسکول عنہم شکروا للہ سعیدہم ان کی نیت مبنی بر خیر تھیں، اغنی یہ لوگ نیک نیت تھے، اور اغراض ان کے حسنہ اور افعال ان کے حسنہ تھے، اور چند مسائل کی وجہ سے جو ان کے متعلق زبان درازئیں ہیں، ہمیں اس سے خداوند کریم نے محفوظ رکھا ہے اور آئندہ بھی اس کی درگاہ عالی سے ان کے لیے خیر خواہ ہیں؟ فقط

نیز فخر پنجاب علامۃ الدہر حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھولوی شیخ الجامعہ عباسیہ ہماول پور، خلیفہ اعظم حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ارشاد فرماتے ہیں:-

”مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد کا زمانہ میں نے نہیں پایا مولانا خلیل احمد صاحب و مولانا محمود الحسن صاحب کی زیارت ایک دفعہ کی ہے، مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا۔ مولانا اشرف علی صاحب کی ایک دفعہ زیارت اور ایک دفعہ وعظ سنا ہے اس

سے زیادہ ان حضرات کے ساتھ کسی مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر میرا اعتقاد ان بزرگوں کے متعلق یہ ہے کہ یہ سب حضرات علمائے ربانیتین اور اولیاء امت محمدیہ سے تھے۔ اسحق کو بعض مسائل میں ان سے اختلاف بھی ہے۔ مگر اعتقاد یہی ہے اور اس اعتقاد کے اختیار کرنے کا سبب ان کی تصانیف کا مطالعہ اور استفادہ، اور ان کا قبول عام ہے۔ بالخصوص مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کے خدمات طریقت پر نظر کر کے شبہ ہوتا ہے کہ شاید وہ اس صدی کے مجدد ہیں؟ فقط ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

نوٹ: اس رسالہ آمینہ مذہب بریلویہ کے مولف نے رسالہ میں لکھا ہے کہ ان فتوؤں کی اصل کاپی ہمارے پاس محفوظ ہے۔

پنجاب کے چند شہروں میں سوجو اتفاق سے بریلوی پروپیگنڈا جابل پیروں اور دین فروش ملاؤں کی برکت سے پھیلا۔ لیکن اہل اللہ کی اجتماعی سرگرمیاں ہمیشہ حضرات علمائے دیوبند کے ساتھ رہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت قبلہ عالم سید پیر مہر علی شاہ صاحب اور حضرت میاں صاحب خرپوری کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت میاں صاحب قدس سرہ اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری کے حالات زندگی میں جو کتاب ”خوینہ معرفت“ صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری نے تصنیف فرمائی ہے اس میں حضرات علمائے دیوبند کے ساتھ آپ کے تعلقات آمد و رفت اور عقیدت کا اظہار واضح طور پر موجود ہے اور یہ بھی فرمایا کہ دیوبند میں پیار لڑی وجود میں لیکن حضرت پیر صاحب گولڑوی قدس سرہ کی اپنی تصنیفات سے علمائے دیوبند کی انتہائی تعظیم اور عقیدت ظاہر ہو رہی ہے۔ چنانچہ رسالہ ”فیوضات شمسیہ“ جو طاعون زدہ جگہ سے نکلنے یا وہاں جانے کے متعلق مولوی عبدالاحد صاحب خانپوری کے جواب

میں اور اس کتاب میں یہ بھی درج ہے کہ جب میاں صاحب علاقہ قصور میں تشریف لاتے تو صوفی ولی محمد صاحب فتویٰ والے سے مل جاتے، ملاقات کرتے،







# ایمان افروز کتابیں

**اصحاب بدر :** غزوہ بدر کی تفصیلات اور ۳۱۳ صحابہ کرام کے حالات :  
از علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری

**شرح اسماء الحسنی :** اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی بے نظیر شرح :  
از علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری

**مقالات مولانا محمد داؤد غزنوی :** جمع و ترتیب مولانا محمد حنیف یزدانی

**عشرہ مبشرہ :** ان دس صحابہ کرام کے حالات زندگی جسکو دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت فرمائی گئی : (قاضی حبیب الرحمن برادرزادہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

**معیار الحق :** عمل بالحدیث اور روایت تعلیم میں اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب : پیش لفظ از حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی : تصنیف لطیف : حضرت شیخ اکمل مولانا سید محمد حسین محدث دہلوی

**تحریک آزادی فکر :** اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تجدیدی مساعی : جمع و ترتیب مولانا محمد حنیف یزدانی  
یعنی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا مجموعہ : شیخ محمد امجد علی

**تفسیر سورہ اخلاص :** از امام ابن تیمیہ : تفسیر آیت کریمہ از امام ابن تیمیہ

**عظمت صحابہ اور اہل بیت :** از حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

**محمد رسول اللہ :** غیر مسلموں کی نظر میں  
مولانا محمد حنیف یزدانی

**زیارت قبور کا شرعی طریقہ :** قبور سے متعلق شرک و بدعت کی تردید مفصل و مدلل کتاب

**قرآنی دعائیں :** ہر موقع پر قرآن پاک کی بتائی ہوئی دعائیں

**مرزا قادیان اور علماء اہل حدیث :** مولانا محمد حنیف یزدانی

خصوصاً مولانا شادادہ کے ۴ مناظروں کی روداد

**مکالمات نبوی :** از مولانا امام خان شہرہ

۴ مکالمات کا مجموعہ

**اصناف صفہ :** از حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ

**مرشد جلالی کے ارشادات حقیقی :** —

**ور بارہ توحید ربانی :** (مولانا محمد حنیف یزدانی)

**آداب الدعاء :** نماز کے فضائل و مسائل :  
یعنی قلم کی تردید تحقیق مسئلہ جامع و موثق

**اسلام کا نظام عفت و عصمت :**  
از مولانا خیر الدین ندوی امجدیہ

**شہدائے احمد :** ان سترہ صحابہ کرام کے حالات زندگی جو غزوہ احمد میں شہید ہوئے

ہمارے مکتبہ کی تمام کتابیں خوبصورت چھپی ہیں اسکے علاوہ آپ کو جس کتاب کی ضرورت ہوگی لکھیں :

پتہ : مکتبہ نذیریہ لاہور